

~~V.P.~~
cut. 19/11/75

GOVERNMENT OF INDIA
DEPARTMENT OF ARCHAEOLOGY
CENTRAL ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY

Acc. No. 24337
Class 24337

CALL NO. 915.44/Ahm

D.G.A. 79.

مصنوع مکرم و مکرم فضیل خالق زمین و آسمان

کتاب خلافت انتساب بیان حالات بادشاہان مذکورہ تیسویں صدی قمریہ ۱۰۵۰ھ و تعمیرات
 شاہ جہان آباد جامع مسجد لال قلعہ و عمارت کشتہ فرات مع کیفیت بارہ علی مستوفی
 سنہ ۱۰۳۰ھ ذکرہ حضرت دیبا بانہ علماء و فقہاء و حکماء و رؤساء مشہور و معروفہ شہر آستانہ

915.44
 . Ahm

مادکارہ

24337

خواجہ جناب الداعی حضرت مولوی سید محمد صاحب الی اللہ علیہ السلام صاحب تہذیب المعارفین
 نبدۃ السالکین و فرستگاہین جناب لٹنر مولوی شایخ الدین صاحب شہ پور جمعہ
 جکوپہلی مرتبہ کتب خانہ سید رؤف احمد الی اللہ علیہ صاحب مؤلف موصوف نے اپنے

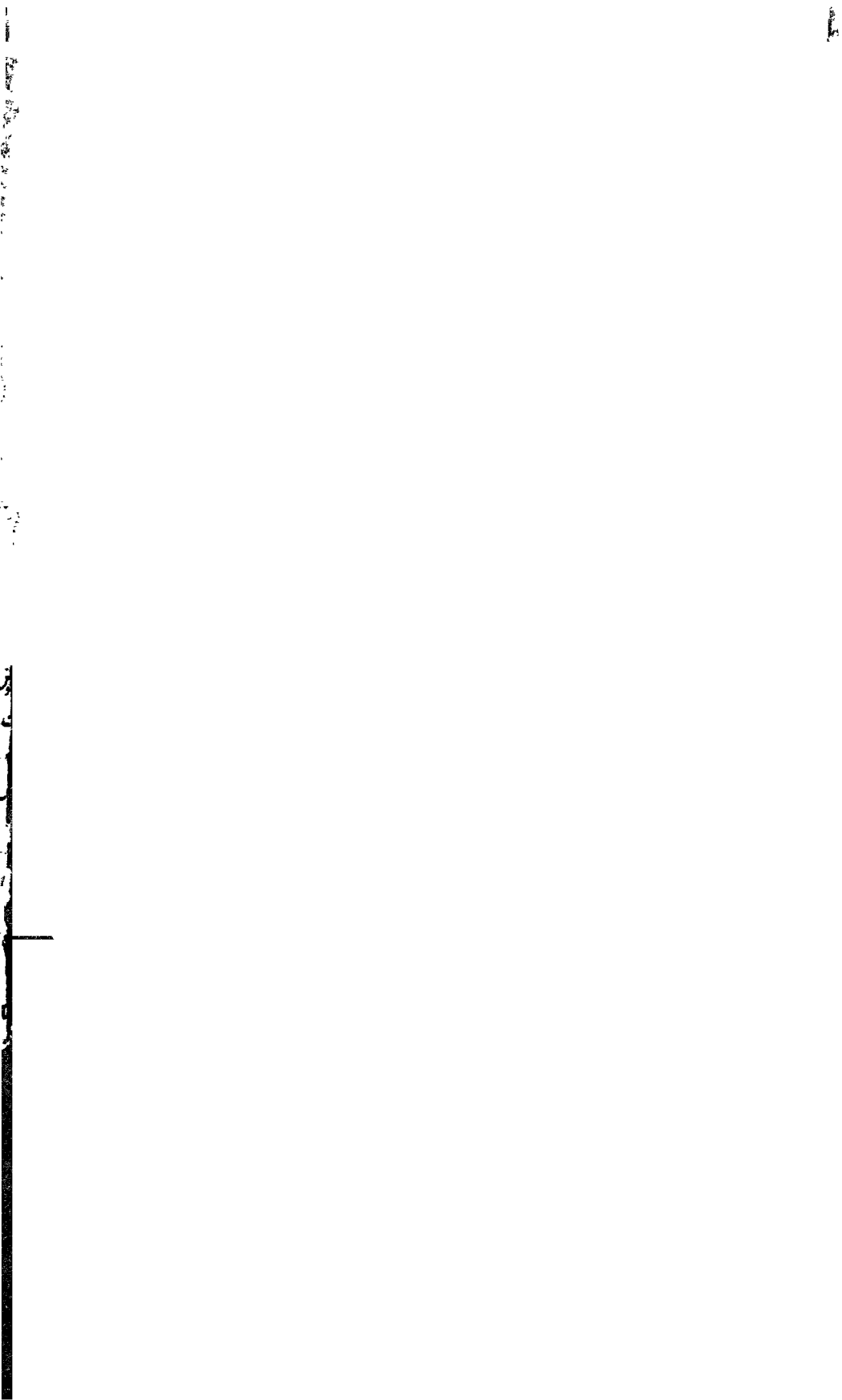
مطبعہ مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب
 مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب

D
 ۱۰۶۹



فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۱	نقشبندی مجددی	۸۳	در سیرتینہ	۵۷	نواب چھوٹے مرزا صاحب	۲۰	پید کتاب یاد بیام
"	شاہ کلن کی ڈکنگی	"	در سیرتینہ بخش	"	یحیٰم نذیر احمد صاحب	"	حالات شاہان بی ازبک
"	شیر العارفین شاہ ترکمان	۸۴	مولوی عبدالرحمن صاحب	"	در سیرتینہ بیرون پور	"	شہاب الدین غوری سے تا
۹۲	صاحب بیابانی علیہ الرحمۃ	"	شیخ اعلیٰ	۵۵	گراڈ پھول	۲۳	شاہ بہادر شاہ دیگر حالات
"	مولانا سید محمد علی صاحب	"	خانصاحب شیخ شکر محمد صاحب	"	نواب سید سلطان مرزا صاحب	۲۴	بیت قدر شہداء
"	علیہ الرحمۃ کا ترکستان حالات	"	صاحب رئیس بی	"	پورڈکنگ مشن کالج	۲۵	لی شاہجاں آباد
"	نقشہ درگاہ شہسوارین شاہ	"	نواب مولوی احسان الرحمن	۵۶	مشن کالج	"	شاہجاں آباد اور
۹۳	ترکمان بیابانی علیہ الرحمۃ	"	خانصاحب عرفی صاحب	"	گرجا گھر	"	وازے اور کھڑکیاں
۹۴	خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کا مزار	۸۵	مولوی عبدالرحیم صاحب	"	ڈولینڈ پھول	۵۸	حاج سید و کیفیت ضبط
"	خواجہ محمد اثر علیہ الرحمۃ کا مزار	"	منشی سید وحید الدین صاحب	"	نخر اساجد	"	گزارشت جامع مسجد پیام
"	خواجہ ناصر علیہ الرحمۃ کا مزار	"	خانصاحب غلام محمد صاحب	۵۵	نقشہ گرجا گھر	"	کروڑ
۹۵	خواجہ ناصر علیہ الرحمۃ کا مزار	"	بی اے بی بی کشن	۵۶	کشمیری دروازہ	"	پروانہ
"	مصنڈان	۸۶	حاجی بہاری والا	"	جام مسجد کا جنوبی دروازہ	۶۱	نقشہ دیوان خاص
"	مولانا شیخ عبدالغنی شکر آباد	"	املی کی پہاڑی	۶۲	انام کی گلی	۶۲	درج اول جلدکن
"	علیہ الرحمۃ کا مزار و حالات	"	حضرت شاہ علیہ صاحب	"	حاجی مولوی سید احمد صاحب	"	دوسرا درجہ درخانہ
"	نقشہ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ	"	و عیظ قادری اور ان کے	۶۳	آہام جامع مسجد کے حالات	۶۳	نقشہ مشن برج مسجد
۹۶	کی باغیچی کا	"	صاحبزادہ کے مزار	۶۴	حافظ سید شمس الدین	۶۴	نقشہ حمام سرد
"	مولانا قطب عالم خلیفہ الاما	"	سید محمد امیر صاحب عرف	۸۱	صاحب فیض رقم	۶۵	نقشہ حمام گرم
"	شیخ سید عبدالغنی صاحب	"	میر پور کش خوشنویس کا مزار	"	شیخ منگلو کا چیتہ	۶۶	تیسرا درجہ گرم خانہ
۹۸	شکر بارہ اللہ	"	سید رفیع صاحب کی مسجد	"	نواب فیض احمد صاحب	"	موتی مسجد
"	مولانا ملک اعلیٰ صاحب	۸۶	حویلی عظیم خان	"	رئیس بی	۶۷	نقشہ موتی مسجد
"	نانو قوی علیہ الرحمۃ	"	چٹلی قبر	"	چوڑی والاں	۶۸	بھٹا صاحبین جیل محل
"	آستانہ حضرت مولانا	"	خانقاہ میر محمدی صاحب	"	مولوی سید حمزہ صاحب	۷۰	پچکیاں
"	شاہ ولی الد صاحب	۸۸	بھوجلا پہاڑی	۸۲	یحیٰم احمد علیاں صاحب	"	شاہ آبادانی علیہ الرحمۃ
۹۹	مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب	"	مولوی حاجی عبدالرحیم صاحب	"	حافظ سید محمد صاحب پیام	۷۱	گرجا گھر روزن کھٹناک
"	علیہ الرحمۃ	"	خانقاہ غلام شاہ صاحب	"	عید گاہ	"	خیزو نباتات کیل پل اور
"	نقشہ درگاہ حضرت مولانا	۸۹	شاہ ابوسعید صاحب	"	حاجی بی بی دوس	"	صاحبان انگریزی کا قبرستان
۱۰۰	شاہ ولی الد صاحب	"	شاہ احمد سعید صاحب	"	مطبوعہ جنتی و حالات	"	ڈوڈا خانہ
"	حالات حضرت مولانا شاہ	۹۰	مولانا شاہ عبدالغنی صاحب	"	حافظ سید محمد عبدالاحد صاحب	"	دفتر ایکٹو انجمنیہ رسول
۱۰۱	ولی الد صاحب علیہ الرحمۃ	"	مولانا شاہ محمد محمود صاحب	"	رضوی رئیس بی	۷۲	ڈوڈن
"	حالات حضرت مولانا شاہ	"	نقشبندی مجددی	۹۳	منشی کبیر علی صاحب	"	تار گھر
۱۰۲	عبدالغنی صاحب	"	مولانا شاہ ابو الغنی صاحب	"	بازار شیخ اعلیٰ	"	مردود مولوی عبدالرحیم صاحب



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۰	واو زیری مجبشریٹ	۱۴۳	شاہ برلا کا بڑھ	۱۴۸	حافظ تونچی نذیر صاحب	۱۴۲	نوی غایت احمد صاحب
۱۴۱	بگرت نالی ہندی سیال	"	راے سالگام صاحب	۱۵۰	ایل - ایل - ڈی -	۱۴۳	حالات حکیم محمود خاصا
۱۴۲	کے وہ خط کا مقام	"	ضیکا ڈار انون -	۱۵۸	پھاگک حش خاں	۱۴۴	حالات حکیم محمود خاصا
"	جوبلی حکیم حسن الدخان	۱۴۳	محلہ چنے والاں	"	جناب مولانا سید زین	"	حالات حافظ ملک حکیم
"	صاحب مرحوم	"	سنسکرت سکول	"	صاحب مرحوم و مولوی بی	"	عبدالحمید خان صاحب مرحوم
"	مولوی سید عبدالصمد	"	حکیم قیام الدین خاصا	"	عبدالسلام صاحب	"	حالات حکیم اہل خاصا
"	شکلہ والے	"	حکیم لطیف حسین خاصا	۱۵۹	مولوی میر شاہ جہاں صاحب	۱۵۰	مرحوم رئیس دہلی
۱۴۲	مولوی محمد سعید صاحب	۱۴۵	تقاضی کا حوض	"	مولوی حفیظ اللہ خاصا	"	حالات حکیم مولوی حافظ
"	کوچہ پنڈت	"	مولانا مولوی محمد یقوب	"	حاجی عبدالرزاق صاحب	"	اجل خان صاحب
"	حضرت شاہ سید حسن صاحب	"	صاحب	"	حاجی عمر حیات صاحب	۱۵۱	گلی قاسم جان صاحب
"	نور دوی چشتی	"	کوچہ پاتی رقم	۱۶۰	تیلیو اڑھ	"	غلام نبی خان صاحب
"	کرین گزٹ	"	لالہ جوہر لال صاحب نیپل	"	مولانا حافظ عبدالکریم صاحب	"	قواب احمد سعید خاصا
"	امراؤ مرزا صاحب حیرت	۱۶۶	کشنر	"	صدر بازار دہلی	"	طالب رئیس دہلی
"	صاحبزادہ شاہ عبدالصمد	"	حکیم عظیم علی خاں صاحب	"	ہندو راتو کا بازہ	"	نواب شیخ الدین خاں صاحب
"	صاحب سید احمد	"	حکیم قاسم علی خاں صاحب	"	مولانا مولوی محمد کریم صاحب	"	تاہان رئیس دہلی
"	خواجہ شہاب الدین صاحب	"	بورہ والے	"	خان صاحب دہلی چشتی	"	نواب سراج الدین خاں
"	خان صاحب حکیم نور الدین	۱۶۷	حکیم ہاشم علی خاں صاحب	"	صہاری امرادوی	۱۵۲	صاحب سائل
"	خان صاحب میونسپل کونسلر	"	نزار حبیب امیر شاہ صاحب	"	شیخ نور الدین صاحب نیپل	"	درسدہ طبیہ
"	حکیم فیضی الدین صاحب	"	علیہ الرحمۃ	۱۶۱	کشنر	"	نواب بدیع صاحب
"	محلہ روڈ گزٹ	"	راے بہادر پنڈت حاجی	"	حاجی محمد اسحاق صاحب	"	مولانا ابو محمد علی صاحب
"	مدرسہ اروت عبدالصمد خاصا	"	تاقتہ صاحب	"	سوداگر صدر بازار	"	نورف تعبیر خانی
"	مولوی اموجان صاحب	"	بلینی خانہ	"	حاجی اموجان صاحب	۱۵۳	مطبع فاروقی و میر سید غلام
"	قادی -	"	سلطانہ ضیہہ حکیم گوگڑا	"	چھتر پون والا	"	قاضی ابوالفتح صاحب
"	مطبع نصرتو للمطالع	"	مولوی عبدالقادر صاحب	"	عقبت علی صاحب	"	سید فتح پوری سوسائٹے
"	ڈاکٹر رام سنگھ صاحب کا	۱۶۸	سفر اللہ تعالیٰ	۱۶۲	چاؤمی بازار	۱۵۸	عمران و آندو چرخ و دیگر
"	شفا خانہ	"	کالی مسجد	"	مدرسہ و مطبع مولوی محمد	"	حانات
"	لال کنواں	۱۶۹	نقشہ کالی مسجد	"	صاحب	۱۵۵	نقشہ سجدہ فتح پوری
"	کرۃ زمینیت محل	"	مولوی سید احمد صاحب	"	شیخ سجان بخش صاحب	"	حضرت میران شاہ نانوتہ
"	مولوی عبدالرشید صاحب	۱۷۰	مصنف فرہنگ حفیظہ	۱۶۳	واو زیری مجبشریٹ	۱۵۶	رحمۃ اللہ علیہ کا فرار
"	امام تھوری مولوی محمد	"	بازار لال کنواں	"	مکان شیخ محمد اسماعیل صاحب	"	ڈاکٹر شاہ جمال علیہ الرحمۃ
"	صاحب	"	لال مسجد	"	تقاضی زرکار مرحوم و حافظ	۱۵۷	بازار کمار باولی
"	مطبع خاتم الاسلام	"	خان بہادر شیخ الہی بخش	"	نور الدین صاحب و شیخ	"	گلی تاشہ
"	کھرنی قرآن خانہ	"	سیدہ رئیسہ سیدہ شکیبائی	"	امان الحق صاحب	"	خان بہادر شیخ علی زوی

یل
 زمین گوپال صاحب
 پرامان
 مولی حکیم محمد عیال الرحمن
 صاحب راشد
 الہی حافظ حاجی شاہ
 صاحب بادی
 ری مرحوم کے حالات
 اہل خطار
 الغفور جلوسہن الا
 زینیل
 سے بہادر اللہ شیو شیو
 جب او زیری مجبشریٹ
 سے بہادر اللہ شیو شیو
 پ وائیں سیدہ پنڈت
 نیپل کبھی واو زیری مجبشریٹ
 والی سجدہ
 مجبشریٹ صاحب
 نیپل کشنر
 بازار بیماران
 حاجی عبدالغنی صاحب
 حکیم اسد علی خاں صاحب
 مشطر
 مدرسہ نعمانیہ
 جمال الدین و حید الدین
 فیض الحسن عطاران کی
 دو کابین
 حکیم غلام رضا خاں صاحب
 حکیم احمد سعید خان صاحب
 مولی حافظ ملک حکیم
 عبدالحمید خاں صاحب

مضمون	صفحوں	مضمون	صفحوں	مضمون	صفحوں	مضمون	صفحوں
حالات مولانا شاہ فرخ الدین	۱۰۹	کوچہ نور الدین خان	۱۰۹	حالات مولانا شاہ فرخ الدین	۱۰۹	حالات مولانا شاہ فرخ الدین	۱۰۹
صاحب علیہ الرحمۃ	۱۰۳	کوچہ چیلان	۱۰۳	صاحب علیہ الرحمۃ	۱۰۳	صاحب علیہ الرحمۃ	۱۰۳
حالات مولانا شاہ عبدالقادر	۱۰۳	خان بہادر شمس العلاما ہشتی	۱۰۳	حالات مولانا شاہ عبدالقادر	۱۰۳	حالات مولانا شاہ عبدالقادر	۱۰۳
صاحب علیہ الرحمۃ	۱۰۳	ذکار احمد صاحب فیو الہ آباد	۱۰۳	صاحب علیہ الرحمۃ	۱۰۳	صاحب علیہ الرحمۃ	۱۰۳
حالات مولانا شاہ عبدالغنی	۱۰۳	یونیورسٹی	۱۰۳	حالات مولانا شاہ عبدالغنی	۱۰۳	حالات مولانا شاہ عبدالغنی	۱۰۳
صاحب خلیفہ الدار ماجد حضرت	۱۰۳	نواب جعفر علی صاحب	۱۰۳	صاحب خلیفہ الدار ماجد حضرت	۱۰۳	صاحب خلیفہ الدار ماجد حضرت	۱۰۳
مولانا محمد اسماعیل صاحب	۱۰۳	نواب شرف الدین صاحب	۱۰۳	مولانا محمد اسماعیل صاحب	۱۰۳	مولانا محمد اسماعیل صاحب	۱۰۳
رحمۃ اللہ علیہ حالات	۱۰۳	گلی اربابان	۱۰۳	رحمۃ اللہ علیہ حالات	۱۰۳	رحمۃ اللہ علیہ حالات	۱۰۳
تراہ بہار علی تبر	۱۰۵	چھتہ آغا جان و دکان محل	۱۰۵	تراہ بہار علی تبر	۱۰۵	تراہ بہار علی تبر	۱۰۵
نواب علیہ نصیر الدین خان	۱۰۵	مدرسہ حضرت مولانا شاہ علیہ الرحمۃ	۱۰۵	نواب علیہ نصیر الدین خان	۱۰۵	نواب علیہ نصیر الدین خان	۱۰۵
صاحب عرف بدوس صاحب	۱۰۵	صاحب علیہ الرحمۃ	۱۰۵	صاحب عرف بدوس صاحب	۱۰۵	صاحب عرف بدوس صاحب	۱۰۵
تخلیف نواب حمزہ علیہ السلام	۱۰۵	ذکر مولانا شاہ احمد ہشتی صاحب	۱۰۵	تخلیف نواب حمزہ علیہ السلام	۱۰۵	تخلیف نواب حمزہ علیہ السلام	۱۰۵
مدرسہ مولانا شاہ محمد علی	۱۰۵	جمہوریت اللہ متفقہ حالات	۱۰۵	مدرسہ مولانا شاہ محمد علی	۱۰۵	مدرسہ مولانا شاہ محمد علی	۱۰۵
محمد سنی والوں	۱۰۸	کاتب احمد عرف	۱۱۱	محمد سنی والوں	۱۰۸	محمد سنی والوں	۱۰۸
نگین محل	۱۱۱	بیان سید کا شہابی دروازہ	۱۱۱	نگین محل	۱۱۱	نگین محل	۱۱۱
جنگ شہنشاہ نیراؤہ شریا جاہ مرزا	۱۱۱	پایہ والوں کا بازار	۱۱۱	جنگ شہنشاہ نیراؤہ شریا جاہ مرزا	۱۱۱	جنگ شہنشاہ نیراؤہ شریا جاہ مرزا	۱۱۱
کیوان شاہ بہادر گنگانی	۱۱۱	درج خضر لہ کوٹھا	۱۱۱	کیوان شاہ بہادر گنگانی	۱۱۱	کیوان شاہ بہادر گنگانی	۱۱۱
حکیم صادق علیہ السلام صاحب	۱۱۱	شفا خانہ سرکاری	۱۱۱	حکیم صادق علیہ السلام صاحب	۱۱۱	حکیم صادق علیہ السلام صاحب	۱۱۱
مگرہ بگش	۱۱۱	دھرم پورہ	۱۱۳	مگرہ بگش	۱۱۱	مگرہ بگش	۱۱۱
محلہ چاندنی محل	۱۱۱	چینیوں کا ٹرانسدر	۱۱۳	محلہ چاندنی محل	۱۱۱	محلہ چاندنی محل	۱۱۱
شہزادہ امیر الممالک سابق	۱۱۱	ریسٹ کا کنواں	۱۱۳	شہزادہ امیر الممالک سابق	۱۱۱	شہزادہ امیر الممالک سابق	۱۱۱
صاحب گنگانی	۱۱۱	حالات خانچہ بہادر شمس العلاما	۱۱۳	صاحب گنگانی	۱۱۱	صاحب گنگانی	۱۱۱
چاندنی محل	۱۱۱	مولوی شیخ نصیر الدین صاحب	۱۱۳	چاندنی محل	۱۱۱	چاندنی محل	۱۱۱
شہزادہ اسکولی	۱۱۱	ایل ایل ڈوی	۱۱۳	شہزادہ اسکولی	۱۱۱	شہزادہ اسکولی	۱۱۱
خونگی مرزا جتہ جتہ نیراؤہ	۱۱۱	دریہ بیگلاں	۱۱۳	خونگی مرزا جتہ جتہ نیراؤہ	۱۱۱	خونگی مرزا جتہ جتہ نیراؤہ	۱۱۱
تراہ بہار خان	۱۱۱	لال مسجد	۱۱۵	تراہ بہار خان	۱۱۱	تراہ بہار خان	۱۱۱
محمد ہشتی اکرام الدین خان	۱۱۱	کوچہ باقی بیگم	۱۱۵	محمد ہشتی اکرام الدین خان	۱۱۱	محمد ہشتی اکرام الدین خان	۱۱۱
مرحوم صدر الدین	۱۱۱	مسجد بدر الدین صاحب	۱۱۵	مرحوم صدر الدین	۱۱۱	مرحوم صدر الدین	۱۱۱
جناب خان بہادر ڈوی	۱۱۱	خان بہادر اکرام الدین صاحب	۱۱۵	جناب خان بہادر ڈوی	۱۱۱	جناب خان بہادر ڈوی	۱۱۱
محمد نورانی صاحب خلیفہ	۱۱۱	سید شہزادہ بہادر شمس العلاما	۱۱۵	محمد نورانی صاحب خلیفہ	۱۱۱	محمد نورانی صاحب خلیفہ	۱۱۱
مولوی احسان الدین صاحب	۱۱۱	فیوہر نواب یونیورسٹی	۱۱۵	مولوی احسان الدین صاحب	۱۱۱	مولوی احسان الدین صاحب	۱۱۱
ذاتی حق مسجد	۱۱۱	دوکان الف خان سیاری	۱۱۵	ذاتی حق مسجد	۱۱۱	ذاتی حق مسجد	۱۱۱
مولوی محمد سید علیہ السلام	۱۱۱	کوچہ بیٹھہ	۱۱۵	مولوی محمد سید علیہ السلام	۱۱۱	مولوی محمد سید علیہ السلام	۱۱۱
بہادر سنی علیہ السلام	۱۱۱	چینیوں کا چھوٹا مندر	۱۱۵	بہادر سنی علیہ السلام	۱۱۱	بہادر سنی علیہ السلام	۱۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و انصلی علی رسولہ الکریم

المفتقر الی اللہ احمد حقیر سید احمد ولی اللہی خلف مولوی سید معز الدین مرحوم نیرہ مولانا سید ناصر الدین صاحب علیہ الرحمۃ و ثواسطہ قطب العارفین سید المفسرین سید المحدثین حافظ آیات رب العالمین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی خلف ثانی فی اللہ باقی باللہ حضرت مولانا مرشدنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس ہزار ہم در رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عرض کرتا ہوں کہ مجازی بادشاہوں کے تاریخی حالات بیان کرنے اور کسی ملک یا شہر کی سوانح عمری لکھنے سے پہلے خدا کی حمد و ثناء جو سب بڑا اور حقیقی بادشاہ ہے جسے اول تمام عالم کو پیدا کیا اور سیدھی راہ چلائے۔ طرز معاشرت سکھائے۔ باہمی معاملات بتائے۔ کھلے بڑے بڑے منظم مدبر حاکم بھیجے جنہوں نے خدائی قانون کو مدلل اور محکم طور پر لوگوں کو سمجھا دیا اور وہ علم عدویاں جو ناواقفی اور جهالت کی وجہ سے وقتاً فوقتاً لوگوں سے ہوتی رہیں عمدہ طریقہ سے رفع کرتے رہے خصوصاً ہمارے بچے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکا ظہور سب سے آخر میں ہوا تمام نبیوں اور رسولوں سے سبقت لیکے اور رحمتہ للعالمین۔ رسول اللہ۔ خاتم النبیین کا خطاب حاصل کیا جو وقت و بارگاہی سے طلبی کا حکم صادر ہوا و منظر شدہ قوانین اور سابق مشلوں اور گذشتہ نظیروں کا مجموعہ خلفاء کو سوچ کر پھر جنہوی میں پہنچ گئے جب تک خلفاء کا زمانہ رہا تیس برس تک وہی دستور العمل جاری رہا اسکے بعد ذاتی سلطنتیں شروع ہوئیں قدیم قانون کی پابندی تنگ کا باعث سمجھی جانے لگی پاس شدہ امور میں تغیر پیدا ہوا انسانہ کی بچین طبیعت کے درجہ و درجہ ایک حالت پر رہنا پسند نہ کرتی تھی جامعہ میں نہ سمائی اور بڑھتے بڑھتے کارروائیاں کرنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ ہر ملک۔ ہر شہر۔ ہر قبیلہ۔ ہر گاؤں پر اسکی کاپی اور اثر ظاہر ہوا اور ہر چیز زمانہ کے انقلاب کا پورا اثر نہ بنگئی۔ ایک دلی آہی دیکھو کتنا بڑا روتی کا شہر ہے گزرا بیخ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ رتی کا تغیر بالکل زمانہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ گو ہوقت میرا اصلی مقصود یہ نہیں کہ ولی کی مبطوات تاریخ نگہوں اور اسکے تمام حالات ایک ایک کر کے قلمبند کروں کیونکہ مجھے پہلے سے

گوریاں بادہ ہا خورندہ رفتند ہی خمانہ ہا کرندہ رفتند

البتہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۲ء تک کے وہ واقعات جو شاہ جہاں آباد اور اسکی موجودہ حالت سے تعلق رکھتے ہیں مجموعی حیثیت سے بیان کے قابل نظر آتے ہیں اور خصوصاً ایسے موقع پر کہ شہنشاہ بننا پڑو

صفحه	مضمون	صفحه	مضمون	صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
۲۳۷	سجده گاه	۲۳۲	نقشه شاه مردان	۱۸۷	محو جهان آرا بچم	۱۸۵	صولی بطیاری کامل
۲۳۸	باولی قطب خطایح	۲۳۳	حوض خاص	"	محو محمد شاه بادشاه	"	خدا ناطق الرحمة
"	سنتی سجد	"	مقبره فیروز شاه	"	محو مرزا جهانگیر اکبر شاه	"	پروانی دینی
"	محو شاه عالم بهادر شاه	"	حضرت بی بی زینب والدہ حضرت	"	درگاه حضرت انصاری	"	کوئٹہ فیروز شاه
"	مولانا جلالی کی درگاه	۲۳۴	سلطان اشفاق حکم فرما	۱۸۶	نقشه درگاه حضرت جویباری	"	کابلی دروازه
"	سجد گاه مولانا جلالی	"	بی بی نور کا مزار	۱۸۷	نقشه درگاه امیر خسرو	"	جیلانہ
"	مقبره سلطان غیاث الدین بلبن	"	حضرت شیخ عبدالعزیز مولانا	۱۸۸	نقشه درگاہ صاحب کافر	"	سجد مراتب خان
"	مقبره حضرت مولانا شیخ عربی	"	تختاوند کے مقبرہ	"	پوشک کھنسا	"	شیخ محو صاحب خجی صابری
"	مقبره دہلوی	"	سورقہ الاسلام	"	مرزا نوشہ خانب لوی	"	رحمۃ اللہ کافر
۲۳۹	حوض غسی یافت صاحب کا مزار	۲۳۶	عالمیستان دروازہ	۱۸۹	نقشه درگاہ علی المرتضیٰ کافر	"	شیخ ابوبکر لوی حمیدی
۲۴۰	مولانا سجد	"	عالمیستان کی درگاہ	"	نقشه درگاہ درویش جلالی	"	شیخ ذوالعین ملک پیلہ پال
۲۴۱	مقبرہ و پستلنا پتھر	"	امام رضا من کی درگاہ	"	نقشه درگاہ درویش جلالی	"	پیرا ناطقہ
"	در بارہ لوہی و	۲۴۲	نقشه درگاہ صاحب	"	نقشه درگاہ درویش جلالی	"	سجود ناطقہ
"	تخلات و بار	۲۴۳	مقبره سلطان علاء الدین	"	مقبره سلطان بہلول لوی	"	مقبرہ مرسہ
۲۴۴	کیفیت جلوس مولوی	"	ادوی لائٹ	"	است پلہ	"	نقشه سجود ناطقہ
"	کیفیت نماش و	۲۴۴	مقبره سلطان غلام الدین	"	سجود کھڑکی	"	بی بی فاطمہ شام عتدائی
"	کیفیت آداب و	۲۴۵	جوگ تاپہ	"	درگاہ یوسف خٹک	"	شیخ ابوالرضا محمد کافر و حلال
"	کیفیت اعلان تاج پوشی و	"	مقبره سلطان غلام الدین	"	مندر کاکا	"	لال بنگلہ
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	نقشه مندر کاکا	"	مقبره سید علیہ رحمۃ اللہ
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	مقبره غیاث الدین	"	مقبرہ عیسیٰ خان
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	قبریں	"	عرب سوائے
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	عمارت ہزار ستون	"	مندے
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	نقشه مقبرہ غیاث الدین	"	ہمایوں کا مقبرہ
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	شیخ شہاب الدین کی درگاہ کافر	"	نقشه مقبرہ جاپوں
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	عاشق اللہ کافر	"	مقبرہ خانچانان
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	نقشه چتر منتر	"	بارہ پلہ
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	نقشه چتر منتر	"	درگاہ سید محمود کا علیہ الرحمۃ
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	مقبرہ منصور	"	درگاہ حضرت سلطان اشفاق
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	شاہ مردان	"	سلطان نظام الدین اولیاء
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	مقبرہ کی مسجد	"	ہابولی سلطان نظام الدین
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	کونکے منڈل باور مندر	"	حالات حضرت سلطان اشفاق
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	حالات حضرت مولانا شیخ حسن	"	کیفیت تعمیر دربار
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"	ظاہر رحمۃ اللہ علیہ	"	درگاہ کی مسجد
"	کیفیت دیگرہ وغیرہ	"	نقشه درگاہ	"		"	

ہشتادو بست چلا آیا مگر پھر اسکی آن بان نرالی ہے سے بگرنے میں بھی زلف اسکی بنا کی ہے
 اس شہر میں راجہ جہنتر سے لیکر اسے پتھور اتک مختلف قوموں کے ایک سو بیالیس راجہ
 عدی نشین ہوئے اور ہر راجہ اپنے زمانہ میں قلعے اور عمارت بناتا یا عمارت کے تعمیر کیا
 پڑا قلعہ جو شاہجاں آباد سے دو ڈھائی گوس جنوب کی طرف واقع ہے راجہ سوکھا
 نا تعمیر تاتے ہیں۔ بعضہ کہتے ہیں کہ سمندر میں راجہ انند پال نے اس جگہ قلعہ بنایا
 ۱۔ بعض کہتے ہیں کہ راجہ سنگ پال کی تعمیر ہے مگر ممکن ہے کہ اسی جگہ کے بعد کچھ
 ایک نے قلعہ بنایا ہو یا سب نے اسی کی دستی کی ہو اس وقت قدیمی عمارت کا کوئی نشان
 علوم نہیں ہوتا مگر ممکن ہے کہ ہایوں نے سنہ ۱۳۰۰ء ہجری میں جب اس کی تعمیر کرانی تو کچھ
 عجیب نشانات موجود ہوں +

مہرولی - غیاث پور - تعلق آباد وغیرہ سب پرانی دلی کے آبادی کے نشانات ہیں
 آخر کار راجہ جسے اس میں قلعہ بنایا اسے پتھور یا یعنی راجہ تانی ہے۔ اس قلعہ کے نشانات
 قبضہ مہرولی میں قطب کی لاٹ کے قریب اب تک نمایاں ہیں اس ۹۹ھ میں ہندو حکومت
 راجہ جیمیر اسکا دارالسلطنت رہا اور اس کا بھائی کھانڈے سے راؤ دلی کا حاکم تھا اس کے
 زمانہ میں شہاب الدین غوری کے حملے ہندوستان پر ہونے لگے۔ ۱۱۹۱ء
 میں اُس نے بھٹنڈ فتح کیا اور تمام شہر میں اپنا بندوبست کر کے واپس ہونے کو تھا کہ سرحد
 کے سردار کا عریضہ پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ اسے پتھور والی اجیرا اپنے بھائی
 راؤ سے راؤ حاکم دلی کو ہمراہ لے۔ دو لاکھ فوج جرار اور تین ہزار فیل جگی سے بھٹنڈ
 پہنچانے کو آندھی بھونچال کی طرح چلا آتا ہے۔ بادشاہ نے فوراً منادی کرادی
 جب تک اس ہم کا فیصلہ نہ ہو جائے غزنی کے طرف قدم اٹھانا حرام ہے اور فوراً
 جرار ہمراہ لے کر روانہ ہوا اٹلا ڈری کے میدان میں دونوں لشکروں کا آمن
 بنا ہو گیا۔

ت بھر مورچہ بندی اور فوج کی درستی ہوتی رہی صبح ہوتے ہی تمام لشکر کیل ٹانٹے
 سے درست ہو کر میدان میں جم گیا آگے نیچھے دائیں بائیں ہر سردار اپنی فوج
 کو سنبھالے تھا بہادر سلطان زہر بکتر چار آئینہ سجے سر پر خود نولاوی کمر میں شمشیر
 چھانی پشت پر سپر کند سے پرکمان زمین پر گزر گاؤ سردھر کندہ ابریشمی شکار بند

کی، چوٹی کے دربار کا زمانہ قریب ہر صوف ایک جہینہ باقی ہے اور جس میں تمام دایاں اہلیا ست مذہبوں میں
اس شہر کی موجودہ کیفیت دکھانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

میرانشا صرف یہ ہے کہ دلی کی موجودہ حالت۔ اسکے اہل کماں کا ذکر۔ اسکی باقی ماندہ عمارات کا تذکرہ
ہر مقام کے نقش و ذکر مختصر عبارت میں تحریر کروں جس سے خصوصاً دربار کے ہماؤں اور عواما باہر سے
آئیوالوں کو مشہور مقاموں کی سیر نہایت آسان ہو جائے اور یہ چھوٹی سی کتاب ان کے
لئے ہر موقع کا ایک ہوتا ہوا فوٹو بن جائے۔

مگر قدیم عمارت کے نقش و نگار اور انکے ٹوٹے آٹار اپنے اولوالعزم بانیوں کی یاد دلاتے ہیں اور رہ
رہ کر گوشہ سوانح کچھ پر مجبور کرتے ہیں۔ اسپنے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی واقفیت اور
دلچسپی کے خیال سے معمولی طور پر اس قدیم دار الخلافہ کے بعض مشہور تاریخی واقعات اور عجائب حالات
ابتداء سے مزاد سے موجودہ وقت تک اس طریق پر دکھاوئے جائیں کہ جس سے ہماری کتاب کے پڑھنے
والوں کی آنکھوں کے سامنے ایک دفعہ دلی کا تمام نقشہ گزر جائے جو حقیقتہ نہایت ہی
عبرت ناک سین ہے اور جسکی نظیر در ملک کے صفحات تواریخ پر مشکل سے مل سکے گی۔

دلی

حقیقت میں ایک لڑبا معشوقہ ہے جو ہر زمانہ میں اپنی دلفریبی کے جوہر دکھاتی رہی ہے۔ اول
اہل ہندو اسکی اگھیلیوں کے ولدا دہ اور کافر فریبیوں کے شیدائی ہونے اسکے بعد یہ شجہہ بان
مسلمانوں کی طرف مائل ہوئی اور اپنے تیز نظر سے ایک ایک کاشکار کرنا شروع کیا یہاں تک کہ رقتہ رقتہ
جان شاردن کا صرف نام باقی رہ گیا مگر اہل سلام کی سچی محبت اور دلی توجہ خالی نگئی چند ہی روز میں
اسکی حالت خواب اور ناگفتہ بہ ہو گئی اور یہ ہر وقت اپنے گزشتہ جاں ہانوں کے فراق میں آٹھ
آٹھ آنسو رونے لگی اسکے پڑنے خیر خواہ قدیم پھر دو کو جو مدت سے اسکی دلفریبیوں کا متوال بنا ہوا
تھارحم آیا اور اسنے عنایت تشفی اور دلا سے دیکر نہایت محبت اور تپاک سے اسکو اپنے آغوش
میں لیلیا جس سے اسکی حالت از سر نو درست ہوئی اور دلی پھر دلی ہو گئی۔

اسکا پہلا نام اندر پرست ہے۔ اس میں راجہ اندر کے جشن ہوا کرتے تھے وہ ہمیشہ دان بن کیا
کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ہندوؤں کے بوجاری لوگ اس میں بوجا پاٹ کرنے کو اپنا فخر سمجھنے لگے
اور اندر پرست موبنا یعنی دلی کے نام سے مشہور ہوا یہ شہر ہمیشہ سے راجاؤں اور بادشاہوں
کا دارالسلطنت رہا اور اسی وجہ سے برابر تاخت و تاراج ہوتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ

بڑھا اور نہد سرسوتی کونج میں ڈال دونوں لشکر بڑھے۔ پرتھی راج نے ایک خط لکھا کہ سپہ سالار اسلام گو ہماری جبراً فوج کا حال معلوم ہوا ہوگا۔ بہتر ہے کہ جانوں کی جو رائے ان کے ماں باپ کے بڑھاپے پر رحم کر کے یہیں سے پھر جاے ہم بچا کر نیکے ورنہ یاد رہے کہ ایک جاندار اس میدان سے جیتا نہ جائے گا۔

شہاب الدین نے نہایت دھیما ہو کر جواب لکھا کہ راجہ نے جو صلاح دی عین شفقت ہے مگر اس لشکر کشی میں مجھ کو کیا اختیار۔ بھائی کو دکھتا ہوں ان کے حکم کا منتظر ہوں۔ راجہ کے پاس یہ جواب پہنچا تو تمام اہل دربار ہنس پڑے اور لشکر میں کج کے شادیاں نہ بچنے لگے اور سب نچنت ہو کر راگ رنگ میں مشغول ہو گئے۔

ادھر شہاب الدین نے سرشام فوج کو کربندی کا حکم دیا اور خیمہ اسی طرح قائم رکھے اور راتوں رات کئی گوس کا چکر دیکر دیا پار اتر گیا صبح کو راجہ کے لشکر میں کوئی سوتا بھی نہ اٹھا تھا کہ دفعہ پہلو میں آدما نہ جنگی پرچوں لگا اس دن اسے کرتالی چٹوئی کی سوتے جاگتے سب اچھل پڑے تمام فوج میں کھلبلی مڑ گئی مگر راجہ نے ہوش جو اس دست کر کچھ فوج نیا کر کے سامنے کی اور باقی انبوه کو سمیٹ ساٹ پھر میدان میں لا جایا۔ ادھر شہاب الدین نے فوج کے چار حصہ کر چار سپہ سالاروں کے ماتحت کر دیئے کہ باری باری سے جائیں اور جان لڑائیں۔ راجوت نہایت جی توڑ کر لڑے عین گھمان میں شہاب الدین خلعت کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا حریف نے بچھا کیا۔ جب اس کی جمعیت پریشان اور بے انتظام ہو گئی تو اس نے دوسرے غول سے تازہ دم حملہ کیا مگر راجہ کی فوج بے شمار تھی اسلئے کچھ مطلب نہ نکلا۔

جب ٹھیک دوپہر ہوئی تو پرتھی راج ایک سو پچاس راجہ ساتھ لیکر درخت کے سایہ میں آیا اور سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی اور ایک ایک پیالہ شربت کا پی تلمسی کی پتی پانی پر رکھ کبیر کے پکے پشانیوں پر دیکئے۔

ادھر شہاب الدین بھی بارہ ہزار سپاہی جن کے سروں پر فولادی خود جو اہرات سے مرصع دھوے تھے ہمراہ لیکر جدا ہوا۔ اہل خود تاج شاہی اٹار کھن سر سے بانڈھا پھر شمشیر اصفہانی کھینچ اس کا میان توڑ کر پھینک دیا۔ بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر سب نے کھن سے لپٹ لئے اور پانی تلواریں کھینچ ڈالیں منہ میں لے اس طرح جوش میں آکر حملہ کیا کہ یا اپنی جگہ

ادیزاں علم کے سایہ کے نیچے نیزہ تانے کھڑا تھا اور عربی گھوڑا جس پر پست پلنگ کی پاکھڑی
 تھی رانوں میں سے نکلا جاتا تھا اُدھر حریف بھی نوک نیچے سے درست ہاتھی پر بیٹھا دونو
 لشکروں کو غور سے دیکھ رہا تھا آخر وہ نہ سکا اور تڑپ کر ہاتھی سے کود گھوڑے پر سوار ہو
 سپاہگری کا بانگ بن دکھاتا بھالے کے ہاتھ نکالتا سرداروں کے سامنے آیا اور لشکر کو
 کا دل بڑھانے لگا۔ اُدھر شکر شاہی کے بائیں ہاتھ پر جو افغان پراجھانے کھڑے تھے
 آگے بڑھے اور خلیجوں نے بھی بائیں لیں گرا جوتوں نے متفقہ قوت سے وہ زبردست
 حملہ کیا کہ شاہی فوج کے بہادر پتیرا بھول گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ خلیجوں کے برے
 نے گھونگٹ کھایا گر سپہ دار نے سپہ قلب میں اسی طرح جما ہوا تیر پر تیر چلانا اور شہاب ثاقب
 پر سنا رہا اچانک ایک مصاحب نے خبر دی کہ لشکر فرار ہو گیا اب حضور کس کی راہ دیکھتے ہیں
 گھوڑے کی باگ پھیر بیٹے یہ سنتے ہی بادشاہ مشعل کی طرح بھڑک اُٹھا اور غصہ میں آگ بگولا
 ہو گیا اور یہی توٹی چھوٹی فوج کو لٹکارا اور گھوڑے کو ڈٹا کر بجلی کی طرح دشمن پر چاڑھا
 نیزہ دتلوار سے گدز کر خیر اور کٹار پر نوبت آئی کھانڈے راؤ کی نظر اچانک بادشاہ پر پڑی
 گٹاری تو لگ گئی فوراً اپنے فیلبان کو آواز دی کہ خبر دار جانے نہ پائے اُس نے ہاتھی کو زبلا
 شہاب الدین بھی چمک کر اس طرح جھپٹا کہ گھوڑے کے دونو ہاتھ ہاتھی کے منہ پر بیٹھے
 اور ہاتھی کے منہ میں ایسا نیزہ مارا کہ کئی دانت ٹوٹ گئے مگر خود بھی زخم کاری کھایا ڈگمگا کر
 گھوڑے سے گرا چاہتا تھا کہ ایک غلام باوفا جست کر کے پیچھے جا بیٹھا اور گھوڑا اڑا کر برق
 کی طرح نظروں سے غائب ہو گیا اور تمام بھاگا بھٹکا لشکر لاہور میں جمع ہوا۔ بادشاہ
 لاہور کا انتظام کر کے غزنی کو روانہ ہوا اور بھاگنے والوں کے منہ میں تلوار برتنے
 چڑھا کر تشبیہ کرایا اور راجہ سے بدلہ لینے کی تدبیریں کرنے لگا دوسرے دن لاہور میں
 ہزار سوار نیکر دو باراد کی کی طرف چلا۔ لاہور میں پہنچ کر راجہ کو نامہ لکھا کہ میں اپنے
 بڑے بھائی کے حکم سے جو خراسان سے پنجاب تک کا بادشاہ ہے فوج لیکر اس طرف
 آیا ہوں۔ برہمنی راج کو جو ہندوستان کے راجاؤں میں ہمارا جہ ہے لکھا جاتا ہے
 کہ وہ بادشاہ کی اطاعت قبول کرے +

جب یہ مراسلہ راجہ کی نظر سے گذرا تو بہت کچھ تیج و تاب کھایا اور جواب میں کھڑے
 لفظ لکھے اور تین لاکھ راجپوتوں کا لشکر لے مقابلہ کو روانہ ہوا اُدھر شہاب الدین بھی

کے موجود ہے ؟

ناصر الدین محمود ۱۲۳۶ء میں بہرام شاہ اسکے بعد علاء الدین محمود پھر کچھ دنوں بعد سلطان ناصر الدین محمود

تخت نشین ہوا اسے پھورا کے قلعہ میں قصر نزار ستون بنایا۔ میں برس سلطنت کی غیث الدین بلبن
سکا وزیر نہایت بیدار مغز اور رعایا پر درگھا اسے شہر کو رونق دی۔ رعایا کو خوش کیا اور ناصر الدین کے بعد

غیث الدین بلبن ۱۲۳۶ء میں غیث الدین بلبن خود بادشاہ بن بیٹھا اور ۱۲۸۱ء تک سلطنت کرتا رہا اسے ایک

قلعہ بنایا اور مرزغن نام رکھا اس وقت اسکے کچھ نشانات تو نظر نہیں آتے مگر کہتے ہیں کہ حضرت
سلطان المشائخ کی درگاہ کے قریب تھا اسلئے اس آبادی کو غیث پور کہتے ہیں ؟

سلطان تیمور اسکے زمانہ میں امیر تیمور کے حملے شروع ہوئے اور اپنی حملوں میں اسکا پورا بیٹھا

محمد شاہ قتل ہوا اور یہ غم اسکی جان لے کر ملا قطب صاحب کی اگلی آبادی کی جو ہلیوں کے کھنڈر
میں اس کا مقبرہ موجود ہے ؟

لیخسہ بلبن کے بعد محمد شاہ کا بیٹا لیخسہ تخت نشین ہوا مگر لوگوں کی سازش سے معزول ہوا اور لیخہ خاں

بادشاہ ہوا لیکن چند ہی روز میں کیتقاد کو سلطنت سونپ کر آپ علیحدہ ہو گیا ؟

کیتقاد ۱۲۸۱ء میں کیتقاد بادشاہ ہوا ۱۲۹۰ء تک سلطنت کی لب دیا قلعہ بنایا کیلو کھڑی

نام رکھا اب اس موقع پر ہایوں کے مقبرہ کے پیچھے چھوٹا سا گاؤں بستاہے جس کو موضع
کیلو کھڑی کہتے ہیں ؟

سلطان جلال الدین خلجی ۱۲۹۰ء سے خلجیوں کی سلطنت شروع ہوئی سلطان جلال الدین خلجی بادشاہ

ہوا۔ تقریباً ۱۰ سال بادشاہت کی کوشک محل بنایا۔ جس کے کچھ نشان حضرت سلطان المشائخ
کی درگاہ کے پاس بتاتے ہیں ؟

سلطان علاء الدین خلجی ۱۲۹۶ء میں علاء الدین خلجی بادشاہ ہوا۔ اسنے ایک قلعہ بنایا اسے نام کیا

قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں جانب اس کے نشانات نظر آتے ہیں قطب کی لاٹھ کے مقابل
ایک لاٹھ اور بنوائی شروع کی اور اُس سے بھی اونچی کرانی چاہی مگر پوری نہ ہونے پائی۔ ٹوٹی چھوٹی

اب بھی موجود ہے۔ اس جلیل القدر بادشاہ کی قبر سید قوۃ الاسلام کے پہلے درجہ کے پیچھے جو اور
در مسجد کے سے نظر آتے ہیں اسکے جنوبی گوشہ میں ایک ٹوٹے سے کھنڈر میں واقع ہے ؟

مبارک شاہ شہر سلطان خسرو ۱۳۱۶ء میں مبارک شاہ تخت نشین ہوا خسرو خان کو دہر بنایا اسنے بادشاہ

کو مراد والا اور ۱۳۱۶ء میں خود بادشاہ بن بیٹھا اور سلطان خسرو کے نام سے مشہور ہوا ؟

جسمے کھڑے تھے یا ایک راتے خاص راجہ کے قلب لشکر میں جا کر دھواں دھار ہو گئے اور جو
 جو سر لشکر اور دھڑاڑ ہے تھے وہ بھی دائیں بائیں زور دیکر گرے اس گھمان کا رتن
 پڑا کہ دم کے دم میں ہزاروں کا بھیت پڑ گیا راجہ کی فوج کو شکست ہوئی کھانڈے اور
 مارا گیا اسے پتھور اور ریاسے سرسوتی کے کنارہ گرفتار ہو کر مارا گیا راجہ جتوڑ قتل ہوا
 تمام فوج سر بتر ہو گئی ۶

بادشاہ نے راتوں رات لاہور غزنی کو فتح سے روانہ کر کے دوسرے دن لشکر کا نشانہ
 کیا اور آگے روانہ ہوا اچھیر کو فتح کرتا ہوا دلی میں آیا۔ پر تھی راج کے تھانہ جگہ مسجدۃ الاسلام
 کی بنا ڈالی اور اپنے عزیز غلام قطب الدین ایک کو دلی کا فرمانروا مقرر کر اور دھڑاڑ کا جادو
 تاج بخشیاں کرنا اور کچھ اپنے حاکم بھٹاتا ہوا دلی سے لاہور کو روانہ ہوا۔
 اور پھر غزنی کو چلا گیا ۶

سلطان قطب الدین ایک قطب الدین ایک دلی کا بادشاہ ہوا اور طلحہ پر شاہی پھر روڑے
 اس نے اسے پتھور اور قلعہ میں قصر سیفند بنایا جس کا اب نشان نہیں۔ ۱۲۰۶ء کے قریب ایک
 مینار کی تعمیر شروع کی جو اب قطب صاحب کی لاٹ مشہور ہے ۶

آرام شاہ اس کے بعد آرام شاہ بن قطب الدین تخت پر بیٹھا مگر آرام طلب تھا ایک سال کے بعد
 سلطان شمس الدین التمش شمس الدین التمش نے جو قطب الدین کا غلام تھا اور پھر دہلی اور
 ہو گیا تھا آرام شاہ کو معزول کر کے خود سلطنت بنھالی شمسی تالاب بنایا جو ٹوٹا پھوٹا اب
 بھی موجود ہے۔ قطب مینار کو بہت اونچا تعمیر کرایا اور اپنے آقا یا پیر قطب الدین کے نام قطب
 مینار نام رکھا اور سجدہ و نصرت دی چکیں برس سلطنت کی حضرت قطب الدین بختیار کاکی
 علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اور وصال کے بعد اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ کہتے ہیں کہ اسکو سلطنت حضرت
 خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی دعا سے ملی یہ بادشاہ کبھی بے وضو نہ رہتا تھارات کو
 وضو کرانے کے لئے خدمتگاروں کو دجگاتا۔ مال سلطنت کو اپنے اوپر حرام سمجھتا۔ کلاہ و زین
 یا تخریر کی اجرت سے غور و نوش کرتا شریعت کا پابند تھا اس کے زمانہ میں فرار میر وغیرہ کی قطعی
 مانعت تھی اس کا مزار قطب مینار کے قریب موجود ہے ۶

سلطان رضیہ بیگم شمس الدین التمش کی بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم تخت پر بیٹھی۔ مہر دلی میں
 قطب صاحب کی درگاہ کے پاس بسکی باولی مشہور اور رضیہ بیگم کا مزار بیٹلی خانہ قریب ان سجد

بادشاہ کی قبر ہے +

مبارک شاہ ۱۲۲۱ء میں اس کا بیٹا سید مبارک شاہ بادشاہ ہوا۔ محلہ مبارک آباد بنایا جو منصور کے مقبرہ کے سامنے تھا اب اس جگہ گاؤں بستا ہے اور مبارک پور کو ملکہ کہلاتا ہے +
سادات میں سے ۱۲۳۵ء میں سلطان سید محمد شاہ اور ۱۲۴۵ء میں سلطان سید علاؤ الدین یہ دو بادشاہ اور ہوئے اس کے بعد رودھی خاندان کو عروج ہوا اور۔

بہلول رودھی ۱۲۵۶ء میں بہلول رودھی بادشاہ ہوا۔ دلی کو از سر نو درست کیا اس کا مقبرہ روشن چراغ دہلی کے پچھوڑے واقع ہے +

سکندر رودھی ۱۲۸۸ء میں سکندر رودھی تخت نشین ہوا۔ اگرہ کو دارالسلطنت بنایا۔
سلطان ابراہیم رودھی ۱۳۱۶ء میں سلطان ابراہیم رودھی تخت کا مالک ہوا۔ اس کے وقت

میں امیروں کو خوف پیدا ہوا۔ دولت خاں حاکم متان نے اپنا بچاؤ نہ دیکھ کر افغانستان سے ظہیر الدین بابر کو بلایا اس نے ۱۵۲۴ء میں آتے ہی پہلے لاہور چھوڑا پھر دیپال پور والوں کو قتل کرتا ہوا سر ہند کے قریب اپنے چچا اس عرصہ میں دو تباہیوں نے بد عہدی کی اور باغی ہو کر پہاڑوں میں بھاگ گیا +

گو بابر دلی کا قری اور ارادہ کا مضبوط تھا مگر مصیحت وقت سمجھ کر کابل کو لوٹ گیا اور پھر بہت جلد ہندوستان کی فتح کا ارادہ کیا بارہ ہزار سوار لیکر پہاڑوں میں دو تباہیوں کو مغلوب کرتا ہوا ۱۵۲۶ء میں پانی پت پہنچا۔

دلی کا بادشاہ ابراہیم رودھی اس کے کوچ کی خبر سنا پہلے سے پانی پت میں سورج بندی کر چکا تھا۔ اور ایک لاکھ سوار پیادہ اور ہزار ہاتھیوں کی جمعیت سے مستعد تھا۔ رودھی کی کثیر فرج کے سردار بابر کا قلیل لشکر دیکھ کر بغلیں بجانے لگے۔ مگر بابر کے بہادر لوگ رودھی کے ٹاڈی دل کو مطلق خاطر میں نہ لاتے تھے اور گھوڑوں کے سہارے بل مارتے تھے +
جس وقت دو نو لشکروں کا سامنا ہوا رودھی کی فرج تیزتر کے ساتھ آگے بڑھی اور اس تھوڑی سی جماعت کو لاشے مٹھن سمجھ کر بادل کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا مگر بابر کے برق رفتار لشکر نے دشمن کی فرج پر وہ بجلیاں گرائیں کہ تھوڑی دیر میں کافی کی طرح پھٹ کر الگ ہو گیا اور ابراہیم رودھی ۱۶ ہزار فرج کے ساتھ مارا گیا اور بابر نے دلی ظہیر الدین بابر بادشاہ میں آ کر تخت نشاہی پر جلوس فرمایا اور اپنے دلی عہد سہایوں کو اگرہ

غازی بیگ تعلق غازی بیگ تعلق نے جو سلطان کا صد دربار تھا چڑھائی گئی اور ۱۳۲۱ء میں خسرو خاں کو قتل کر آپ تخت پر بیٹھا اور سلطان عیاش الدین تعلق نام رکھا بلکہ گدہ کے قریب ایک شہر اور قلعہ بنایا تعلق آباد نام رکھا اسکے ٹوٹے پھوٹے نشانات شاہجہاں آباد سے جنوبی طرف (۹) کوس کے فاصلہ پر اب بھی موجود ہیں اور اسی ویران قلعہ کے پاس مغرب کی طرف اس کا مقبرہ ہے +

سلطان محمد تعلق ۱۳۲۲ء میں اسکا بیٹا سلطان محمد تعلق عرف الف خان عادل شاہ بادشاہ ہوا اور خونی مشہور ہوا تعلق آباد کے پاس مسجد بنائی عادل آباد نام رکھا اس کو عمارت ہزار ستون کہتے ہیں اسکے زمانہ میں دلی کی حالت خراب ہوئی دیوگدہ دارالسلطنت بنا +

فیروز تعلق ۱۳۲۶ء میں فیروز تعلق بن محمد تعلق بادشاہ ہوا اور سلطان فیروز شاہ مشہور ہوا فیروز آباد بسایا۔ ایک قلعہ بنایا جو اب نامید ہے۔ ایک اور عمارت بنائی اس پر پتھر کی لاکھ لگائی اسکے کھنڈر اب تک لب دریا موجود ہیں اور لاکھ بھی قائم ہے اس کو فیروز شاہ کا کوئلہ کہتے ہیں۔ یہاں کئی بزرگوں کے فرار ہیں +

فیروز شاہ ایک خوش وضع اور دلچلپا بادشاہ تھا عیش و عشرت کے بہت سے سامان کئے۔ قطب صاحب کے چھرنہ کا بند نہایت خوشنما بنوایا۔ اس میں شمسی تالاب سے پانی آتا تھا اور تعلق آباد کے قلعہ کی خندق میں گرتا تھا +

سلطان جی کی مسجد میں جو کٹورہ لٹکتا ہے ۱۳۲۷ء ہجری میں ہی بادشاہ نے چڑھایا حضرت چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کی درگاہ اسی نے بنائی بدیع منزل تعمیر کرایا جو اب نئے منڈل کے نام سے مشہور ہے اسکے نشانات قطب کے واسطہ میں صفدر جنگ یعنی منصور کے مقبرہ کے آگے نظر آتے ہیں +

سلطان عیاش الدین ثانی و سلطان ہمایوں شاہ اور اسکے بعد سلطان محمود بادشاہ ہوا۔ دلی میں اتہری پھیلی لیسر تین چڑھائی کر کے دلی پر قبضہ کیا محمود ہجرت کی طرف بھاگا امیر تیمور سولہ دن دلی رہ کر وطن مالون کو روانہ ہوا۔ سلطان محمود پھر دلی میں آیا اسکے انتقال کے بعد سید خضر خان حاکم لہنہ نے دلی پر قبضہ کیا اور ۱۳۲۶ء میں تخت پر بیٹھا اور اپنے آپ کو امیر تیمور کا نائب سمجھ کر گیا لب دریا قلعہ بنایا۔ جس کے نشانات ماہرین دیکھ سکتے ہیں البتہ اسی جگہ خضر کی گمبختی کے نام سے ایک معمولی عمارت کے کھنڈر موضع اوکھلہ کے متصل موجود ہیں۔ غالباً وہ اس

خضر خان نے دلی پر قبضہ کیا اور ۱۳۲۶ء میں تخت پر بیٹھا اور اپنے آپ کو امیر تیمور کا نائب سمجھ کر گیا لب دریا قلعہ بنایا۔ جس کے نشانات ماہرین دیکھ سکتے ہیں البتہ اسی جگہ خضر کی گمبختی کے نام سے ایک معمولی عمارت کے کھنڈر موضع اوکھلہ کے متصل موجود ہیں۔ غالباً وہ اس

طرف سواروں کے برسے جائے ۞

صبح ہوتے ہی چھانوں نے بابر کی فوج کے میمنہ میسر کو اکھیرا مگر توپ خانہ والوں نے وہ فیر کئے کہ دھوئیں اڑا دیئے۔ گو مخالف نے مرٹ کر دو چار حملہ کئے مگر کہاں تک آتی تھی چھوڑ دیا۔ بابر نے میدان کا رنگ بدلا دیکھ کر دو دستہ فوج بہرانے ایک دم دھاوا کر دیا اور اتنا سخت حملہ کیا کہ پٹھانوں کو جھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ آخر سب کو نوک دم بھاگنے پڑا ۞

یہ بہادر بادشاہ میں برس کا بل میں حکمران رہا۔ اس کے بعد دلی کو پالے تخت بنایا اور پھر چند سال کے بعد عدم کو روانہ ہوا ۞

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت بابر نے دلی پر قبضہ کیا تو اپنے صاحبزادہ ہمایوں کو اگرہ روانہ کیا ہمایوں جو وقت اگرہ پہنچا تو بے تکلف قلعہ میں داخل ہوا۔ اور دروازوں کا بندوبست کر فوراً فضیلوں پر فوج بھیدادی لے کر قلعہ کی ضعیف والہ دو تین تیسیم بچے ساتھ لئے حاضر ہوئے اور دعا دیکر ایک پیش قیمت لعل نذر کیا۔ ہمایوں نے شامانہ مراعات فرمائی اور مجلسرا میں بھجوا دیا اور خوردوش کے لئے ایک معقول رقم مقرر کی ۞

ہمایوں بادشاہ جب بابر کا انتقال ہوا تو ہمایوں مستقل بادشاہ ہوا اور تخت نشینی کا جشن کیا اور دل کھو لکر سیم زر لٹایا۔ اتنے خوان اور کشتیاں بھر کر تقسیم کیں کہ تخت نشینی کی تالیخ کشتی رہے ہو گئی۔ اس کے بعد بھائیوں کو ملک عنایت کئے۔ دلی کو از سر نو آباد کرنا چاہا قلعہ کی تعمیر کرائی جوین پناہ نام رکھا چند روز کے بعد ملک گیری کا شوق ہوا دن میں پہنچا آج یہ قلعہ لیا کل وہ شہر فتح کیا اسی طرح ہر طرف فتح کے نشان اڑاتا پھر تا تھا کہ شیرخان نے بگالہ پر حملے کرنے شروع کئے ہمایوں یہ خبر سنا کر ادھر پہنچا ادھر بھائیوں نے ٹوٹ کھسرت شروع کی۔ ایک ہمایوں دود و بلاد میں مبتلا ہو گیا۔ آخر شیرخان کو شکست دیکر اگرہ کو روانہ ہوا۔ بھائیوں کو نصیحت آمیز نام لکھے مگر وہ کس کی سنتے تھے کانوں کان اڑا گئے ۞

برسات کا موسم نہی نالے چڑھے ہوئے دور دراز کا سفر نہج پہنچ ہو کر فوج ادھر ادھر آدھر آدھر لگی شیرخان موقع پا کر ننگ کی طرح آگودا۔ اور عیاری سے بادشاہ کو گونہ گونہ اطمینان دلا کر اچانک حملہ کر دیا۔ فوج تو پہلے سے شکستہ دل تھی بھاگ نکلی جدھر جس کا منہ اٹھا چلا گیا۔ رہی سہی دریا میں کود پڑی۔ کچھ کچھ اور دلدل میں پھنس گئی ہمایوں نے دریا میں گھوڑا ڈالا۔ مگر منجھ ہا میں پہنچ کر غوطے کھانے لگا۔ بادشاہ نہایت حیران پریشان ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اچانک دیکھا

روانہ کیا ۲۷ء میں رانا ساٹھا کو شکست دی اور ۲۸ء میں چندیری کو فتح کیا پھر
بنگالہ پر قبضہ کیا +

بابر اپنی سوانح عمری ہمزک بابری میں فخریہ بیان کرتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی اور
شہاب الدین غوری نے جب ہندوستان پر حملے کئے تو ان کے ساتھ فوجیں بھی زیادہ
تھیں اور اُس وقت اس ملک میں متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اس صورت میں
ہندوستان کو فتح کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور مجھکو دیکھئے کہ میں نے صرف بارہ ہزار
سوار سے اُس وقت میں کہ جب ہندوستان میں ایک جانب تو ابراہیم لودھی اور دوسری
طرف رانا ساٹھا بڑے قوی دشمن مقابلہ پر تھے اس ملک کو فتح کیا اور اپنی سلطنت قائم کی
ہم بابر کے اس قول کو نہایت وقعت اور عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بے شک وہ
بڑا بہادر اور مستقل مزاج بادشاہ تھا۔ ابراہیم لودھی کی لڑائی اُس کی بہادری کی بڑی دلیل
ہے اور اُس کی مستقل مزاجی کا کافی ثبوت یہ ہے۔ کہ اس کو دشمنوں میں گھر جانے سے کبھی
بددلی پیدا نہیں ہوئی ہر چند مصیبتوں پر مصیبتیں پڑیں مگر کبھی اس کے دل میں بھاگ جانے
کا خطرہ نہیں گذرا جس وقت اس نے دلی کا تخت سنبھالا چاروں طرف سے اس پر انگلیاں
اٹھنے لگیں اور ہندیوں اور افغانوں نے سازش کر کے بوا شروع کیا۔ محمود جو شاہ مقبول
کا بھائی تھا ایک لاکھ کی جمیعت سے مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ اور بارہ طرف سے دشمنوں کے
زرغیں آگیا۔ دزیروں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ جی چھوٹ گئے بار بار رائے دیتے تھے
کہ بھاگ چلے نکل چلے دریاے سندھ پر چل رہے۔ مگر اس کی غائی ہمتی ہرگز تقاضا نہ کرتی
تھی کہ اتنی بڑی سلطنت یوہیں چھوڑ دی جائے۔ جب دیکھا کہ سرداروں میں بڑی بھیل
گئی تو نہایت جو انگریزی سے جواب دیا کہ غیرت کا مقتضایا یہ ہے کہ اُن سے جنگ کی جائے
اور بیٹھے بٹھائے ملک ہاتھ سے دیا جائے۔ اور فوراً اپنے اُس فعل سے جس کی وجہ سے لوگ
اس کو امام نہ بنا تے تھے اعلان کے ساتھ توبہ کی یعنی شراب قطعاً چھوڑ دی اور اُس کے
رو پہلے شہرے برتن تمام خیرات کر ڈالے۔ بہادر جوان اپنے بادشاہ کو اتنا مستعد دیکھ کر
دشمن پر دانت پینے لگے اور تلواریں میانوں سے نکال کر حکم کا انتظار کرنے لگے۔ بابر کو
اپنے توجہ خانہ پر بہت بڑا بھروسہ تھا لہذا اُس نے فوج کو اس طرح ترتیب دی کہ دشمن
کے مقابل تو ہیں قائم کیں اور اُن کے پیچھے پیادے کھڑے کئے اور توپوں کی بائیں

زنج و رحمت گیتی مشو خندان بخان ل کر آئین جہاں گاہی چنایا گاہے چنیں باشد
ہمایون کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ آکسو بھجرائے شاہ ایران بھی آبدیدہ ہوا اور اس کو تیرے کو
اٹھا دیا۔ اور دوسری چوکی حاضر ہوئی ایک عرصہ تک اسی طرح گلچھر سے اڑتے رہے جب ہمایون
حنیاقین کھلتے کھلتے تھک گیا تو شاہ ایران نے نہایت شان و شوکت سے رخصت
کیا اور بارہ ہزار قرلباش کا لشکر ایک جانب از بہادر کی سرداری سے ساتھ کیا۔ اور ٹنگون
کے لئے اپنے شیر خوار بیٹے کے نام سپہ سالاری مقرر کی ہمایون نے بھی وعدہ کیا کہ فتح کے بعد
قندھار شاہزادہ کے نام پر کر کے سلطنت ایران سے متعلق کر دیا جائیگا۔

ہمایون نے ایران سے آتے ہی قندھار فتح کیا پھر کابل اگر کامران کو نکالا اور خود تخت پر بیٹھا
شہر میں خوشیاں منائی گئیں۔ گھر گھر عید ہو گئی۔

اب شیر خاں کا حال سنئے ادھر تو ہمایون صحرا اور دیاں کرتا ایران پہنچا اور پھر کابل کا حکمران
ہوا۔ ادھر شیر خاں نے ملی میں بیٹے جہانے اور دلی کا پادشاہ بن کر شیر شاہ کے نام سے مشہور
ہوا۔ پرانے قلعہ کی درستی کرائی شیر گڑھ نام رکھا۔ شیر منڈل بنایا۔ جو اب بھی باقی ہے فیروز شاہ
کے کوٹہ سے یہاں تک جہاں اب ہمایون کا مقبرہ ہے جدید شہر آباد کیا اور دلی شیر شاہ نام رکھا
جیخانہ کے سامنے اس شہر کا دروازہ اب تک موجود ہے جس کو لال دروازہ کہتے ہیں پہلے کابلی
دروازہ کہتے تھے۔ اس کے زمانہ میں کھاری باولی کی بنا پڑی قدر تک اس کے نشانات
ابھی طرح نظر آتے تھے۔ اب دوکانوں میں دب گئے کچھ کچھ نشان نظر آتے ہیں۔ اب بنگ بازار ہے
جسکو کھاری باولی کہتے ہیں۔ مسجد فتح پوری کے پاس واقع ہے۔

شیر شاہ نے اپنے زمانہ میں شاہ عام کے بہت سے کام کئے گوگک سے سندھ تک شکر بنائی
اس کے دو طرف درخت لگائے۔ دو درمیل پر سرزمین بنوائیں کنوئیں کھدوائے۔ اس کے اقبال
کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت پر بیٹھا۔

سلیم شاہ سلیم شاہ نے بپ دریا ایک مستحکم قلعہ بنایا۔ سلیم گڑھ نام رکھا جو اب لال قلعہ سے ملتی ہے۔
کھاری باولی کی تعمیر پوری کی لاہوری دروازہ کی مسجد بنائی جو اب بھی موجود ہے۔ ایک شکار گاہ
تیار کرائی جو بنی چھتری کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی نشان باقی ہے۔

سلیم شاہ چونکہ اپنے باپ جیسا لائق نہ تھا اس کے زمانہ میں سلطنت کو زوال آیا اس کے
مرنے کے بعد ہندوستان پانچ بادشاہوں میں تقسیم ہو گیا سکندر شاہ بن سلیم شاہ دلی میں

کہ لشکر کا ایک سقہ مشک پر تیرا چلا آتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر آواز دی کہ اے آبجیات کے فرشتے بہشت کا کام کر ڈو بتے کا ثواب لے اور مانگ کیا مانگتا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ دو پہر کی بادشاہت اور پٹھپہ پر ڈال بادشاہ کو کنارہ پر پہنچا دیا۔ بادشاہ نے آگرہ آکر وعدہ وفا کیا اور دو ہی پہر میں اُس نے اپنے تمام بھائی بندوں کو نہال کر دیا۔ اور مشکیں کاٹ کاٹ کر چڑے کا سکہ چلایا۔

چھ مہینے کے بعد شیر خاں نے پچاس ہزار سوار کی جمعیت سے پھر تڑپھائی کی ہمایون بھی ملکی انتظام سے غافل نہ تھا۔ ایک لاکھ فرج سے مقابل ہوا مگر فقط ہر اولوں میں دو ہاتھ ہو کر رہ گئے ایک مدت تک دونوں کراٹے سامنے پڑے یہ کئی جنگ نہ ہوئی بادشاہ کے لشکر میں لنگی پیدا ہو گئی لوگ ایک ایک کر کے چلنے شروع ہوئے۔ ادھر روت پڑنے لگی مینہ برسنے لگا۔ آسمانی سوار چاروں طرف پھیل گئے۔ ادھر بجلی بیگ تازیانہ اڑاتے ہیں کرمک کڑک کر ڈاٹ بٹھاتے ہیں۔ ادھر رعد خاں وہ لکار بتاتے ہیں کہ بہادروں کے دل بے جاتے ہیں۔ بادل خاں نے اولوں کی وہ گراہیں ماریں کہ رہے سسے ہوش اڑا دیے شاہی فرج میں بھگڑ پڑ گئی شیر خاں نے تبت کر ایک ایک دو دو کو نکلنا شروع کیا ہمایون دریا تر مشکل سے آگرہ پہنچا۔

شیر کے نہ خون لگ گیا تھا چند روز کے بعد پھر آگرہ کا قصد کیا ہمایون گھبرا کر نکلا سندھ بیکانیر وغیرہ ہوتا ریگستان کے صدرے اٹھا تا ایران کی سرحد میں پہنچا۔ شاہ ایران نے جو دم دم کی خبریں لیتا تھا تمام قلمرو میں شاہی حمائی کا انتظام کر دیا۔ اور لاکھ بھیجا کہ ہمایون ہندوستان کا بادشاہ آتا ہے ہر حاکم استقبال کو جائے اور مراسم شامانہ سجالائے حسبوقت ہمایون سیستان میں پہنچا حاکم کو مع فرج سرحد پر حاضر پایا ہمایون شامانہ جلوس کے رخ شہر میں پہنچا اور بار کیا وزرا اُمرانے تدریں دیں غرض تمام رستہ ہر منزل پر یہی سامان ہوئے دارالخلافت میں پہنچا تو دونو بادشاہوں میں بڑے تپاک سے ملاقات ہوئی۔ دھوم دھام سے دعوت ہوئی روز نوروز پہننے لگا۔ جیش اڑانے لگے۔ سیر و تکار کے جلسے ہوتے رہے۔

ایک دن ارباب نشاط حاضر ہوئے مجلس گرم ہوئی۔ ایک گویے نے یہ غزل شروع کی

ہمایون منزلیں کاں خانہ را ما چینی شد مبارک شود کے عصر را شام چینی شد

دونو بادشاہ اور اہل دربار شکر اُچھل پڑے مگر دوسرا شعر یہ جو گایا۔

چھوڑ جائیں +

خان خاناں نے تمام سرداروں کو بلا کر خوب ڈانٹا اور غیرت دلائی کہ تمہارے آقا نے تمہارا
ساتھ کیا کیا سلوک کئے کیسی کیسی عزتیں بخشیں اب تم اس طرح سٹے جاتے ہو انہوں نے سفید
ڈارھیوں پر یہ روسیاہی اٹھاتے ہو۔ اکبر بھی سنبھل کر بو بیٹھا اور کہنے لگا کہ خان بابا میری
راے تمہارے ساتھ ہے۔ ہم بغیر مرے مارے ہندوستان تم چھوڑیں گے میدان سے
منہ نہ موڑیں گے

مانتوں سے کیجھ مرال جائے تو اچھا
بیچین ہے دل یوں ہی جان جائے تو اچھا
شوریدہ جگر آگ میں جل جائے تو اچھا
کاٹنا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا
جھکڑا چکے یہ رو دو بدل جائے تو اچھا

آفت زدہ دل کوئی مہل جائے تو اچھا
گر بزم بیستہ زبیدیں بزم کی ٹھہرے
افزوتہ ہوا آتش جنگ آج تو بیستہ
خارا سٹکھوں میں ہے غیر کا دلچ استہ
تم ڈرتے ہو ٹھہرو بیہین جان تا ہوں تنہا

اشاہی سے نہ کچھ عشق نہ کچھ تاج سے لفت
اک لب پہ ہے دم یہ بھی نکل جائے تو اچھا

بس اب تو یہی ٹھنی ہے کہ یا تخت یا تختہ +

اکبر کے اس کلام سے چھوٹے بڑوں کو جرات بھری خا خاناں نور انکوار شیک کراٹھ کھڑا ہوا
رستہ میں فرج بھی آئی بیوڈھو سر بھی گونام کو بقال تھا۔ مگر عقل کا پورا تھا۔ ایک لاکھ فرج
اور توپ خانہ لیکر آگے بڑھا پانی پت میں دو دو پانی ہوئے۔ دو نو فرج بڑے زور کی لڑائی
لڑے آخر فرجوں گرفتار ہو کر قتل ہوا +

اس جنگ سے فراغت ہوئی تو اکبر دار الخلافہ دلی میں آیا۔ دوبارہ تخت نشینی کا جشن کیا
مراد والوں کو مرادیں دیں پھر ملک گیری کو اٹھا۔ احمد آباد۔ گجرات۔ مالوہ۔ کشمیر۔ خاندیس۔
بنگال وغیرہ فتح کئے برار کو صلح سے لیا۔ اس کے وقت میں علما فضلا اور باکمال لوگوں
کی بڑی قدر ہوئی۔ چنانچہ اکبر کا لوزن مشہور ہے۔ یہ بادشاہ بڑا اقبال مند۔ تدبیر۔ منتظم
منصف مزاج۔ علم دوست تھا +

کہتے ہیں اسکے عہد میں مسٹر ٹامس بہادر سفیر انگلستان کا قدم ہندوستان میں آیا بادشاہ نے

* نورتھ میں بیٹنی۔ ابراہام الفضل۔ راجوڈھل بیربل۔ علاء دین یازہ (ظریف)

سکندر شاہ تخت نشین ہوا مگر پرانی بے عنوانیاں اور نئی ہو گئیں۔ لوگوں کو ہمایوں کی تلاش ہوئی۔ کابل خط جانے لگے۔

ہمایوں جو ۹ برس سے کابل میں حکومت کرتا تھا کابل کانٹے سے بالکل درست تھا ہندوستان کی غرایاں اور سلطنت کا تنزل دیکھ کر فوراً تیار ہو گیا اور کابل سے لام بندھ گیا آتے ہی متواتر اس زور شور کے حملے کئے کہ سکندر کی فوج لوہا مان گئی آخر دلی پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف فرمان جاری کئے پڑانے قلعہ کو درست کیا عجیب غریب مکانات بنائے نہایت خوشنما مسجد تیار کرائی جو اب بھی موجود ہے شیر منزل کو کتب خانہ بنایا۔

ہمایوں کو بہت اور نجوم کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ سات ستاروں کے بموجب ساکین بنوائے بہت منزل نام رکھا۔ ان میں ہر ستارہ کے مناسب کار بار سچوتے تھے۔ ایک مرتبہ زہرہ طلوع ہونے والا تھا۔ اُس کے دیکھنے کو کوٹھے پر بیٹھا صاحب اترنے لگا تو ازاں ہو گئی ازاں سننے بیٹھ گیا جب ازاں ختم ہو چکی تو جریب پکڑ کر اٹھنا چاہا مگر جریب ماتھ میں سے پھیل گئی اور نیچے گر پڑا اور پھر جان نہ ہوا (ہمایوں پادشاہ ازبام افتاد) تاریخ ہوئی۔

اس کی سیکم نے اس کا مقبرہ تعمیر کرایا اور عرب سرا بسا لی جو اب بھی موجود ہیں۔ جس وقت ہمایوں کا انتقال ہوا اس کا بیٹا جلال الدین اکبر جو گردش کے ایام میں امر کوٹ میں پیدا ہوا تھا انھوں نے لڑ رہا تھا۔ ارکان دولت نے ادھر تو جلال الدین اکبر کو عزیز لکھا ادھر بادشاہ کا مرنا مشہور نہ کیا یہی کہتے رہے کہ ضعف بہت ہے اس لئے دربار نہیں کرتے اور کبھی کبھی شکیبی شاعر کو جو بادشاہ سے بہت مشابہ تھا شاہانہ لباس پہنا کر دیوان عام کے کوٹھے پر بیٹھا دیتے سب لوگ نیچے میدان میں کھڑے ہو کر حیرا کر لیتے۔

جلال الدین اکبر ۱۵۵۶ء میں جلال الدین اکبر کلاں فور میں تخت پر بیٹھا تو اس راز کو کھولا۔

جلال الدین اکبر ابھی کلاں فور میں تھا کہ ہجو دھو سر ایک لاکھ فوج اور ہزار ہا تھی لیکر دلی پہنچا آیا اور تمام شہر پر قبضہ کر لیا۔

ادھر اکبر نے دلی کا ارادہ کیا جانندھر میں خبر سنی کہ سپہیوں نے دلی فتح کر لی افسران فوج سے مشورہ لیا سب نے صلاح دی کہ کابل پھر چلیے۔ اکبر کی عمر بہت کم تھی سنٹارہا مگر کسی کو کچھ جواب نہ دیا۔ بیرم خان کو الگ لیجا کر کہا کہ باپ دادا کا نام تمہارے ماتھ ہے اب کیا صلاح ہے۔ اس ملک پر کتنی مصیبتیں اٹھائیں کتنی جانیں گنوائیں۔ اور اب نہیں

جو دس برس میں بنکر پورا تیار ہوا اور نئی دلی کی مینا دپڑی۔ میر عمارت نے عرضی لکھی خود بدلت
 ہو ادار آبی پر سوار ہو کر لب دریا کے دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوئے قلعہ کو ملاحظہ کیا سر سے پاؤں
 تک سنگ سبز سے گلزننگ اس پر سنگ مرمر کے حاشیہ کا نرالا ڈھنگ ایک رنگ بڑھا تا تھا
 برجیاں دلربا فصیلیں اور مرغولیں خوشنما عمارتیں اور باغات پر فضا۔ باغوں کی نہریں نہایت
 دلکش۔ نقار خانہ۔ دیوان عام۔ دیوان خاص۔ میزائل کا دالان بیٹھک۔ خواجگاہ
 تسبیح خانہ۔ سراج عثمان۔ رنگ محل۔ اسد برج۔ جاجر خانہ۔ توپ خانہ۔ مہتاب باغ۔ حیات
 بخش باغ۔ چوبین مسجد۔ خان سامانی۔ باور چخنانہ۔ سادون بھادوں۔ غلام گردش۔ گلانی باغ
 پائیں ڈوٹڑھی۔ چھوٹی بیٹھک محل۔ ولیمادی مجلس لے۔ عیش محل۔ تو محمد۔ مہر دبا زار۔
 دیگر مساجد۔ دیا محل۔ رنگ محل دیگر۔ صاحبزادوں کے محل۔ باون چوک۔ شاگرد پیشہ عورتوں
 کے لیے۔ توشہ خانہ۔ سلج خانہ۔ خزانہ۔ جواہر خانہ۔ کتب خانہ۔ آبدار خانہ۔ دفتر خاص
 چاندنی محل +

یہ سب چیزیں نہایت خوش قطع اور دلچسپ نظر آتی تھیں +

حقو نہایت خوش ہوئے جن کی سامان شرح ہوا دل دل شامیانہ دربار عام کے آگے تاجوہن میں بیٹھتا
 ہوا تھا بد بخل میں سمجھا مثل خمیر استاد ہوا۔ یہ دو نو بھی سات برس کے عرصہ میں تیار ہوئے
 ان پر ہزاروں گز کثیر کے ٹھیسے اور محل زربافت خراج ہوئے تھے۔ دو نو سونے کے ستونوں اور
 چاندی کے استادوں پر کھڑے تھے۔ ان کے آگے خوشنما شامیانے طلسمی وزربافی سنہری
 رو پہلی چوبوں پر تانے گئے۔ ایوان عالی جس طرح طلائی چھت کی مینا کاری سے گونا گوں تھا
 ویسے ہی ایرانی قالین اور بنارس کی گھاٹیوں سے بو قلموں تھا صدر سے لیکر پانداز کے ایک
 ایک مکان تک درو دیوار کو نخل زربافت باد لہ کجواب پردہ مے۔ فرنگی دیباے رومی
 اطلس چینی سے نکار خانہ چین کر دیا۔ صدر میں تخت طاؤس سجایا گیا +

تخت طاؤس تخت طاؤس دنیا کی عجائبات کا ایک نمونہ تھا۔ ساڑھے چھ کروڑ روپیہ میں تیار
 ہوا تھا پشت کا تختہ جس پر بادشاہ تکیہ لگا کر بیٹھتا تھا دس لاکھ روپیہ کا تھا۔ بارہ مصر ستونوں
 پر متفرق محرابیں۔ جڑاؤ مینا کاری کی چھت سے پایہ تک خالص کندن اور آبدار جواہر
 سے جلمگ جلمگ کر رہا تھا۔ اور تین بیڑھی بند چپتر سے پر یہ عالم تھا گویا ایک ستارہ کانگینہ
 ہے کہ انگوٹھی پر دھرا ہے اس کی روکاری محراب پر ایک درخت طلائی بھاری دھرا تھا

بہت کچھ اعزاز فرمایا اور انگریزی تجارت کی اجازت دی، مگر صحیح یہ ہے کہ سفیر جہانگیر کو وقت پر لانا
 نور الدین جہانگیر [سنہ ۱۶ء میں اکبر کا بیٹا سلطان نور الدین جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ نور جہاں
 سے شادی کی نور جہاں کو عورت تھی مگر بہادری اور دلیری میں مردوں سے بھی کئی فریڑھی
 ہوئی تھی چنانچہ کسی نے لطیفہ کہا ہے۔

نور جہاں گہر چہ نظاھر زن است در صف مرداں زن شیر افکن است
 چونکہ نور جہاں پہلے شیر افکن خان کے ساتھ منسوب تھی اس لئے یہ شعر اور بھی زیادہ لطف
 دیتا ہے کہتے ہیں کہ گلاب کا عطر اس نے یا اس کی ماں نے نکالا۔ نور جہاں کے مزاج میں نکتہ
 سنجی اور لطیف گوئی کا پورا مادہ تھا ایک مرتبہ بادشاہ نے قبائلی تو اس میں لعل کی گھنٹیاں لگی ہوئی
 تھیں اُس نے فوراً شعر کہا ہے

ترا تہ نگہ لعل است در لباس حریر شدرست قطرہ خون منت گریاں گیر
 ایک مرتبہ سیر باغ کو نکلی نقاب منہ پر ڈالے روشوں پر ٹہلتی پھرتی تھی مرزا صدیقی شاعر
 بھی کہیں سے آنکے نور جہاں کو پہچانا مگر منہ پر نقاب پڑی ہوئی خوشنما معلوم ہوئی۔ تو
 بے ساختہ شعر کہا ہے

برقع برخ افکنندہ بردناز باغش تا نگہت گل خیمتہ آید بد باغش
 نور جہاں سنتے ہی پھر ٹک اٹھی اور پانسو سو پیسہ انعام دیئے اور شعراے دربار میں شامل کیا۔ یہ
 جہانگیر علم دوست تھا اکثر کوئی نہ کوئی کتاب مطالعہ میں رہتی مگر یہی سے نور جہاں کا قدم
 آیا مصحفِ بخ کی تلاوت ہونے لگی۔ اس کے دام گیسو میں ایسا گرفتار ہوا کہ پھر نکل نہ سکا اور
 اسی کی رنگ لیلیوں میں لگ گیا۔

انگریزی تجارت کو سورت۔ احمد آباد۔ مدراس۔ کلکتہ۔ کہماہیت وغیرہ میں کوٹھیاں بنانے
 کی اجازت دی۔ جب وفات کا وقت قریب پہنچا تو وصیت کی کہ شہریار کو تخت پر بٹھایا جائے
 مگر آصف جاہ وزیر اور مہاراجا نے فوراً دکن کو قاصد دوڑایا اور شہزادہ حرم کو بلا بھیجا
 شہزادہ فوراً روانہ ہو گیا۔ امداد گرہ ہوتا ہوا ولی پہنچا۔ اور جشنِ شانانہ سے دربار کر جابجا فرمان
 جاری کر دیئے اور شہاب الدین شاہجہان کے نام سے مشہور ہوا۔

شہاب الدین شاہجہان اس نے صرف پہلی عمارت کی درستی کرائی بلکہ جاہ و چشم کے نجوم کے لئے
 آگرہ و لاہور کے قلعوں میں گنجائش زہری تو ایک کروڑ کی لاگت سے بدلی میں لال قلعہ تیار کرایا

ایک دن شاہجہاں کے سامنے دوست ہاتھی لڑے تھے۔ خود بادشاہ جھروکوں میں بیٹھے ہوئے دیکھتے تھے۔ اکثر شاہزادے امیر زادے تماشا دیکھ رہے تھے۔ عالمگیر بھی چودہ برس کی عمر میں گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ اتفاقاً ایک ہاتھی بھاگا اور اس کی طرف آیا سب بھاگ گئے مگر یہ بہادر اسی جگہ اڑا رہا۔ جب ہاتھی اس پر حملہ کر کے آیا تو اس کے کان میں اس زور سے برچھا مارا کہ سر میں عرق ہو گیا۔ ہاتھی نے چاہا کہ گھوڑے کو سونڈ میں لپیٹ کر دے مارے۔ گھوڑا سطح چرکا کہ یہ پشت سے گرا اور پھر اٹھتے ہی تلوار سونٹ ایک ہاتھ سونڈ پر مارا۔ اتنے میں اور لوگ آگئے اور ہاتھی بھاگ گیا۔

اس کے زمانہ میں علم کا بہت چرچا ہوا فتاویٰ عالمگیری مرتب ہوا۔ دیوان حافظ کا درس مکتبوں سے چھڑا دیا گیا۔ مگر پھر دیوان حافظ سرمانے رکھا رہتا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ لوگ حافظ کا مطلب نہیں سمجھتے اور حقیقت میں مجاز کے چسکیاں لیتے ہیں +

سلطان محمد معظم بہادر شاہ ۱۷۰۷ء میں اس کا بیٹا سلطان محمد معظم بہادر شاہ جس کو شاہ عالم بھی کہتے ہیں تخت پر بیٹھا +

جہاندار شاہ ۱۷۱۷ء میں جہاندار شاہ بادشاہ ہوا۔ اور اپنے بھتیجے فرخ سیر کے ہاتھ سے مارا گیا +

فرخ سیر ۱۷۱۷ء میں خود فرخ سیر نے تخت بنھالا۔ اس نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ میں سنگ مرمر کی جالیاں بنوائیں۔ اور آستانہ کا دروازہ تیار کر لیا +

محمد شاہ ۱۷۱۹ء میں اورنگ زیب کا پوتا محمد شاہ تخت پر بیٹھا اور ناچ رنگ میں مشغول ہو گیا۔ مہتاب باغ اور حیات بخش دو نوباعنوں کو سجا کر طلسمات کا نمونہ کر دیا۔ نہروں میں نواڑے بڑے رہتے بادشاہ اس میں بیٹھتا منے اڑاتا۔ برسات آتی تو قطب صاحب کے ہرے بھرے جنگل میں جا رہتا۔ حکم تھا کہ ابرسیاہ ہمارا نقیب ہے جب گر بنے کی آواز آئے فوراً مگر بندی ہو گیا کرے۔ ملک میں بد نظمی پھیل گئی۔ نظام الملک آصفیہ کو انتظام کے لیے وکن سے بلایا مگر وہ سلطنت کا رنگ بدلا دیکھ کر واپس ہو گیا +

آصفیہ کا جانا تھا کہ نادر شاہ ایرانی کابل ہوتا ہوا دلی کے ارادہ سے آگے بڑھا جب بہت ہی قریب آ گیا شہر میں کھلبلی پڑ گئی۔ بادشاہی آرام طلب فرج نے یہ دن کاہے کو دیکھا تھا منہ ہی سٹ پٹا گئی +

جون جوں کر کے جنگ کا سامان فراہم کیا۔ خدا خدا کر کے دھینے میں گزناں پہنچے اور برات کی

جسے سبزہ والیاس سے سرسبز اور لعل ویا قوت سے گل رنگ کیا تھا۔ ادھر ادھر اس کے دو محمد
 رنگارنگ کے جوہرات سے مرصع وچوچ میں موتیوں کی تسبیحیں لئے اس طرح کھڑے تھے گویا
 اب ناپننے لگتے ہیں۔ چاروں طرف چاروں چیز زرنگاربن میں موتیوں کی جھال جھلکتی تھی
 آگے ایک شامیانہ کہ جوہرات اور موتیوں کی آبداری سے دریا خورد کی طرح لہراتا تھا اور
 ایک لاکھ روپیہ کی لاکت میں تیار ہوا تھا سونے روپوں کی چوہوں پر استادہ تھا اُس کے
 گرد کمرسیاں اور چوکیاں اپنے اپنے مرتبے سے سجی ہوئی تھیں تخت کے گرد پاس ادب
 کے لئے کئی کئی گز تک حاشیہ چھوڑ کر چاندی کا خوبصورت جا لیدار کٹھرا لگا تھا۔ غرض
 دربار آراستہ ہوا اور شاہزادہ وزیر امیر راجہ مہاراجہ عمدہ دار منصبدار منشی مصدی
 سپاہی پیادے اپنے اپنے موقع پر موجود تھے درباری لوگ آتے اور پرے پرے پر
 اپنے اپنے نام و نشان بتاتے اور آگے چلے جاتے مگر عرب شاہی کا یہ عالم کہ قدم بھر تھرتے
 تھے۔ دربار میں پہنچ کر تین سلام گاموں پر تسلیم بجالاتے تھے جب نعتیہ آواز دیتا تھا کہ آداب
 بجالو جہاں پناہ بادشاہ سلامت عالم پناہ بادشاہ سلامت نودل لرز جاتے تھے کھڑے کے
 پاس کورنش کا آداب ادا کرتے تھے۔ غرض نذریں گذرنی شروع ہوئیں اور منصب اور جاگیر
 بٹنے لگیں رات کو دیوان عام میں جشن ماہتابی ہوا۔ نوروز تک برابر جشن رہا۔

قلعہ میں اور ضروری عمارات بنائیں مجلس تیار کرائی۔ شہر کی چار دیواری بنوائی جامع مسجد
 تیار کرائی اُس کے مصارف کے لیے کئی گاؤں وقف کیے جو شاہی مقبوضات کے
 ذیل میں ضبط ہو گئے۔ بنجارا سے صحیح النسب سید امام بلا یا جس کی بزرگ اولاد ابک منصب
 امامت پر بدستور چلی آتی ہے۔ زینت النساء دختر بادشاہ نے زینت المساجد بنائی جو دریا گنج
 میں لب دریا واقع ہے۔ دوسری بیٹی جہاں آرانے باغ لگایا جو اب کنپی باغ کہلاتا ہے۔
 اورنگ زیب عالمگیر شاہجہاں کے چار بیٹے تھے اس کے جیتے جی ہی اسپیس بھوٹ پڑ گئی اور بھائیوں
 میں خوب کشا چھنی ہوئی آخر شہداء میں اورنگ زیب عالمگیر تخت پر بیٹھا۔ بجا پور کو کٹنڈہ وغیرہ
 فتح کیے۔ لال قلعہ کے اندر مرقی مسجد بنائی جو اب بھی موجود ہے۔ قلعہ کے دو دروازوں کے آگے
 گھو گھس تعمیر کرایا جس پر اب توپ رکھی رہتی ہے۔ یعنی اندر کا دروازہ شاہجہانی ہے اور خندق
 کے پاس کا دروازہ عالمگیر نے بنایا۔

شجاعت اس کی خانہ زاد لونڈی تھی بہادری اس کے نام کی قسم کھاتی تھی۔

بشاہاں مے دہند۔ اس لیاقت اور سنجیدگی پر دونو بادشاہت خوش ہوئے لطیف نادر شاہ نے محمد شاہ کی ایک خاص کونجی نوبیانی کاگانا سنا بہت محظوظ ہوا اور انعام دیکر کہا دونو بانی سونے ایسا کن بیا کہ یا برانت بریم نوبیانی سنتے ہی حیران ہوئی کہ اب کیا کروں مگر خود اس نے ایک غزل گائی۔

من شمع جا نگد ازم تو صبح دلکشا ئی سوزم گرت نہ بنیم بریم جو رخ منائی
نزدیکت آئینیم دور آچنناں کہ گفتم نے تاب وصل دارم نہ طاقت جدائی

نادر شاہ بہت خوش ہوا اس کا مطلب سمجھا کہ اپنے ارادہ سے دور گذرا۔ اور جب جانے لگا تو صنبا خزانہ اور جو کھ میسٹے لگے میسٹے اور تخت طاؤس تک لے گیا۔

محمد شاہ پھر عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور تیس برس سلطنت کر کے عالم بقا کو روانہ ہوا۔
۱۱۰۰ء میں محمد شاہ کا بیٹا احمد شاہ تخت پر بیٹھا۔

۱۱۰۰ء میں جہان نادر شاہ کا بیٹا عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں سلطنت میں

برقلمی بھیلی مرٹوں نے سر اٹھایا احمد شاہ درانی نے آکر نادر شاہ کی طرح قتل عام کا حکم دیا اور ذلی خاں تاج پور کا اُس کے چلے جانے کے بعد غازی الدین وزیر نے بادشاہ کو قتل کر کے لاش جتنا میں بھجوا دی اور ۱۱۰۰ء میں

شاہ عالم اس کے بیٹے شاہ عالم کو تخت پر بٹھایا مرٹوں نے زور کیا۔ احمد شاہ درانی پھر آیا اور پانی پتیا مرٹوں سے جنگ عظیم ہوئی۔ ۸۰ ہزار مرٹے قتل کئے اور بہت سامان غنیمت لیکر چلا گیا۔ غلام تادراک شہ نے شاہ عالم کو اندھا کر دیا جس سے مرٹوں نے پھر دلی پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ کو قید کیا۔ لارڈ لیکنگریزی فریج لیکر دلی میں آیا اور شاہ عالم کو مرٹوں سے بچھڑا کر نیشن مقرر کر دی اب دلی میں برائے نام بادشاہت رہی اور ۱۱۰۰ء سے دلی میں انگریزی سلطنت قائم ہو گئی۔

۱۱۰۰ء میں اکبر ثانی تخت نشین ہوئے شمن برج میں سنگ مر مر کا چھوڑ کر بنوایا پھر اسی طرح ۱۱۰۰ء میں تیموری خاندان کا آخری بادشاہ ابوالظفر سراج الدین الملقب بہ نادر شاہ تخت نشین ہوا انہوں نے قلعہ میں خضر محل اور جل محل تیار کرایا شاہدہ کے قریب شاہ باغ بنوایا۔ انکی حکومت قلعہ کے اندر محدود تھی باہر کپیتی کا اختیار تھا لیکن تاہم اعزاز شاہی قائم تھا گوکہ بڑی نیک تعظیم دیتے تھے کشتہ اور زینت طربی آثار کو سلام کرتے تھے بہادر شاہ دربار شاہی کیا کرتے تھے حسب دستور امرا اور وزراء کا تہ بانہ بھی لکھا کئے اپنے اپنے رتبوں پر کھڑے رہتے تھے۔ انعام اکرام برابر ہوتا تھا بعض بعض عاقبت بڑی شاندار تہ بندیوں اور درمیں روپیوں اشرفیوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ جو مرہوں کی دکانوں پر لاکھوں کے مال فروخت کے لئے سبج ہوئے تھے۔ قلعہ کے عین سامنے خاص بازار اور خاتم کے بازار ایسے آباد تھے کہ صبح سے لکر

طرح جا اترے۔ آخر نادر شاہی فرج سے مقابلہ ہوا۔ عیش پروردہ فوجیں پریشان ہو کر بھاگیں
 خان دوران زخمی ہوا۔ برہان الملک شجاعت کی داد دے رہا تھا دل کھول کر لڑ رہا تھا۔ ماضی پر
 بیٹھا تیر پر تیر چلا رہا تھا کہ قزلباشوں نے چاروں طرف سے آگھیرا۔ ایک نیشاپوری اس کا موطن گھوڑا
 دوڑا کر پہنچا اور آواز دی کہ اسے محمد امین دیوانہ شدہ بکہ جنگ مینگی و بچہ اعتماد مینگی برہان الملک
 نے ہاتھ ہو کر لیا اور نادر شاہ کے پاس گیا۔ اس نے جرم بخش کر کے بہت عنایت کی اور دو گروہ
 مصارف جنگ لیکر ہمیں سے لوٹ جانے پر راضی ہو گیا۔ برہان الملک نے نادر شاہ کو بادشاہ
 سے ملایا ٹیرے لطف سے ملاقات ہوئی +

نادر شاہ نے لوٹ جانے کا سامان کر دیا مگر بعض بداندیشوں نے برہان الملک کی خیر خواہیوں کو
 اپنی طرف منسوب کر کے محمد شاہی دربار میں خطاب پائے جس سے اس کو برہمی پیدا ہوئی اور اُس نے
 نادر شاہ کو خزانہ کے بے شمار جواہرات کے طمع دلائی۔ نادر شاہ یہ سن کر شہر میں آیا خزانہ پر قبضہ
 کیا۔ شہر کے لوگوں نے اس کے آدمی مارنے شروع کئے رات بھر شہر میں تلوار چلی اور کسی کو خبر نہ ہوئی
 صبح کو نادر شاہ کو اطلاع ہوئی بہت سے اپنے آدمی بچتے خود قتل ہوئے دیکھتے آنکھوں میں خون
 اتر آیا۔ روشن الدولہ کی مسجد میں تلوار کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اور قتل عام کا حکم دیدیا۔ گلی کوچوں میں خون
 کے نالے بہ گئے گھروں میں آگ لگ گئی۔ بڑے بوڑھوں کی فریادیں آسمان تک سنائے گئیں۔
 ایک ٹیٹھے خواجہ سرائے محمد شاہ سے تمام حال عرض کیا۔ بادشاہ آبدیدہ ہوا اور یہ شعر پڑھا

دیدہ عبرت کش قدرت حق را بہ میں شامت اعمال ماصورت نادر گرفت

دوپہر کے قریب جب عالم میں کھرام چلیا۔ تو سب آصفیہ سے رجوع کی۔ وہ تلوار گلے میں ال سر برہنہ
 نادر شاہ کے سامنے خاموش جا کھڑا ہوا اور رونے لگا۔ نادر شاہ کے دل میں بھی خدا نے رحم ڈالا چھپا
 کہ چیخ خواہی۔ اُس نے یہ شعر پڑھا

کسے نمائند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر نے شہر ماکر سر جھکا لیا۔ تلوار میان میں کی اور کہا کہ برائش سفیدت بخشیدم +

ایرانی نقیب امان امان کہتے ہوئے دوڑے شہر میں امن ہو گیا۔ بادشاہ نے نادر شاہ کی دعوت

کی کھانے کے بعد عمدۃ الملک نے چائے کی پیالی بھری۔ مگر سوچا کہ پہلے کس کو دوں اپنے باوشا
 کو دوں تو ایسا نہ ہو کہ نادر سزا دے۔ نادر کو دوں تو ایسا نہ ہو کہ بادشاہ جی میں برامانے آخر
 اس کی تیزی طبع نے جوہر دکھلے اور اُس نے محمد شاہ کے سامنے پیالی کر کے کہا کہ شاہ

کہ تخت پر چھوٹے اطاعت کرنے کو تیار ہیں ضیف العمر بادشاہ ایسی سیکسی کی حالت میں ان کے ہاتھوں کا
 کھونا ہو گیا۔ کہیں طرح چاہا رکھا جو چاہا گیا۔ اتنی نہیں انگریزی فوج آگئی اول بادلی کی سرے پر
 لڑائی ہوئی پھر تین مہینہ کے محاصرہ کے بعد دلی فتح ہو گئی اور انگریزی قلعہ شکن توپوں نے کئی
 دروازہ کی فضیل اور دروازہ دو نوڑا دیئے اور ایک ایک کو چیرے لیتے لیتے قلعہ تک آگ لیا لیکن
 چھ روز تک شہر میں خوریزی ہوتی رہی۔ گورے کالوں میں امتیاز نہ آ سکیں نہ کب کے تلواریں
 لگی بزن بکش بزن بکش کے سوا کوئی آواز کان میں نہ پڑتی تھی پندرہوں کے فیروں سے
 کلچے لڑتے تھے، توپوں کی میتھناک آوازیں دیواروں کی جڑیں تک ہرائے دیتی تھیں۔ ابھی
 بیٹھے ہیں کہ شاہیں سے گولی نکل گئی۔ دن سے گولہ آپڑا۔ یہ ہاتھ بیکار ہو گیا وہ سر ٹوٹا منہ بیٹ
 گیا۔ ناک اڑ گئی۔ کان جھڑ گیا۔ چھوڑا۔ منڈیر گری۔ جھت آپڑی۔ یہ گولا ٹوٹا وہ سارا گھر
 جل گیا۔ شہر کیا تھا بلاے ناگمانی تھی۔ نہ کھانے کو دانہ۔ نہ پینے کو پانی۔ بھوک کے مارے
 بیٹ میں چوہے قہار بایاں کھاتے ہیں۔ پیاس کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔ سوٹوں پر پیڑیاں
 جھی ہوئی ہیں۔ بچے سسک سسک کر مرے جاتے ہیں ہاتھ لیوانہ پانی دیواروں
 باپوں کو لا ملدی کا خطاب ملا۔ ہزاروں بچوں کے سر پر تھیمی کا تاج رکھا گیا۔ بولے اور مالے
 گئے۔ نکلے اور پکڑے گئے۔ تمام شہر میں جنگی انتظام ہو گیا شہر خالی کر دینے کا حکم ہوا نگرے
 لو لے لوگ تھیم مسکین بچے رانڈیوہ عورتیں بے سرو سامان نکل نکل کر بھاگیں۔ وہ پردہ دار
 سیبیاں جنہوں نے کبھی ڈیوڑھی سے باہر قدم نہ رکھا جنگلوں اور بیابانوں میں بے سرو سامان
 ماری ماری پھرتی تھیں۔ جنہیں اپنی جان سنبھالنی مشکل تھی وہ اسباب تو کیا لیکر نکلتیں۔ خود
 ہی چلنا دشوار تھا۔ بچوں کوں دم نکلنے لگا پاؤں میں چھالے پڑ گئے یہ گری وہ گری ۔
 چال ہے مجھ ناتواں کی مرغ لہلہائی ہر قدم پر ہے گماں یاں گپیاواں رہ گیا
 کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا پاؤں ٹوٹا کسی کے دانت جھڑ گئے کئی کپڑے روتی ہے کوئی جوں توں کر کے
 گنتی پڑتی بھاگی چلی جاتی ہے۔ اس پر لٹیروں کا یہ حال کہ جو دیکھا فوج لیا جتنا زیور پایا اتنا لیا
 نہ مردوں کو عورتوں کی خیر عورتوں کو مردوں کی اطلاع۔ ایک عجیب عالم ہو رہا ہے ہر شخص دشمن کھائی
 دیتا ہے جھاڑ کا شہر بنا جاتا ہے۔ گنتے چھپتے جان بچاتے پھرتے ہیں۔ بغاوت کی تہمت سوجی
 لڑا جاتا ہے۔ مخالفت کے خوف سے جاڑا چڑھا آتا ہے۔ زندگی بلائے جان معلوم ہوتی ہے۔
 کہیں پناہ نہیں نظر آتی ہے اپنے پر لے دشمنی پر آمادہ ہیں بھائی کو بھائی کھائے جاتا ہے باوجود

آدھی رات تک شانہ سے شانہ چھٹاتا تھا اور کان پڑی آواز سنانی نہ دیتی تھی۔ بادشاہ شاعر تھے فوق
ان کے استاد تھے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے اہل کمال اس وقت دلی میں موجود تھے۔ اس زمانہ میں
فن کستی اور موسیقی نے بڑی ترقی کی دریا پر تیرائی کے میلے ہوا کرتے۔ شہزادے خود تیرا کرتے۔
پھول والوں کی سیرتشن نوزوی سے کہیں بڑھ کر ہوتی۔ ہفتوں پہلے قطب صاحب میں مکانوں کی
صفائی ہونے لگتی۔ دنیا بھر کا سامان عیش و عشرت ہاں جمع ہو جاتا۔ ہر شخص عمدہ سے عمدہ لباس پہن
نکلتا۔ امرتوں میں جھولے پڑ جاتے چاروں طرف قناتیں کھینچ جاتیں شہزادیاں وزیر زادیاں گھولتھیں
غرض چند روز کے لیے امریاں پرستان بن جاتیں +

۱۵۶۶ء تک یہی نگاہیں رہیں دن عید رات شب برات ہوتی رہی اس کے بعد ہوا ہی باد
مخالفت کے جھونکے نور سیدہ کلیوں کو مچھانے لگے عیش و عشرت کے سد بہار پھول فنا کی گرم
گرم ہواؤں سے کلانے شروع ہو گئے ۱۵۶۷ء میں اور یہی خرابی کی صورت میں نظر آنے لگیں کہ
نے لکھنؤ کے بادشاہ واجد علی شاہ کو تخت سے اتار کر کلکتہ بھیج دیا۔ ان کے مددگاروں نے بوا شروع کیا۔
چونکہ بادشاہت اب برائے نام تھی۔ دراصل بادشاہ سرکار انگریزی کے پیشن خوار تھے۔ اور فیصل قلعہ
کے اندر تک بادشاہی محدود تھی۔ اور بعض امور میں دو علی کی وجہ سے بد انتظامی بھی رہتی تھی۔ اس لیے
دلی کے گورنر جنرل اور ان کے مشیروں کی بیخبری تھی کہ بادشاہ کو مع خاندان قطب صاحب یا کہ اور عمدہ مقام
میں غراز کے ساتھ رکھنے کے واسطے جگہ تجویز کی گئی +

اس کے بعد ۱۵۶۷ء میں قیامت خیز واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے پوریہ خاندان کے سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا
سرکاری فوج کی غلط فہمی اور نادانی نے محض ایک بے بنیاد واقعہ پر پورہ عام بپا کر دیا۔ اور جو کچھ نیکو خوار فوج کی جانب
سے بعنوانی دے وہاں ظہور میں آئی وہ نہایت ہی افسوس ناک ہے اگر گورنمنٹ انگلینڈ نے ہم و انصاف کو کلام میں
نہ لاتی تو ان دلی کی صورت بھی نظر نہ آتی لیکن گورنمنٹ انگریزی نے بہت ہی جلد غصہ فرو کرنے کے بعد حکم دیا کہ
عفو تقصیر اور امن و امان کا اعلان دیکر مطمئن کر دیا +

جب وقت باغی فوج اور گردنواں کے لٹیرے میرٹھ کو خراب کر چکے تو دلی کی طرف مدد مانگنے اور صبح ہوتے
ہی دلی پہنچ گئے۔ کلکتہ کی دروازہ پر آنے کے مکرور وارہ بند۔ یا پابراج گھاٹ کے دروازہ سے گھس شہر میں داخل ہوئے
قتل و غارت شروع کی بہادشاہ جو کئی پشت سے سلطنت کو سلام کیے بیٹھے تھے اور بڑھاپے میں ہمسہا پایا
کا خطاب بھی کھو چکے تھے بے سرو سامان قلعہ کی چہار دیواری میں محصور پڑے تھے۔ ایسی شیر مرغھ کا
کیا کر سکتے تھے۔ کوئی تدبیر بن نہ پڑی آخر شہر میں قتل ہونا شروع ہوا اور قلعہ میں بادشاہ کو اٹھایا

شاہجہاں آباد

گو یہ شہر اپنے بعض قدیمی یا قریب جو اس کی عمارت کے لحاظ سے اب بھی پرانی دولتوں کا یادگار ہے مگر حقیقت میں شاہجہاں بادشاہ کا لگا یا ہوا گلزار ہے بارہویں سال جلوس ۱۶۵۸ء مطابق ۱۶۷۷ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ وزیروں امیروں کی کوٹھیاں نہیں۔ عمدہ عمدہ چوک قائم ہوئے۔ موقوفہ موقوفہ پر حوض بنے نہریں چھوٹیں۔ فوارے لگے۔ لال قلعہ تیار ہوا۔ اس میں مختلف قسم کے عمدہ عمدہ مکانات بنے باغات لگے۔ عالی شان جامع مسجد تیار ہوئی۔ اس کے عقب میں دو پہلو پر دردار الشفا۔ دارالبقا بنے شرقی جنوبی پہلو پر دارالہدے تیار ہوا۔ دارالشفایں بڑے بڑے خاندانی طبیب ملازم رہتے تھے۔ دارالبقا میں طلبہ پڑھتے تھے۔ دارالہدے میں بڑے بڑے کامل استاد علوم کا درس دیتے تھے۔ شہر کی زیب و زینت سے فراغت ہوئی تو شہر بنیاد کی بنیاد پڑی ادل ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے صرف سے کچی بنائی گئی۔ پھر ساڑھے تین لاکھ روپیہ کے صرف سے پختہ کرائی گئی

فصیل

پانچ چھ میل لمبی ہے۔ دیواروں کا عرض چار گز۔ اونچائی کنگروں تک و گز۔ اس میں ستائیس برج ہیں (ہر برج کا قطر دس گز)۔

اور چودہ دروازے تھے ۱۳ شاہجہاں آباد اور ایک بہادر شاہی جن میں سے اس وقت موجود راہگھاٹ دروازہ۔ مسجد گھاٹ دروازہ۔ دلی ڈروازہ۔ ترکمان دروازہ۔ اجیر می دروازہ۔ کشمیری دروازہ۔ کید گھاٹ دروازہ۔ گنجو دروازہ۔ کلکتی دروازہ (یہ دروازہ بہادر شاہ بادشاہ نے بنایا ہے) ان کے علاوہ اور پانچ دروازے ٹوٹ پھوٹ گئے۔

دروازوں کے علاوہ ۱۰ کھڑکیاں تھیں جن میں کل تین کھڑکیاں باقی ہیں۔ فراش خانہ کی کھڑکی۔ اجیر می دروازہ کی کھڑکی۔ گنجو دروازہ کی کھڑکی۔ حال میں آمد و رفت کی سہولت کی غرض سے فصیل توڑ کر دور سے اور نکلنے گئے ہیں ایک دلی دروازہ کے قریب دوسرا ترکمان دروازہ کے قریب اسکے علاوہ نئی نئی سڑکیں بنی ہیں صدر جو کسی زمانہ میں فصیل سے باہر ایک مقام تھا بالکل شہر سے ٹکلیا ہے گویا دریائے جمن سے ہنزورا ڈکے بازہ تک ایک شہر ہو گیا ہے جو قدیم حالت کے اعتبار سے نامی صورت

گرفتار ہو گئے اور ششم عشر شروع ہوتے ہی ملکی انتظام ہونے لگا بادشاہ پر بغاوت کی عانت کا جرم لگا اور
 رنگون بھیجے گئے۔ لوگوں کو شہر میں آنے کی اجازت ہوئی۔ عدالتیں قائم ہوئیں۔ سکارا بار جادی ہوئے
 بعض بعض اوقات جیسے جامع مسجد فتح پوری۔ زینت المساجد۔ لال مسجد۔ سنہری مسجد وغیرہ اور انکی
 جائزادیں شاہی عمارات کے ذیل میں ضبط ہو گئیں۔ تریضیل قلعہ۔ خاص باتار و خانم کا بازار۔ فولاد پورہ
 اور زیر جامع مسجد۔ دارالبقا۔ دارالشفاکہ جو آبادی تھی۔ اور اس میں جب قدر عمارات بنی ہوئی تھیں فوجی آئین
 اور بعض ضروریات کی وجہ سے مسمار کی گئیں۔ لیکن اس موقع پر بھی گورنمنٹ نے ازراہ مہربانی مسلمانوں کی
 ایک بڑے مقدر بزرگ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمہ اللہ علیہ کی مزار کو کمال احتیاط قائم رکھا۔
 معاذین دل و شہر خواہوں کو جاگیر میں تقسیم نہیں شہر میں ہر طرح امن قائم ہو گیا۔ تجارت اور تعلیمی سلسلہ کو
 ترقی پائی اور شدہ شدہ حاکم اور محکوم میں اس درجہ اخصاں بڑھا کہ سترہ لاکھ عین انگلینڈ کے ولی عہد
 بہادر ہندوستان میں آئے تو دلی کو بھی اپنے قدم سے شرف کیا اور دلی والوں نے عموماً خوشی منائی اس کے
 دوسرے سال ملکہ مظفر ہند نے اہل ہند کو اور بھی اعزاز بخشا کہ قیصو ہند کا خطاب اختیار کیا اور اس کے
 جشن کیلئے برائے پایہ تخت دلی ہی کو منتخب کیا۔ اور یکم جنوری سنہ ۱۸۷۷ء کو بڑے دھوم سے دربار کیا اور
 اور پھر ہمیشہ ہندوستان میں ایک نائب السلطنت مقرر ہو کر آثار پنجاب اس زمانہ میں وارڈ گورنر صاحب
 بہادر نائب السلطنت ہندوستان میں موجود ہیں +

جنوری سنہ ۱۸۷۹ء میں پھر غم کی تیز تار گھٹائیں اٹھیں اور ملکہ مظفر قیصر ہند نے دار فانی سے وداع
 تمام عیال اپنے قدیم محسن سرکار کے اخلاقی برتاؤ یاد کر کے مہینوں اٹھ آٹھ آنسو رنی ایک عالم سیاہ پوش
 ہو گیا۔ سب سے زیادہ دلی نے سوگ منایا جو ہزاروں مصائب اٹھا کر اپنی مہربان مادر کی آغوش میں آرام
 سے بیٹھی ہوئی تھی مگر سنہ ۱۸۷۹ء میں شہنشاہ ہند ایدہ پورہ مظہر نے خود ہی آنسو پونچھ دیے اور تخت سلطنت چرم
 رکھتے ہی رعایا پروری شروع کی اور بیچاری دکھیا دلی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں جشن شاہی کا سرور لگایا
 اور اپنی چوٹی کے دربار کے لئے اسی کو منتخب کیا چنانچہ آج کل تیریاں ہو رہی ہیں +

یہاں تک ان بادشاہوں کی سرگذشت تھی جو آج تک دلی میں حکمرانی کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً اپنی نئی عمارتیں بناتے
 اور شہر کو رونق پر رونق دیتے رہے اب شہر کی موجودہ کیفیت اور اس کی باقی ماندہ عمارات کا ذکر کیا جاتا ہے
 جو باوجود سالہا سال گزرنے کے پھر اپنی آن بان دکھا رہی ہیں اور اپنی خوش منظر تعمیر پر آپ ہی غم
 کھا رہی ہیں اور چونکہ موجودہ دلی شاہجہان کی آبادی ہوئی ہے۔ اس لئے اس کو شاہجہان آباد سے
 تعمیر کرنا بہتر ہے +

دو لاکھ اٹھ ہزار تین سو پچاس ہے اس شہر میں دیسی ولایتی سامان پارچہ و آرائش کوشیشہ آلات اور ہر ایک قسم کی اشیاء بکثرت فروخت ہوتی ہیں بلکہ تمام حصہ ملک میں اکثر سامان اسی شہر سے جاتا ہے مسافروں کے واسطے سڑاؤں اور ہوٹلوں کی کثرت ہے سواری کی یہ حالت ہے کہ اس وقت تقریباً چار سو یا پانچ سو گاڑیاں ہر وقت تیار رہتی ہیں جن میں اول درجہ کی چھتیس اور دوم درجہ کی چھتیس اور سوم درجہ کی ایک سو چالیس اور سیکے ۸۸۲ پہلے ۵۵۰ امراء اور سادہ کی سواری کے جانور ایک ہزار ایک سو تراسی روسا کی گاڑیاں پانچ سو ہیں اور اس وقت دربار کے موقع پر تو کیا کہنا ہے ہر طرف گاڑی ہی گاڑی نظر آتی ہے جنگلوں تک میں شہر کا مزہ آرہا ہے۔ شاہجہان آباد اپنی تجارتی حیثیت سے بہت ترقی کر رہا ہے اس میں ہر جنس کی بڑی بڑی میٹھیاں اور ہر صنعت اور حرفت کے بڑے بڑے کارخانہ موجود ہیں۔ جگہ جگہ مسجد جگہ جگہ منار جگہ جگہ دہرم سالہ قائم میں ہر محلہ میں سرائے ہر کوچہ میں شفا خانہ موجود۔ چنانچہ مختلف قسم کی عمارت شہر کا اندازہ نقشہ ذیل سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

سکانات مع دکاکین و چیزہ	۶۰۵۷۶	ہوٹل انگریزی	تقریباً ۸
مشہور بازار	۱۶	دہرم سالہ	تقریباً ۱۰
مساجد	تقریباً ۵۰۰	حمام گرم و سرد	تقریباً ۲۵
گر جا	تقریباً ۷	اسپتال سرکاری	تقریباً ۳
منادور	تقریباً ۳۰۰	مدارس سرکاری انگریزی	۶
سراے	تقریباً ۱۰	مدارس اسلامیہ	تقریباً ۸

بیم تمام شاہجہان آباد اور اسکے متعلقہ شہروں کی سرکار کے مندرجہ ذیل اداروں کے متعلقہ امور میں اپنا نظریہ پیش کرتی ہیں۔

جامع مسجد

یہ عالی شان جہان نما مسجد ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے جو اسکے نیچے چھب چھبائی مسجد اجمری شہید الدین شاہجہان بادشاہ کے حکم سے بنی شروع ہوئی مولانا خان دیوان اٹلے و فاضل خان خاں خاں کو بہ تمام سپرد ہوا۔ کہتے ہیں کہ جو وقت بننا در کہنے کا وقت آیا تو بادشاہ ظل اللہ نے فرمایا کہ اسکی میناد شخص رکھے جکا نجد اور کبیر اولی کہی قضا نہیں ہوئی ہو۔ یہ سنکر سبہوں نے گردنیں چکالیں اور کچھ جواب نہ دیا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو بادشاہ نے فرمایا کہ انکو مدد مجھ میں یہہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج راز افشا ہوتا ہے۔

بدلی نظرانی ہے نہ

چنانچہ اب یہ شہر تجارت کی توسیع اور ریلوں کے اجراع اور حرفت اور صنعت کی مشینوں اور کارخانوں کے قیام اور دیگر مختلف وجوہات سے دن بدن بفضلہ تعالیٰ گورنمنٹ انگلینڈ کے عہد میں یہ روز افزوں ترقی کرنا جاتا ہے۔ اسکے بازار بہت وسیع عمارتیں نہایت رفیع گلیاں صاف کوچہ شفاف دکائیں خوش قطع و دکاندار باوضع جگہ جگہ نئی جاری ہندوں کی آبپاشی تجارت کی گرم بازاری عالموں کا معدن عالموں کا مخزن امیروں کا نادر اور عزیزوں کا لمبا غرض جو ان سے نرالی ہے جو بات ہے مکسالی ہے حضرت جد امجد مولانا محمد و مناشاہ عبدالعزیز میث خاوقی دہلوی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے :

<p>بیت مسجد میں شکر اندر ایسے سید بوند کہ میں آپ قد علیا بایں خودی شہر بیت بابین و ترغیب می کی در سے سید بوند انہا ز خلد جنرت فی اسئل الخرف جیسے جنت کی لہروں کے نیچے ہرین</p>	<p>علی الیلا و دکانانہ من شہر پراوکی نعت اور اسکے شرف سے ستار قافت بلا و انوری جن و منقبتہ تمام شہروں سے عزت اور منقبتہ کی گلی خلقا و خلقا بلا عجب و کلا صلف خلق اور خلق دونوں میں عجب و غرہ سے بری کہ مشہور و خیرت فیہا منادۃ بیت مسجد میں شکر اندر ایسے سید بوند کہ میں آپ قد علیا بایں خودی شہر بیت بابین و ترغیب می کی در سے سید بوند انہا ز خلد جنرت فی اسئل الخرف جیسے جنت کی لہروں کے نیچے ہرین</p>	<p>یا من یسائل عن دہلی و قوتہا اسی شخص جو دہلی کے حالات اور دیکر بانہا دتہ و انجل کالصدت اور دہلی مٹی پر اور تمام شہر ایسے میں جیسے یہ سکا تھا جمال اکامرض قاطبہ اسکے شہر والے زمین کی خوبصورتی اور کہ نفع عینہ الا عنہ النصف گنت گنا خوبصورتی کا وہاں ہی نظر پڑے گی لا عنہ وین ذینت اللہ نیا زینتہا اگر دنیا اور کسی زمین کی تو تجویز کیا ہے</p>
--	---	--

چونکہ اس سرزمین میں دارالسلطنت بننے کی قابلیت کچھ خاص طور پر خدا تعالیٰ نے رکھی ہے۔ ایسے کیا عجب ہے کہ عیساکثر مشہور ہوتا رہتا ہے کہ حضور الیراسے بہادر کا صدر مقام دہلی قرار پائیگا یہ شہر ہی دارالسلطنت بننے کی عزت حاصل کر کے اپنے زمرستہ سچاس سال کی تلافی یافت کر دے اسوقت اس شہر کا رقبہ ۱۲۷۷ مربع میل ہے اور حد و دار لوجہ اس ضلع دہلی کے حسب ذیل شمال میں کرناں جنوب میں گڑگانوہ مشرق میں دریاے جمن مغرب میں رہنک اور خاص شاہجان آباد کی آبادی

(۳) کوئی امر شورش کا اندر دل مسجد کہ موجب تحقیق و امانت یا بدخواہی سرکار ہونے یا کج
 اگر اتفاقاً کوئی بات قرع میں آئی اور ہمارے تدارک و اختیار سے باہر سوس کی طلاع
 بحضور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کرینگے *

(۴) مرمت شکست و ریخت کی کرتے رہینگے اور حساب و کتاب کرایہ دوکانات و تہ بازار کی
 وغیرہ مال وقف کا بخوبی درست رکھینگے *

(۵) منجملہ ہم مہتمان کے جو کوئی کم ہو جائے کسی سبب سے تو اس کی جگہ دوسرا بہ تجویز خود
 مقرر کرینگے *

(۶) اقرار کرتے ہیں کہ اگر خلاف مرضی سرکار کوئی امر منظور میں آئے تو سرکار کو اختیار
 کہ دروازہ مسجد بند کر دے *

المرقوم ۲۴ - نومبر ۱۹۶۱ء

محمد حسین	محمد صدر الدین	محمد ابراہیم
محمد حسین	نصیر الدین	تراب علی
محمد تفضل حسین	محبوب بخش	حافظ محمد امین
		بقلم تراب علی

ہدایت

(۱) بعد نماز پڑھنے کے سب آدمی مسجد سے باہر چلے جائیں *

(۲) کوئی شخص رات کو مسجد میں نہ رہے سوائے موزون اور امام مسجد کے *

(۳) قوم ہنود اندر مسجد کے جاویں کچھ مزاحمت نہیں۔ مگر ادبے جاویں *

(۴) امیران صاحب سول ڈپٹی و دیگر صاحبان انگریز کو اجازت اندر جانے کی ہے کچھ
 جوتا اتارنے کی احتیاج نہیں ہے الا امید ہے کہ کنگا ساتھ ہوگا اور چرٹ وغیرہ رہینگے *

(۵) گورہ لوگ فوج کے اندر نہ جانے پانینگے۔ بلا پاس امیر کمان یا صاحب ضلع کے *

(۶) دو دو سنتری دو دروازہ پر متعین رہینگے۔ بطرف جنوب و شمال اور ان کی تنخواہ ڈھ

آج راز افشا ہوتا ہے۔ اور پھر شریف لاکر بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ پانچ ہزار راج مزدور بیلدار۔ سنگتراش۔ ہر روز کام کرتے تھے۔ اس پر ۶ برس میں تیار ہوئی۔ دس لاکھ روپیہ صرف مزدوری میں صرف ہوا۔ پتھر کی قیمت اس میں شامل نہیں ہے۔ سنہ ۱۸۰۱ء کے پتھر ہر قسم کا راجاؤں اور نوابوں نے بادشاہ کی نذر کیا تھا۔ جب بن کر تیار ہو گئی عید الفطر قریب تھی۔ میر عمارت کو حکم پہنچا کہ عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھینگے۔ ہزاروں من مٹی بڑا ہوا۔ جگہ جگہ پاٹریں بندھی ہوئیں اتنی جلدی مسجد کا صاف ہو کر آراستہ ہو جانا بالکل غیر ممکن تھا۔ فوراً حکم سلطانی پہنچا کہ جو چیز جس کوٹے اٹھائے جائے پتھر کیا تھا ذرا سی دیر میں مسجد صاف ہو گئی تنگہ تک باقی نہ رہا۔ اسی وقت جھاڑ پونچھ فرش فروش کر دیے گئے دیکھتے دیکھتے شیشہ و آلات سے آراستہ ہو کر اچھی خاصی دلہن بن گئی حضور میں عرضی گذری کہ مسجد آراستہ ہے۔ صبح عید یعنی نماز کا وقت ہوا قلعہ میں شادیاں لہنے بیٹھنے لگے حضور کی سواری نکلی۔ قلعہ کے دروازہ سے مسجد کے شرفی دروازہ تک سواروں کی قطار۔ آگے آگے نقیب و جویدار پہنچے پچھلے شہزادگان و الائبانہا بیت ترک و احتشام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ چار طرف سے لوگوں کا ہجوم ہوا۔ سجد بھر گئی دو گانہ ادا کیا۔ شہر میں عید منائی گئی +

اب مسجد میں پنج وقتہ جماعت ہونے لگی۔ امام مؤذن قرآن و غیرہ سب بادشاہ کی طرف سے مقرر ہو گئے مسجد جنت کا کلر این گئی۔ شاہ جہان کے بعد ہر بادشاہ کے زمانہ میں جامع مسجد پر وہی جو بن رہا۔ مگر سنتے ہیں کہ حضرت ابو ظفر بہادر شاہ کے وقت میں کچھ بے عنوانیاں ہونے لگیں۔ عذر میں مسجد ضبط ہو گئی نماز بند ہوئی پہراچو کی قائم ہوا۔ کئی برس یہی حال رہا اس کے بعد ۱۷۶۷ء میں گورنٹ انگریزی نے ازراہ مہربانی مسلمانوں کے استدعا سے اس قرار نامہ پر داکذاشت فرمائی اور دس ممبر مقرر کئے گئے۔ اور ایک ہدایت روازہ میں چسپاں ہوئی

نقل قرار نامہ مہتمماں مسجد جامع

ہم اشخاص مفصلہ ذیل جو باتفاق ہمد گزرتیم جامع مسجد قرار پالے ساتھ کمال شکر گزار ہی ہر کا ابد پائند انجوشی و رضا و رغبت اقرار کرتے ہیں +

(۱) یہ کہ ہم لوگ ذمہ دار ہیں کہ کچھ ڈنگا و نسا و مسجد میں نہ ہونے پائیکا +

(۲) اگر کوئی مقدمہ متعلقہ مسجد کی بابت واقع ہو تو ہم بطور خود اس کا فیصلہ کریں گے +

چونکہ اپنے معابد میں یہی جو تاپنکر جلتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کو اسکی اصلاح کا خیال آیا تھا جو وقت مسلمانوں نے مؤذبانہ طور پر حضور دایسر لے بہادر سے اس امر کی بابت استدعا کی حضور مدنی نے بکمال الطاف شانہ اور مہر و احسان و اہم منظور فرمایا۔ اور ہنگام ورود دہلی داخلہ مسجد کے وقت سب سے پہلے خود ہی جوتے پر موزہ چڑھانے کی عملی کارروائی یہی فرمائی۔ مسجد میں تشریف لے گئے۔ دو روز یہ عنایت فرمائے۔

ابستہ مسلمانوں کی عرضداشت یا حکام وقت کی تعظیم میں اس قدر سہوا غلطی رہ گئی کہ وہ شاید مسجد کے صرف سقف حصہ کو اصل مسجد سمجھ گئے۔ اس بنا پر مسجد کے صدر حصہ کے سقف مقامات میں موزہ چڑھانے کا قاعدہ جاری ہوا۔ اور باقی صحن مسجد اور گرد کی عمارتیں جو صدر ضلع کی طرح داخل مسجد میں اس عمل درآمد سے مستثنیٰ نہیں۔ لیکن امید ہے کہ جلد تریہ غلط فہمی رفع ہو جائیگی۔ اور ہمارے منصف مزاج ہر دل عزیز و ایسر لے بہادر اس کی اصلاح فرما کر مسلمانوں کے دلوں کو پورے طور پر خوش فرمائینگے۔ اس وقت یہی دستور العمل جاری ہے۔ ممبروں کی تعداد وہی دس ہے۔ تمام انتظام بیت خوبی سے ہوتا ہے۔ ہر ممبر علاوہ ذاتی شرافت اور آبائی عزت و ریاست کے نہایت لائق۔ معاملہ فہم۔ جزورس۔ دوراندیش۔ امانت دار۔ خیر خواہ سہو کار ہے۔

ممبران کمیٹی تنظیم جامع مسجد دہلی

- ۱۔ شاہزادہ ثریا جاہ مرزا کیوان شاہ بہادر گورگانی اور نیری مجتہد ضلع دہلی۔
- ۲۔ نواب فیض احمد خان صاحب رئیس دہلی۔
- ۳۔ خان صاحب غلام محمد حسن خان۔ بی۔ اے۔ مینونپل کمنشنر ضلع دہلی۔
- ۴۔ مولانا حاجی سید احمد صاحب امام مسجد جامع دہلی۔
- ۵۔ خان صاحب حکیم ظہیر الدین خان اور نیری مجتہد ضلع دہلی۔
- ۶۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خان اور نیری مجتہد ضلع دہلی۔
- ۷۔ خان بہادر ڈپٹی آئی جی صاحب الس پریسڈنٹ مینونپل کمیٹی دہلی۔
- ۸۔ منشی کرم اللہ خان صاحب رئیس دہلی۔
- ۹۔ منشی حکیم احمد سعید خان صاحب مینونپل کمنشنر دہلی۔

مہتمان مسجد کے ہوگی۔

یہ ہدایت نامہ واسطے آگاہی جملہ کان خاص و عام کے چپان کیا گیا ہے دروازہ مسجد پر تاکہ اس ہدایت مندرجہ بالا کے موجب عمل درآمد ہے اور جو کوئی خلاف اسکے کرے گا اس سے موجب مواخذہ کا ہوگا۔

۲۷۔ نومبر ۱۹۶۲ء

مسجد کے واگذاشت ہونے کی خوشی ایسی خوشی نہ تھی کہ صرف شاہجہان آباد میں محدود رہتی بلکہ تمام ہندوستان اور اطراف ممالک میں اسکا عمدہ اثر پیدا ہوا اور بچہ بچہ سرکار کے اقبال کی مانگنے لگا۔

اور وہ اندرونی کدورت جو نااہلوں کے اغوا سے دلوں کو سیاہ کرتی تھی صفائی سے بدل گئی ہر شخص محبت کا دم بہرنے لگا۔

گر ہدایت کی دفعہ ۴ جو حقیقت میں دلوں کی پر تال کا برقی آلہ اور انکے خیالات کی جانچ کا فوری معیار تھا لوگوں کا دل دکھائی رہتی تھی گو اپنے قدیم محسن کے ہزاروں لاکھوں جہانوں کے سامنے کوئی لب نہ ہلاتا تھا۔ مگر حقیقت میں اس امر کو تمام مسلمانان نہایت مکروہ خیال کرتے تھے لیکن اس امر کی اصلاح و دفعہ ادیہی ایک ہمایوں وقت اور مبارک دن پر منحصر تھی۔ وہ مبارک دن وہ ہے جس میں ہزار اکسلنی لارڈ گزن صاحب بہادر و ایسرے ہندوستان ہو کر آئے۔ اور آنے سے پہلے شانہ الطاف کا نہ برسانا شروع کیا جس سے ہندوستان کی مردہ زمین ہری ہری ہو کر سبزہ رخسار پر ہز آنے لگیں۔ تحقیق

فرقت میں ہے میں نے صلیب کے بادبھا روٹ ہماری خزان ہے

جو وقت آپ نے ہندوستان میں قدم رچھنڈیا ۱۹۵۹ء میں قیدی دارالمخلافہ کا عزم فرمایا۔ مہینہ پراخلاق۔ یسرہ پراخلاق۔ پیچھے پیچھے شانہ الطاف کی بٹنیں۔ اقبال نقیب۔ شوکت جو بدار۔ روشن ضمیری مشعل بردار نہایت شان و شوکت سے تشریف لائے اور آتے ہی سیحانی کی چمک دکھائی۔ مردہ دلوں میں روح دوڑائی۔ سابق ہدایت کی ترمیم فرمائی۔ خانہ خدا کی تعظیم فرمائی۔

وہ سلامت ہیں ہزار بربہر برس کے ہون جن چاس ہزار

اس وقت تک یہی یہ ضابطہ کسی امانت یاد شکنی کی عرض سے جاری نہ تھا بلکہ عیسائی لوگ

مجمع کی اجازت ہے اور بلا اجازت کمیٹی منظم مسجد کے اندر وعظ کی بھی اجازت ہے۔
 (۱۰) دروازہ نمبر شمالی اور جنوبی پر دو کانسٹیبل تعینات رہینگے اور ان کی ذمہ داری ہوگی
 کہ ان قواعد کی تعمیل ہوتی رہے۔

تخط

د صاحب ٹی کشنر بہادر صاحب دہلی

مورخ مکیم جنوری سن ۱۹۰۶ء

کل آمدنی جائیداد مسجد کی تقریباً دو ڈھائی ہزار ہے اور اسی کے قریب قریب شیخ ہے
 متفرق آمدنی جو روضہ ساغیرہ سے ہوتی ہے مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف ہوتی رہتی ہے چنانچہ
 نواب کلب علی خان صاحب بہادر مقصورہ الی ریاست رامپور نے ایک لاکھ پچاس روپیہ سن ۱۸۸۶ء
 میں مرحمت فرمایا جس سے تمام مسجد کی مرمت اور پالش ہوئی سن ۱۸۸۷ء سے شروع ہوئی سید زمان شاہ
 صاحب نگران ہے سن ۱۹۰۶ء میں ختم ہوئی۔ بہاولپور کے روپیہ سے مینار درست ہووے علیہذا القیاس
 مسجد کا کل سرمایہ ایک معتبر کوٹھی میں جمع رہتا ہے۔ اور تمام دفتر اور کاغذات مسجد کے
 جنوبی دروازہ کے متصل حجرہ میں رہتے ہیں۔
 اس مسجد کی کرسی اتنی اونچی ہے کہ اس پاس کے دو منزلہ مکانات کی چھت اور اس کا
 صحن ہم سطح ہیں اس کے تین

گنبد

ہیں نہایت خوبصورت اور کلاں ۹۰ گز طول ۳۰ گز عرض میں دو طرف دو مینار
 نہایت بلند ہر مینار میں ایک سو بیس سیرھیاں ۱۰۰ بارہ دری کی برجیاں جن پر بیٹھ کر وہ
 دور کا عالم نظر آتا ہے۔ تمام شہر ایک کٹورا سا دکھائی دیتا ہے۔ سبزہ کالہمانا دریا کالہ مانا
 عجب لطف دکھاتا ہے۔ گویا ہر مینارہ جہاں نمازین جاتا ہے۔

سنا گیا ہے کہ استاد نے ان میناروں کو اس صنعت سے بنایا ہے کہ اگر اتفاقاً کوئی مینار
 گرے تو صحن میں گرے جو مسجد کی اور عمارت کو ذرا ضرر نہ پہنچے۔ چنانچہ دو دفنوں کے تجربہ سے یہی
 ثابت ہوا اول میناروں کو اندر مرقہ کے عہد میں شمالی مینار پر بھیجی گئی جس سے وہ اور اس کے
 نیچے کا فرش دو ٹوٹکتہ ہو گئے مگر اور عمارت کو ضرر نہیں پہنچا سرکار دولتمدار نے
 اپنے صرف سے مرمت کرائی دوسری مرتبہ سن ۱۸۹۵ء میں جنوبی مینار پر بھی گری جب

(۱) حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی۔

تختہ دستور عمل متعلقہ مسجد جو دروازہ پر آویزاں رہتا ہے

(۱) بچر خادمان مفروضہ مؤذن اور اُن اشخاص کے جن کو کمیٹی منتظمہ خصوصیت کے ساتھ اجازت دے کسی اور شخص کو رات کے وقت مسجد کے اندر رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۲) تمام اہل یورپ کو جو مسجد کے دیکھنے کے واسطے جائیں چاہئے کہ مسجد کے اُس حصہ میں جو بشکل گنبد مغربی سمت چوک میں واقع ہے داخل ہونے سے پیشتر اپنے بوٹوں پر غلاف چڑھالیں جو اُن سیڑھیوں پر بلینگے جن کے ذریعہ سے اُس حصہ میں اندر رفت ہوتی ہے۔

(۳) سپاہیان اہل یورپ (گورہ، کوبلا پاس کمان انسر یا دفتر ریگڈر کے مسجد میں جانے کی اجازت نہوگی۔

(۴) کسی باشندہ ایشیا کو جو مسلمان نہ ہو بلا حصول پاس جو ڈپٹی کسٹنر بہادر یا منتظم کمیٹی نے عطا کیا ہو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

ایسے آدمیوں کو دربان بتائیگا کہ پاس کہاں سے ملیگا۔

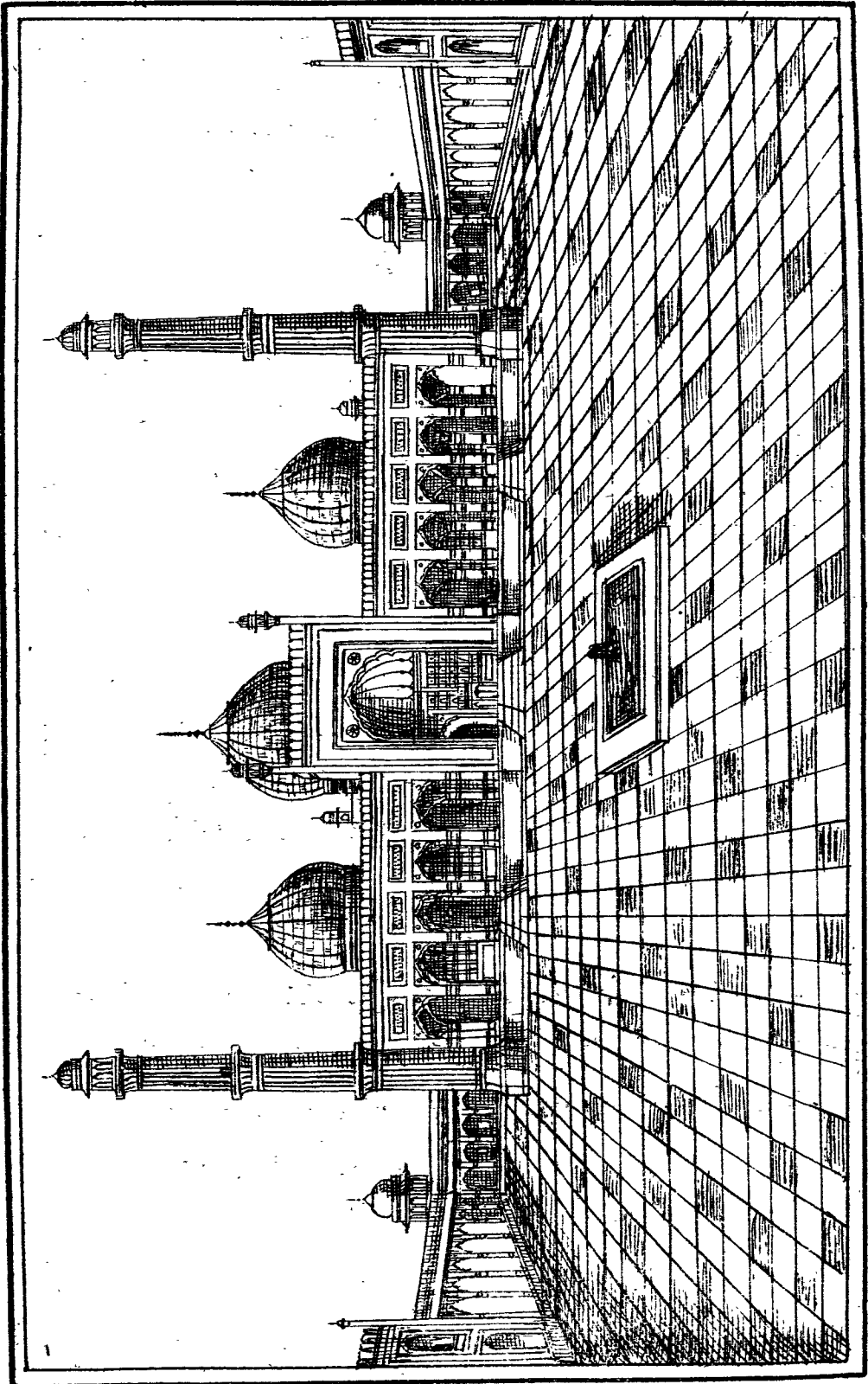
(۵) مسجد کے اندر حقہ پینے کی اجازت نہیں۔ سیرکنندگان کو۔ ستار۔ حقہ۔ ساز۔ سرود۔ دباجر، اور ایسی دیگر اشیاء کہ جو برے اصول اہل اسلام ناجائز ہوں مسجد کے اندر لیجانے کی ممانعت ہے۔

(۶) جو اشخاص مسجد کے اندر عکس اُتارنا چاہیں اُن کو لازم ہے کہ کمیٹی منتظمہ سے خاص اجازت حاصل کر لیں۔

(۷) سیرکنندگان کو چاہئے کہ جو اہل اسلام نماز میں مشغول ہوں اُن کے سامنے سے نہ گزریں اور نہ اُن کے آگے کھڑے ہوں اور نماز کے وقت شرعی حصہ مسجد میں ٹھہرے ہوں۔

(۸) مسجد کے اندر کرسیاں یا بیچ لیجانے کی بلا اجازت منتظم کمیٹی کی ممانعت ہے۔ اور اگر کسی تقریب میں اجازت حاصل کرنے کے بعد لے جائی جائیں تو بجز ختم ہونے اہل تقریب کے جس کی وجہ سے اجازت دی گئی تھی اُن کو وہاں سے علیحدہ کر دینا چاہئے۔

(۹) مذہبی بحث کی مسجد کے اندر اجازت نہیں ہے۔ نہ سوا سے اغراض نماز کے اور کسی



جامع مسجد کائنات اندلس

بھی اور عمارت محفوظ رہی۔ اور لو اب صادق علیخان صاحب بہادر درخوم والی بہاولپور نے چودہ ہزار روپیہ کے عطیہ سے اس کی مرمت کرائی۔ گویہ مینار فخر وطنی شکل کے بنے ہیں۔ مگر صانع نے ایسی تقسیم کی ہے کہ بیچے کھڑے ہو کر دیکھے تو بیچے سے اوپر تک کیساں گولائی نظر آتی ہے۔ ہم اس جگہ مسجد کا اندر سے نقشہ دیتے ہیں۔ جس سے مسجد کا حسن۔ میناروں کی بلندی۔ گنبدوں کی گولائی صحن کا لطف۔ حوض کا نظارہ یہ تمام باتیں نہایت خوبی کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں۔

نماز خوانی کا دالان

جس پر تین گنبد ہیں۔ فرش سے تقریباً تین ہاتھ اونچا کرسی دار نہایت دلچسپ بنا ہے سنگ مرمر کا فرش اس میں سنگ موٹے کی مصیٹے نما تحریریں ۹۸۹ مصیٹے۔ دیواروں میں قد آدم سنگ مرمر اس میں سنگ موٹے کی دھاریاں اوپر تمام سنگ سرخ اس میں سنگ مرمر کی سچی کاریاں۔ خالص سنگ مرمر کا ممبر پاکیزہ منظر اندر کوسات محرابیں دائیں بائیں دو دو در کھلے ہوئے نئے نئے جا لیدار خوبصورت کھڑے لگے ہوئے باہر کے سرخ صحن کی طرف گیارہ محرابیں۔ بیچ میں پیش طاق بند دائیں بائیں پانچ پانچ محرابیں ان پر کتبے لگے ہوئے جن میں بادشاہ کا نام تاریخ تعمیر زر مصارف کندہ۔

کتبہ در اول شمال کی طرف سے

بفرمان شہنشاہ جہان بادشاہ زمین و زمان گیہان خدیو کشورستان گیتی خداوند گردون
توان موسس قوانین عدل و سیاست مشید ارکان ملک و دولت بسیار دان عالی فطرت
قصا فرمان قدر قدرت فرخندہ رائے خجستہ منظر فرخ طالع بلند اختر آسمان حشمت انجم
سپاہ خورشید عظمت فلک بارگاہ

کتبہ در دوم

مظہر قدرت الہی مورد کرامت نامتناہی مظہر کلمات اللہ العلیا مروج اللہ الخنیفۃ البیضاء
ملجأ الملوک و السلاطین خلیفۃ اللہ فی الارضین الخاقان الاعظم و القان الاجل

و طیب ہوا کے روح افزا لہجہ از روئے رضوان حکایت کردہ و عذوبت ما ذمین حوصن
 و نشین لطافت آمائش از چشمہ سلسبیل غیر دادہ در روز جمعہ دہم شہر شوال سال ہزار و
 شصت ہجری موافق سال چہارم از دور سوم جلوس سہنیت ما دوس بساعت مجستہ *

کتبہ در ششم

و طالع ثنایا تہ ابتنا و پیرایہ تاسیس یافت و در عرض مدت شش سال بحسن سعی کار
 پردازان کاروان کار گزار و فرط اعتقاد و اہتمام کار فرمایان صاحب اقتدار و بذل چہ
 جہد استادان ماہر و دانشور و دفور کوشش ہمیشہ کاران چابک دست صاحب ہنر و
 اتفاق مبلغ دہ لکھ روپیہ صورت انجام و طراز اختتام پذیرفت و مقابله اتمام
 در روز عید فطر

کتبہ در ہفتم

بفرمود اقدس بادشاہ ظل اللہ صافی نیت خدا آگاہ زیب و زینت گرفت و اقامت
 نماز عید دادا کے و طائف اسلام چون مسجد الحرام در روز عید الضحیٰ مرجع طوائف انام گردید
 و مبانی اسلام و ایمان را امتانت و رصانت کرامت فرمود و سیاحان راج مسکون و مساکن رفت
 کوہ و کاموں سا آراستہ عمارتے باین رفعت و حصانت در آئینہ لبر *

کتبہ در دہم

و مرآت خیال ترسم نگشتہ و حقائق گزاران و قائل و مہر و فکر تہ پردازان نظم و نثر را کہ سوانح
 نگاران بدلئے ارباب ملک و دولت و صنائع شناسان اصحاب کتب و قدر تند افزائتہ بنا کے
 باین شکوہ و عظمت بر زبان قلم و قلم زبان نگذاشتہ فرزندہ کاخ ہستی و طرازندہ مبنی و سستی بیا
 بیان رفیع را کہ قرۃ العین ہمیشہ عزیزت بخش کارخانہ آفرینش است *

کتبہ در یازدہم

پاندارد کشتہ صد لے قبیح میجانش را ہنگامہ آراے ذاکران مجامع ملکوت و زفر مرہ

الاکرم ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحب قرآن ثانی شاہجامان بادشاہ غازی لازالت رایات
دولتہ منصورہ واعداء خضرہ مقصورہ کردیدہ بصیرت حق بینش ارشیشہ انوار ہدایت
انما یعمر مساجد اللہ +

کتبہ در رسوم

من آمن باللہ وبالیوم الآخر مستیرست و آئینہ ضمیر صدق گزینش از اشعہ بدستگاہ روایت
احب البلاد الی اللہ مساجد فرخ پذیردین مسجد کوه اساس گردوں حماس کہ کر میرہ المسجد المس
علی التقوی بیان بنیان پائدار دست و مینہ والعی فی الارض و ما سواہن تمہید یک کتاب الیوان استوار
قبہ فلک شاننش از طبقات آسمان گذر شستہ و شرف و طاق سپہر نشاننش با وجہ کیوان پرستہ

کتبہ در چہارم

کز طاق و قبہ و مقصودہ افش جمعے نشان
فرود بودے قبہ گردوں نبودے ثانیش
فرخ شمرہ پیش طاق جہاں نمایش روشنی بخش مصابح سموات پر و کلس گنبد عالم آرا
نور افزاے قنادیل جنات منبر سنگ مرمرش چون صخرہ مسجد اقصیٰ امر قات +

کتبہ در پنجم

مقام قاب قوسین او ادنیٰ محراب فیض گترش مانند صبح صادق کشادہ پیشانی بشارت سال
و لقا جبار ہم من بہم اللہ سے ابواب رحمت آمالش صلاے و اللہ بی عوالی عازا السلام بمساجد خاص
و عام رسانیدہ - منار سپہ مدارش ندایے و یجزی الذین آمنوا بالحقنہ از نذہ رواق گنبد فرخ و ز فام
گذرانیدہ بوقف رفیع باصفایش تماشا گاہ روحانیان کرہ اخلاک +
(در ششم بر یاد دی بخط طغرا لکھا ہے)

کتبہ ہفتم

صحن وسیع و دلکش انش مسجد گاہ پاک نژادان معمورہ خاک روح فضائل فیض انما

کوثر محمد رسول اللہ صلعم ﷺ

رسول مدیدہ اند آجاولی و اہل اللہ بجاست گزشتہ دین سنگ ہم زیارت گاہ
 نیک سال بتحسین آفرین ہاتھ بگفت خاطر جالے نشست رسول اللہ
 بانی جاسے ادب محمد حسین محل بادشاہی

میچ میں خوبصورت خواہ اس میں رہٹ کے کنوئیں سے پانی آتا ہے جو مسجد کے شمالی
 دروازہ کی طرف واقع ہے۔ باوجود اتنی اونچائی کے پانی بہت خوبی کے ساتھ فرش کے
 نیچے نیچے چلا آتا ہے +

جنوبی شمالی شرقی

تین دروازے ہر دروازہ شاندار ہر دروازہ کے دائیں بائیں دو دو دالان بیچ میں ایک
 ایک حجرہ۔ درو دیوار میں تناسب طاق و محراب میں تقابل کنگر و مرغولہ میں تطابق چاروں
 کونوں پر چار برج نیچے چار چار دروازہ کے حجرے غرب کی جانب شمالی برج کے حجرہ میں
 حافظ امیر الدین صاحب تشریف رکھتے ہیں اسی جانب جنوبی برج میں امام صاحب کاشمین
 ہے۔ شرقی جانب شمالی برج کے پاس ایک خوشنما قبہ میں

آثار شریف

میں جس میں حسب ذیل تبرکات بیان کرتے ہیں۔ نشان قدم شریف۔ کفش مبارک
 جبہ شریف۔ موے ریش مبارک۔ چند پارہ قرآن نوشتہ حضرت حسینؑ۔ قرآن
 شریف کامل محررہ حضرت علیؑ +

یہ قبہ جس میں آثار شریف رکھے ہیں حضرت ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ مخدوم کی یادگار

شرقی دروازہ

یہ دروازہ جنوبی شمالی دو نو دروازوں سے بڑا ہے۔ بادشاہ جب قلعے سے تشریف لاتے
 تھے تو اسی دروازہ سے آتے تھے اب تک یہی دستور ہے کہ ویراے منہ جب کبھی مسجد

تہلیل ہمدلائش رانشاط افزای سر مستکفان جوامع جبروت دار اور دروش منابر معمورہ بہا
را بظہیر دولت جاوید طراز این بادشاہ و داد گردین پروردگار کہ بیا من ذات مقدس مبارکش
ابواب امن و امان بردوسے روزگار کشادہ است آراستہ دالاد بحق الحق و اہلہ۔
کتبہ نور اللہ احمد۔

پیش طاق

باوجود اس قدر بند ہونے کے نہایت خوشنما کشیدہ اور تنا ہوا۔ اس پر یا نادمی کا
دل فریب طغرا بنا ہوا آگے سنگ باسی کا +

مکبر

چونکہ مسجد میں نمازیوں کی کثرت مور و مخ سے زیادہ ہوتی ہے خصوصاً االودع میں تل
دھرنے کی جگہ نہیں ملتی ہے۔ مسجد۔ صحن و الاان۔ چھتیں۔ چھجے۔ برج سب بھر کر تمام ٹکڑیں
رک جاتی ہیں۔ تکبیر کی آواز نہیں آتی ہے دو چار صفوں میں گونج کر رہ جاتی ہے۔ اس لئے
شہزادہ سلیم ابن معین الدین اکبر نے یہ مکبر بنوایا جس وقت مکبر اس پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر
کہتا ہے روٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دل لرز جاتے ہیں نقشہ مِنَ الْجَنَّةِ کا سماں بندھ
جاتا ہے و $\text{جَلَّتْ قُلُوبُهُمْ}$ کا نقشہ کھنچ جاتا ہے +

صحن

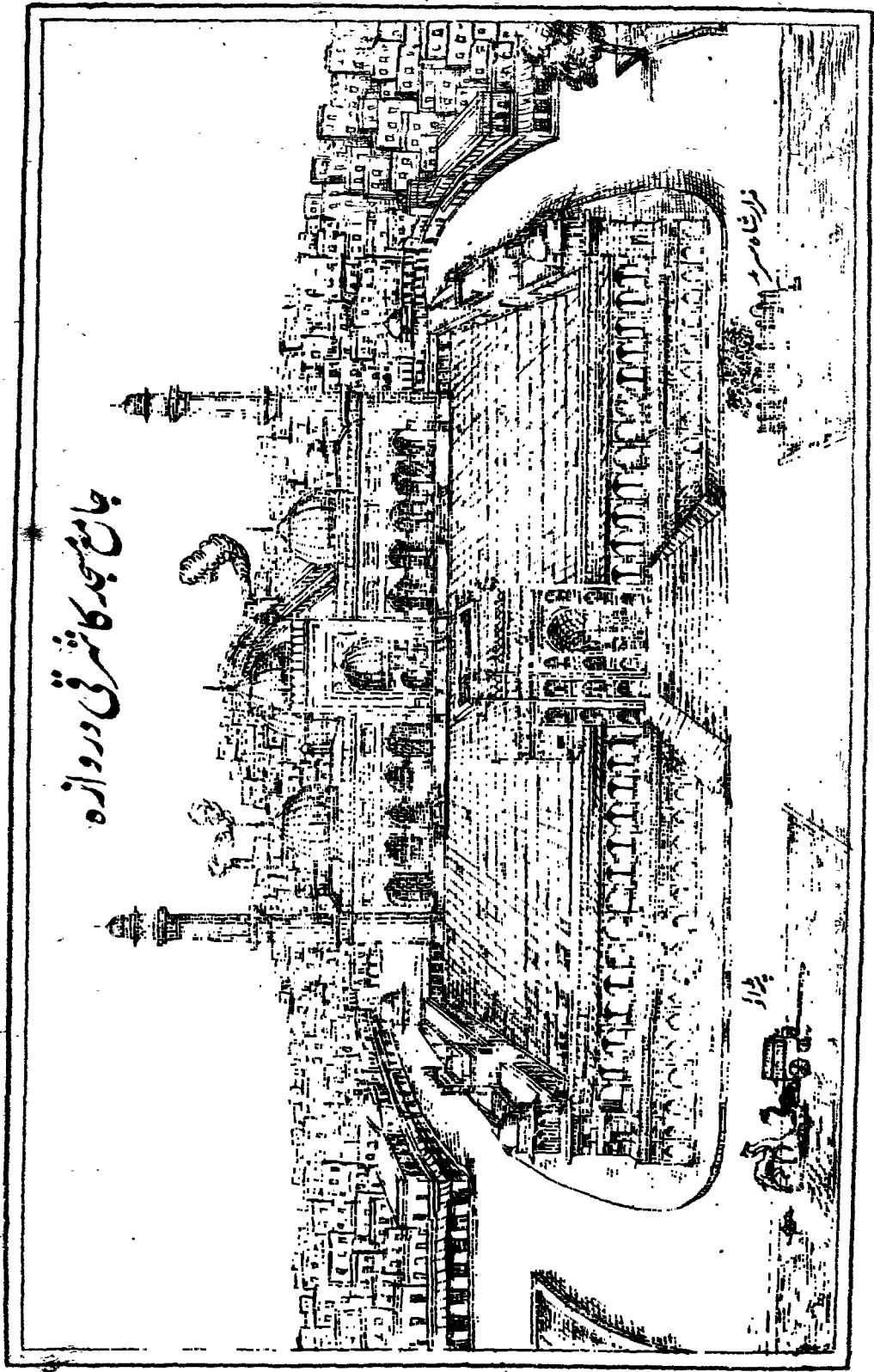
تمام سنگ سرخ کا نہایت وسیع اور دلکشا۔ ایک سو چھتیس گز عرض و طول اور باوجود
اس قدر وسعت کے ڈھلاؤ ایسا عمدہ کہ کہیں نشیب و فراز نہیں معلوم ہوتا۔ اور برسات میں
ایک قطرہ تک پانی کا نہیں ٹھہرتا بیچوں بیچ صحن کے فرش سے ایک ہاتھ اونچا۔

حوض

نہایت خوشنما پندرہ گز سے بارہ گز خالص سنگ مرمر اس میں سنگ موسے کی تحریریں
چاروں کونوں پر چار لال ٹینیں ایک گوشہ غزنی پر چھوٹا سا سنگ مرمر کا کھڑا

* محترمین محلے نے اس جگہ بظرف مہم کوششوں کے دیکھا تھا اس لیے یہ کھڑا بنوا دیا ہے یہ اشعار اس پر کندہ ہیں +

جامع مسجد کا شرقی دروازہ



دروازہ

۱۱۱

کی زیارت کو آتے ہیں تو اسی دروازہ سے تشریف لاتے ہیں۔ اس میں گئی حجرے نہایت خوبصورت بنے ہوئے ہیں اور ایک عالیشان مکان ادھر ادھر تین دالان مسجد کی طرف ایک چھوڑکے جس میں اکثر حکام آکر بیٹھے ہیں سڑک کی طرف دائیں بائیں دو دو چھوڑتین تین دروازہ کے اوپر نہایت خوشنما چھوٹی چھوٹی برجیاں +

اس دروازہ کے آگے روزانہ چار گھڑی دن سے چوک لگتا ہے۔ اس میں ہر قسم کا جانور فروخت ہوتا ہے۔ کبوتر۔ ٹیٹر۔ ہال۔ پیری۔ بئے وغیرہ بیچروں میں نظر آتے ہیں۔ نوجوان لڑکے بیچنے ہاتھوں میں لئے نئی نئی آدازیں لگاتے ہیں۔ اس دروازہ کی جانب ۳۵ میٹر حیاں ہیں۔ میٹرھیوں پر کھڑے ہو کر دیکھے جامع مسجد کا چکر چھوڑ کر تین سڑکیں نظر آتی ہیں ایک وہ جو جامع مسجد سے سیدھی قلعہ میں چلی گئی ہے دوسری جنوبی سڑک جو میدان پر پٹ چھوڑ کر آبادی کے پاس پاس نواب صاحب پاٹودی کی مسجد کے برابر ہوتی ہوئی دریا گج کو چلی گئی ہے تیسری شمالی سڑک ہے جو شفا خانہ کے پاس ہوتی ہوئی چاندنی چوک جانے والی سڑک میں جا ملی ہے اس موادہ کا حسن اور سڑکوں کی روشن نقشہ سے ملاحظہ فرمائیے +

مزار ہرے بھے صفا و صوفی سڑ

شرقی دروازہ کی میٹرھیوں سے نیچے اتر کر کسی قدر شمال کی جانب لب سڑک نیم کے درخت کے نیچے صوفی سرد کی سرخ رنگ کی قبر ہے اور ان کے سرٹانے شاہ ہرے بھے صفا کا سبز رنگ کا مزار ہے۔ دونوں صاحبوں کی بابت زبانی خبریں بہت کچھ مشہور ہیں۔ مگر تحقیق حال کسی جگہ سے نہیں ملا +

کہتے ہیں کہ صوفی سرد یہودی سے مسلمان ہوئے تجارت کرنے لگے ایک عرصہ تک دنیاوی خرید فروخت میں مشغول رہے اس کے بعد شجرہ عشق نے چوں کا یا محبت کے دلوں میں پیدا ہوئے دل دینے کی ٹھہری جو شبلی طبیعت روز بروز اپنے جوہر دکھانے لگی چند ہی روز میں مجاز کے پھلتے ہوئے زمین پر جا چڑھایا اور جھٹ پٹ لب بام بچا دیا۔ شہر ٹھٹہ میں ایک ہندو کے لڑکے سے محبت ہوئی۔ مگر فوراً غلبہ حال نے دامن کھینچا۔ اور صوفی پرستی کا عالم طاری ہوا۔ پھر تو اپنی بھی خیر زہری جامہ ظاہری رنگ سے غیر کے پوآنے لگی۔

نہ سدا بدھ کی لی اور نہ مغل کی لی نکل شہر سے راہ جگل کی لی

حضرت قطب العالم مولانا شیخ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی علیہ الرحمۃ

کامزار ہے جامع مسجد کے شرعی دروازہ سے تقریباً ۳۰ قدم کے فاصلہ پر سبز کٹھرانظر آتا ہے آپ کے اوصاف آپ کے کرامات بیان سے باہر ہیں صاحب تفرید و تخرید تھے متر حال میں کوشش کرتے تھے۔ آپ کا نسب قریشی ہے آپ کے والد ماجد کا نام شیخ نور اللہ مندس علیہ الرحمہ ہے۔ جامع مسجد کا کتبہ آپ ہی نے لکھا ہے۔

حضرت شیخ ۳۳ جمادی الثانی سن ۱۰۶۰ھ میں پیدا ہوئے لفظ غنی تاریخ ہونی گویا آپ کا تاریخی نام غنی ہوا۔ اوائل عمر میں علم کا شوق ہوا اور سی کتابوں سے فراغت پائی تو محبت الہی نے دل میں جوش مارا کامل سیر کی تلاش ہوئی بیت اللہ شریف پہنچے۔ پھر ایک مجذوب کی لہذا کے موافق مدینہ شریف میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ کبھی مدنی علیہ الرحمۃ سے بیعت کی چند روز کے بعد قطیبت ملی۔ مدینہ سے مکہ شریف واپس آئے تو جو شخص آپ کو دیکھتا تھا۔ قطب عالم کہہ کر پکارتا تھا۔

اس کے بعد جہاں آباد میں تشریف لائے تدریس میں مشغول ہوئے خورد نوش کا سامان اگرچہ کفایت سے بھی کم تھا مگر دل غنی تھا۔ بادشاہ فرخ سیر نے ہر چند چاہا کہ آپ کو مکان دے و طیفہ مقرر کرے مگر آپ نے کچھ نہ منظور کیا صرف عجا جو اپنے ملک سے کرایہ مکان کے آتے تھے اسی میں بسر کرتے تھے فقر کو فخر سمجھتے تھے دن کو قال اللہ۔ رات کو نقط اللہ اللہ۔ لوگوں کا ہجوم تھا عموماً میں خصوص خصوص میں عوم تھا۔ جو آتا سمجھتے۔ خدا کا نام بتاتے۔ چاروں سالوں میں اجازت تھی۔ پاکیزہ نسبت تھی۔ چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ میں قطب المدینہ سے مجاز تھے۔ نقشبندیہ طریقہ میں حضرت میر محترم کے محرم راز تھے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ سینکڑوں طالبینے۔ حضرت شیخ الاسلام نظام الدین اور رنگ آبادی مولانا عبد الصمد حضرت شاہ محمد ہاشم مولانا شاہ ضیاء الدین خواجہ دیرم حضرت خواجہ شریف مولانا شاہ جمال جے پوری۔ ایسے ایسے لوگ خلیفہ ہوئے۔

تعلیم کے ساتھ تصنیف کا بھی خیال تھا۔ سوا اسبیل۔ تسنیم۔ عشرہ کاملہ۔ تفسیر کلیمی۔ کشکول۔ رور و افض۔ مرقہ۔ وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔

۲۴۔ ربیع الاول ۱۰۶۰ھ ہجری کو وصال ہوا۔

ادھر تو صفوی صاحب کی مستی نے رنگ دکھایا اُدھر لڑکا بھی مال و دولت چھوڑ صفوی مشرب
میں آیا اور پیاپے بادۂ محبت کے اتنے جام پئے کہ دنیا و مائینہا سے بے خبر ہو گیا۔ اور دونوں
صاحب باہم شاہجہاں آباد میں آئے صفوی کا جذب زوروں پر تھا لوگوں کا جھگڑ رہنے
لگا۔ شاہجہاں کا زمانہ تھا۔ شہزادہ داراشکوہ قدرتی طور سے مجذوبوں کا دیوانہ تھا صفوی
صاحب کا شہرہ سن فوراً حاضر ہوا اور پھر ایسی عقیدت ہوئی کہ اکثر آنے لگا۔ ادھر تو صفوی
کی خدمت میں آتا اُدھر بادشاہ کو ملاقات پر اکساتا۔ مگر ریکرڈ کر کرنے سے بادشاہ کو خیال
ہوا۔ عنایت خاں رشتہ کو تقبیلش حال کے لئے مقرر فرمایا۔ عنایت خاں نے ہر چند جستجو کی کہ
صفوی کے تحقیق حال سے اطلاع ہو مگر کچھ پتہ نہ چلا۔

میان عاشق و معشوق رمزیت کرا ما کا تہیں راہم خبر نیست

آخر مایوس ہو کر عنایت خاں نے بادشاہ کے سامنے یہ شعر پڑھا

بر سر مدبرینہ کرامات تہمت است کشفے کہ ظاہرست ازاں کشف عورت است

بادشاہ نے فرمایا کہ بیک گز کر پاس دہن خلق تو اں دوخت +

جب عالمگیر کا زمانہ ہوا تو اس نے صفوی کو بلایا اور کپڑے نہ پہننے کی بابت سوال کیا
صفوی نے جواب دیا ہے

آنکس کہ ترا سر بر سلطانی داد مارا ہمہ اسباب پریشانی داد

پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید بے عیباں را لباس عیانی داد

ایک دفعہ ملائح عبد القوی نے بادشاہ کے اشارہ سے سرمد صاحب کو بلایا اور پوچھا کہ
چرا عیاں میباشی۔ سرمد نے جواب دیا کہ شیطان قوی است آخر بہت سی گفتگو کے بعد ملا
صاحب اور دیگر علمائے سرمد کے قتل کا فتوے دیا جس وقت مقتول میں نے گئے سرمد
نے یہ شعر پڑھا ہے

سرمد اگر دازتم شوقیکہ با ما یار بود قصہ کوتہ گشت ورتہ در دہر بسیار بود

چون تھے سال جو بس سزاہ میں مقتول ہوئے اُن کے مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے

شاہ سرمد بعد عالمگیر چون سفر ساختہ بخلدہ بریں

گفت تاریخ اکبر سکیں لحد مرقد شہید سردایں

صفوی سرمد کے مزار سے آگے سامنے میدان میں

لوح مزار پر یہ قطعہ کندہ ہے

فضل و کمال خیریش بود - مریم قلب ویش بود * سالہ صائش کفایت - قطب زمان خورش بود
 آپ کے تین فرزند تھے اول صاحبزادہ ابو سعید جلال الدین حامد - دوم صاحبزادہ محمد فضل اللہ
 سوم صاحبزادہ محمد احسان اللہ - اور تین صاحبزادیاں - اول حضرت بی بی رابعہ - دوم حضرت
 بی بی فخر النساء - سوم حضرت بی بی زینت الحیوۃ عرب بی بی مصری +

بی بی مصری کی اولاد میں اس وقت میاں عبدالغنی کلیسی اور قاسم علی کلیسی موجود ہیں بی بی
 مصری بیٹے شاہ محمد غوث ان کی دختر حسینی بیگم ان کی صاحبزادی امانی بیگم - ان کے ایک
 صاحبزادہ مولوی سید محمد جن کے بیٹے میاں عبدالغنی ایک صاحبزادی جنکے
 بیٹے میاں قاسم علی -

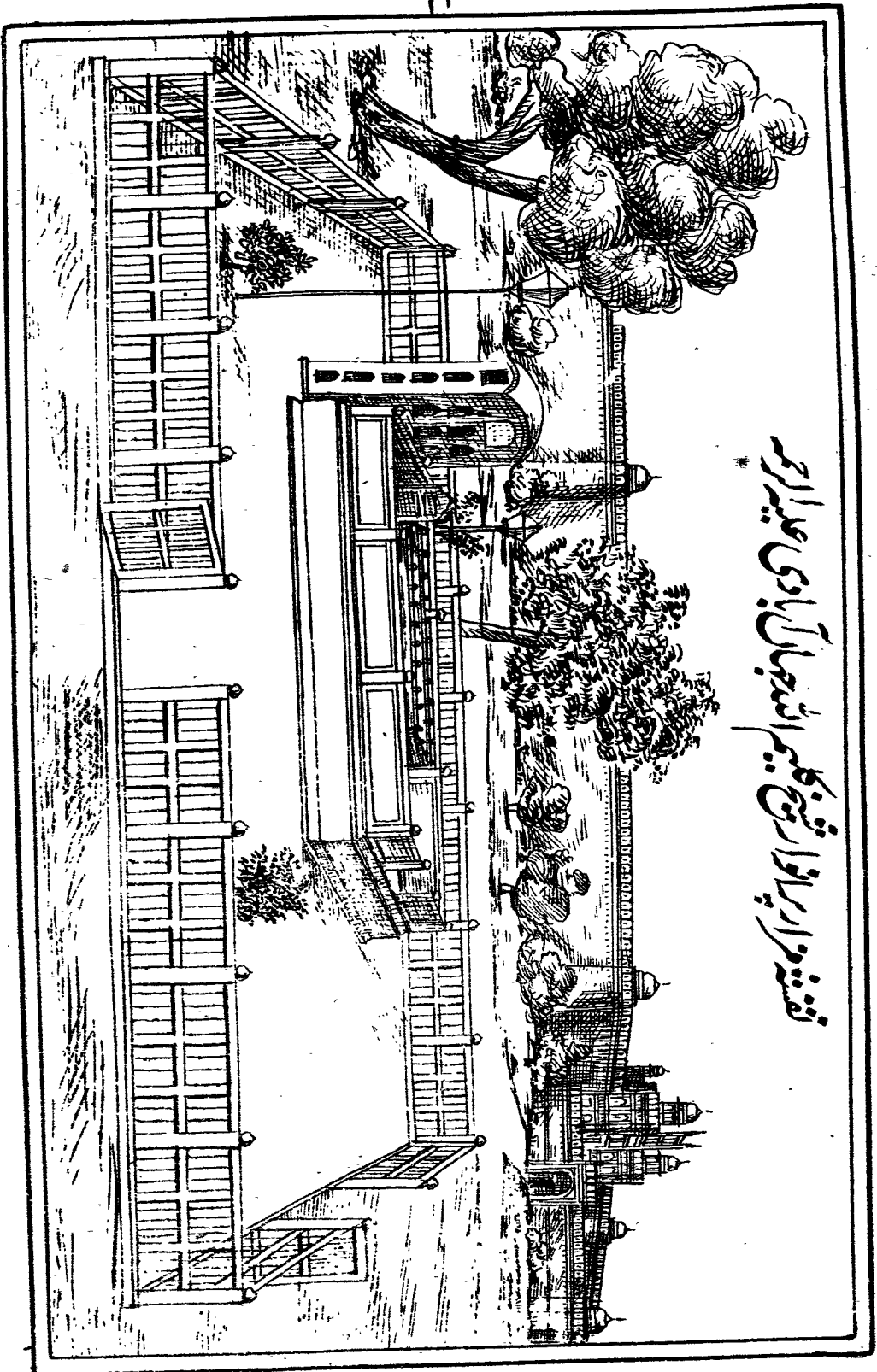
مولوی سید محمد صاحبزار کے متولی تھے - تمام خدمت خود کرتے تھے - کہتے ہیں کہ
 ایک مرتبہ مولوی سید محمد صاحب نے مجمع کیا اور چونکہ میاں عبدالغنی صغیر سن تھے قاسم علی
 صاحب کے سر پر اپنی طرف سے دستار باندھی اور مزار کی خدمت سپرد زمانی قاسم علی
 صاحب نے اسی جلسہ میں اپنی طرف سے میاں عبدالغنی کے سر پر دستار باندھی - یہ
 عقب کلاں محل مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں رہتے ہیں شیخ کے
 مزار پر دو عرس ہوتے ہیں - ۲۴ - بیع الاول کو حضرت شیخ کا ۲۴ - صفر کو آپ کے مرشد
 شیخ سحیح مدنی صاحب کا +

شرقی دروازہ سے شمالی سڑک پر جو ہرے پھرے صاحب کے مزار سے ملی چلی جاتی ہے
 شفا خانہ سرکاری سے ۴۵۰ قدم کے فاصلہ پر جانب غرب نشی موجدان کے مکان میں -

یتیم خانہ

یہ ایجنس مرید الاسلام اس کی کفالت کرتی ہے یہ ایجنس ۱۳۱۲ ہجری سے قائم ہوئی اس کے
 اصل بانی مہتابی جناب ہنشی محمد کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی ہیں جو جامع مسجد اور فتحپوری
 کے ممبر ہیں اس ایجنس کے اعراض یہ ہیں - (۱) مسلمانوں کے لاوارث بچوں کو پرورش
 کرنا اور ان کو دینی دنیاوی - علمانی تعلیم دینا (۲) لاوارث محتاج میت کی تجزیہ تکفین کرنا

نقشه مزار پانوا شیخ کبیر الدجہاں آبادی علیہ الرحمہ



ہے اس میں تقریباً ۱۲ یا ۱۳ برس مولانا عبدالرب صاحب مرحوم نے وعظ فرمایا انہی وفات کے بعد مولوی عبدالرحمن صاحب اُنکے شاگرد ہر جمعہ کو وعظ فرماتے ہیں ۱۹۰۲ء میں اسکی از سر نو تعمیر ہوئی اور میاں عبدالرزاق صاحب سوداگر جنت فروش نے ایک سنگین حوض بنایا مسجد کی پشت پر کچھ نظام الملک ہے اس میں منشی ظہور الحسن کا مکان ہے جتنے یہاں سے قومی پرچہ نکلتا ہے۔ اس کے

خانہ مرزا خاں کی کھڑکی

آتی ہے۔ یہ کھڑکی خانہ مرزا خاں کی حویلی میں واقع تھی جو محمد شاہ بادشاہ کے وزیر تھے اس وقت گلی جاتی ہے کھڑکی کا ٹوٹا ہوا ٹاور واڑہ موجود ہے باقی اندر متفرق لوگوں کے مکانات بگھے ہیں اس میں منشی عبدالغنی ابن منشی ممتاز علی صاحب کا مطبخ ہے یہ گلی مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مرحوم کے مدرسہ ہوتی ہوئی عقب کلاں محل سے گذرتی ہوئی کوچہ چلیاں سے گل بخش کے کمرہ جا کھڑکی ہے کھڑکی خانہ مرزا خاں سے بڑھ کر

نواب صاحب پانڈوی کی مسجد

کہتے ہیں کہ جو وقت شاہجہان بادشاہ اول تشریف لائے اور کلاں محل میں مقیم ہوئے تو علم کے واسطے یہ مسجد بنوائی گئی کے بعد نواب صاحب پانڈوی نے اس کے قریب کی زمین مل کر کوٹھی بنائی تو یہ مسجد نواب صاحب کی طرف منسوب ہو گئی یہ مسجد نہایت خوشنما بنی ہے اس میں چار حجرہ اور بیچ میں ایک حوض نہایت پاکیزہ بنا ہے مگر بالکل بے مرمت پڑا ہے۔ ریاست سے بہت قلیل رقم ملتی ہے جس سے اس مسجد کی خدمت ہوتی ہے۔ شمالی گوشہ پر اس کے متعلق ایک کنواں ہے وہ بھی بے مرمت پڑا ہے اس وقت اس مسجد میں عربی مدرسہ، شاہزادہ امیر الملک مرزا بلاتی صاحب کے اہتمام سے جاری ہے مولوی محمد عمر صاحب اور ایک دوسرے مدرسے میں مولوی سید حمزہ صاحب صاحب تہذیب پڑھاتے ہیں نہایت عابد زاد شخص ہیں حضرت شیخ العالم جناب حاجی امداد احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے مجاز ہیں۔ اس مسجد کے جنوب میں نواب صاحب کی کوٹھی ہے کوٹھی کے سامنے سے ہی راستہ جاتا ہے ایک دستہ کلاں محل کو آتا ہے دوسرا فیض بازار میں نکلتا ہے تیسرا پور پور کے پاس کوٹھیوں گلیوں چھوٹے چھوٹے کوچہ چھوڑتا ہوا کوچہ چلیاں میں جا نکلتا ہے۔

نواب صاحب کی کوٹھی اور مسجد کے مقابل

(۳) دیران مسجدوں کی آبادی میں حتی الامکان سعی کرنا۔

اس وقت پینتیس چھتیس لڑکے لڑکیاں موجود ہیں تعلیم کے لئے لائق استاد معین ہے۔
حرفہ سیکھنے کے لئے بچہ دستکاری کے مدرسہ میں جاتے ہیں تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار
کا خرچ ہے۔ اس کا سرمایہ حاجی علیجان صاحب کی کوٹھی میں رہتا ہے

اس کے دو سرٹری ہیں } (۱) خان بہادر ڈوٹھی الہی بخش صاحب انس پریسیڈنٹ کمیٹی دہلی
(۲) نواب فیض احمد خاں صاحب رئیس دہلی

اور دو منظم } (۱) مولوی سید حافظ عبدالاحد صاحب رضوی رئیس دہلی
(۲) مولوی حاجی سید احمد صاحب امام جامع مسجد

باقی میں کارکن ہیں جو انتظامی قابلیت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔
یتیم خانہ سے آگے بڑھ کر تقریباً ۵۰ قدم کے فاصلہ پر جانب غرب

مندر ررام چندر جی

واقع ہے یہ مندر سببت بگرمی مطابق ۱۹۱۶ء میں زوجہ تلارام نے بنایا ہے اس میں ررام لیلکا کا سنگھ
کہڑا رہتا ہے اور یہیں ہر سال کنوار کے ہینہ میں ررام لیلکا کی سواری نکلتی ہے ہندون کا غول
ساتھ ہوتا ہے تمام بازار آدمیوں سے بہر حال ہے اسکے مقابل میدان میں فوجی تواحد ہوتی ہے بنیان
پیر کے متصل میں میں تیس تیس قدم کے فاصلہ پر اور یہی لگی مندر میں جنین چھوٹے چھوٹے میلے ہوتے ہیں
یہ سڑک دہلی نیک کے سامنے چاندنی چوک جانے والی سڑک سے جاتی ہے۔

اب پھر شرقتی دروازہ پر آئے دو سڑکین باقی ہیں ایک جنوبی سڑک جو میدان کے برابر آبادی کے متصل
لگی دیباغچہ چلی جاتی ہے اس میدان کے اول کنارہ پر پڑاؤ ہے اس میں اونٹ گاڑیاں وغیرہ کھڑی ہوتی
ہیں۔ اس سڑک کے شمال میں ریٹ کا میدان ہے اور جنوب میں

بازار مچھلی والاں

اس بازار میں مچھلی وٹے سبب میں اور کثرت سے مچھلیاں بکتی ہیں اور تمام شہر میں یہیں سے خروت
ہونے کو جاتی ہیں اس بازار کے شروع پر

مچھلی والوں کا مسجد

سال تاریخ سائی یافت از الہام غیب مسجدے چوں بیت اقصیٰ مہبط نور الہ
 ایں مسجدے آگے پہول کی منڈی کو رہتے جا تہے اور تراہمہ بہرم خاں میں جا کھلتا ہے
 آگے کو توالی جرنیلی تہانہ فیض بازار کشرہ بدر الدین مہر کن۔ کشرہ حکیم بوعلی سینا کو چہ لال بن
 چو کی چنگی۔

اب فیض بازار کی شرقی جانب لیجے ہر کو درین ہاتھ کیے گوشہ سجود واقع ہے آگے چند قدم کے فاصلے

شاہ صابر بخش صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ

ہے مسجد اور خانقاہ کی کھڑکیاں شرک کی طرف کھلی ہوئی ہیں شاہ صاحب اپنے زمانہ کے مقدس
 بزرگ ہوئے ہیں چشتیہ طریقہ کے برگزیدہ لوگوں میں گئے جاتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد سید شاہ
 نصیر الدین ابن شاہ غلام سادات چشتی قدس سرہ بن شیخ عبدالواحد عرف نواب بشارت خان
 برادر زادہ حقیقی قطب العارفین حضرت شیخ محمد چشتی قدس سرہ الغزیز تھے۔ آپ نے بڑے بڑے
 مشائخ سے فیض باطن حاصل کیا اور اپنے جد امجد شاہ غلام سادات سے خلافت پائی اور
 انہوں نے شاہ محمد نصیر سے انہوں نے شیخ محمد چشتی سے انہوں نے شیخ ابراہیم رامپوری سے
 جو دہویں بیح الاول سن ۱۲۳۰ ہجری چاگڑھی رات گئے شاہ صاحب کا وصال ۱۱۷۱ خانقاہ میں ہونے لگا
 انکے بیٹے سید عبداللہ صاحب سجادہ نشین ہوئے شاہ صاحب کے قدم بقدم رہے ۳۳ شعبان
 سن ۱۲۳۰ ہجری کو انتقال فرمایا اور شاہ صاحب کے قریب مدفون ہوئے۔

انکے بعد انکے فرزند سید امیر حسین صاحب مند خلافت پر رونق افروز ہوئے اور محمد اللہ قوت
 تک موجود ہیں نہایت خلیق۔ متواضع۔ منکسر مزاج۔ درویش صفت آدمی ہیں انکے دم سے اس درگاہ
 کو بہت رونق ہوئی کئی عرس ہوتے ہیں ۲۲۔ محرم کو حضرت شیخ محمد صاحب کا تین روز ۱۱۔ رمضان
 حضرت غلام سادات کا۔ ۱۱۔ ربیع الاول کو شاہ صابر بخش علیہ الرحمۃ کا ۲۲ شعبان کو سید عبداللہ صاحب حرم کا
 دور دور سے فقرا اور درویش اگر جمع ہوتے ہیں شاہ صاحب خود ہمان نوازی میں سرگرم ہتھیں
 مہانوں کے آرام کے لیے خانقاہ تیار کرائی ہے۔ مسجد نہایت آراستہ اور خوبصورت ہے اس میں
 نہایت پاکیزہ حوض بنا ہے اس درگاہ کی خوبی نقشہ سے ظاہر ہوتی ہے۔
 درگاہ سے آگے کوئی عمدہ عمارت یا موقع نہیں ہے شرق کی جانب تمام کوٹھیاں اور فوج کی بارگاہیں بنی
 ہوئی ہیں۔

بیٹسٹ مشن ہال

ہے۔ ہمیں عیسائی مذہب کے طریق کے موافق عبادت ہوتی ہے اتوار اور بدھ کے روز جلوس ہوتا ہے۔ پادری ٹوس صاحب اسکے بہتم نہایت خلیق شخص ہیں انکی کڑی ہی ایسی جگہ ہے۔ میں نے خود پادری صاحب سے ملکر مشن ہال کی لاگت کا تخمینہ پوچھا تو فرمایا کہ یہ عمارت مشن میں تیار ہوئی اور تیس ہزار روپیہ صرف ہوا اس عمارت کے متعلق ایک شفاخانہ ہے جو پادری گائٹن صاحب نے بنوایا ہے اس میں ڈاکٹر ڈیوڈ صاحب علاج کرتے ہیں اور عام لوگوں کا مفت علاج ہوتا ہے ڈیوڈ صاحب کی کوٹھی بھی یہیں ہے اور یہیں زوجہ احمد علی خاں صاحب صدر الصدور علی گڑھ کی سیکریٹری ہے آگے پنہرا رہ پڑتا ہے۔

جنوب کی طرف فیض بازار ہے دونوں طرف بازار بیچ میں نہرتی ہی نہرتی غزنی ٹرک پر چلے نہر کو بائیں ہاتھ رکھیے اس جانب بازار اور حسب ذیل محلے ہیں محلہ نقاد خانہ جو پہلے دروازہ کلان محل کے نام سے مشہور تھا کوچہ پر مانند۔ کوچہ دکھنی راستے میں ریلے منور محل صاحب حج نیشنل کا مکان ہے۔ ترکاری کی منڈی اس میں ہر قسم کی نازہ ترکاری اور پھل فروخت ہوتے ہیں قاضی دائرہ اسکے متصل مسجد روشن الدولہ

یہ مسجد محمد شاہ کے عہد میں بنی ہے نواب روشن الدولہ نے بنائی ہے کسی زمانہ میں اسپر سے پاؤن ٹنگ سونے کا کام تھا سہرے تین برج نہایت خوبصورت تھے جب یہ برج چمکتے ہو گئے تو یہاں کے برج کو توالی کے قریب سہری مسجد کے فرج میں آئے اور اسکی مرمت میں صرف ہو گئے اس میں اکثر مولوی مخصوص اللہ صاحب تشریف لے گئے تھے۔ اب یہ مسجد بہت خوبصورت ہے گربے غوری ٹیری ہے اسکا حوض ایسا ناپید ہوا ہے کہ اب نشان تک نہیں معلوم ہوتا اسکی پیشانی پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

شاہ بہیکہ آن مرشد کامل ولایت دستگاہ
معدلت گتہ محمد شاہ عازی بادشاہ
کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتیاء
کردہ از خط شجاع محمد جاردینی پگاہ
ہر کہ اد آتش وضو سازد شود پاک از گناہ

شکر حق زمین فیض سید عرفاں پناہ
در زمان شاہ اسکندر نشان جمشید قدر
روشن الدولہ ظفر خان صاحب جو دو کمر
مسجدے کا نذر فضاے صحن قدش تہمان
حوض صاف او نشان از چشمہ کوثر و پد

سڑک کے بچوں بیچ نمز میں یہوں کی منڈی جانے والے راستہ کے سامنے ایک عجیب و غریب
حوض بنا ہے گرمیوں میں جاگڑ گئی دن سے اس پر بہا رہتی ہے لوگ نہاتے رہتے ہیں آگے چلتے چلتے
دلی دروازہ آجاتا ہے۔

اب پھر نجر اہ پر آئے دریائے جلمے والی سڑک پر چلیے گوشت کی مسجد سے بلا ہوا

یل کاکنوال

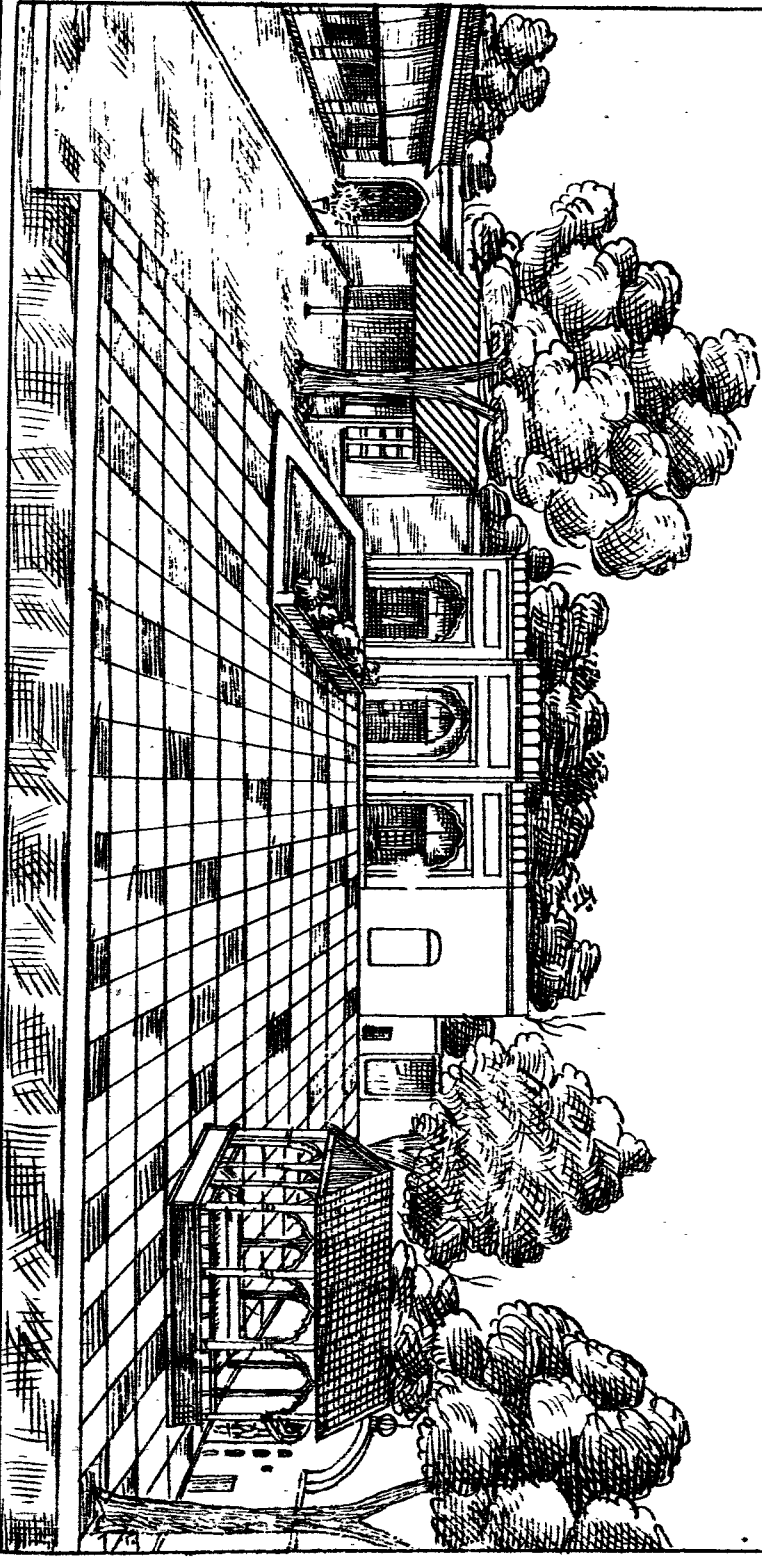
ہے اسکا پانی نہایت شیرین ہے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور پانی لیجاتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر
شمالی طرف کینی بلغ اور جنوبی جانب ایک پٹن ہندوستانی رہتی ہے جس میں مع باجے والوں کے ایک بازار آدی ہیں
آگے بڑھ کر شمالی سمت میں دریائے طرف سڑک جاتی ہے یہیں نمز کی کوٹھی ہے جس میں سے قلعہ کا پاس ملتا ہے
اور شمالی جانب کوٹھیاں اور بارگین بنی ہوئی ہیں تم جنوب شمال چھوڑ کر سیدھے چلے چلو جو وقت تراہ پر
یہ پونچھو شرتی جانب نظر اٹھا کر دیکھو زینت المساجد نظر آتی ہے سامنے فیصل کا دروازہ مسجد گھاٹ نظر آتا
ہے سامنے کی جنوبی سڑک کوٹھیوں میں چلی گئی ہے جن کی تعداد چوبیس ہے۔ ان میں فوج کے
انسرو وغیرہ رہتے ہیں۔ تم مسجد گھاٹ دروازہ کی سڑک چلو جو مسجد اور شفاخانہ فوج کے درمیان
واقع ہے جب تک کی جانب شفاخانہ ہے جو نہایت اونچی جگہ پر واقع ہے اور شمالی سمت میں

زینت المساجد

کا دروازہ ہے اللہ اللہ کس قدر بلند مسجد ہے پچھڑے ہو کر اس کی رفعت کو ملاحظہ کیجئے خدائی
شان نظر آتی ہے۔ اس کے اونچے اونچے مینار آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ کوسوں سے
دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا صحن بہت وسیع ہے اور مسجد کی فضا اور منبت کاری اور سبزہ زار
کالہما نا سچے دریا کا ہونا اور اس کی وجوں کالہرانا عجیب عالم دکھاتا ہے۔

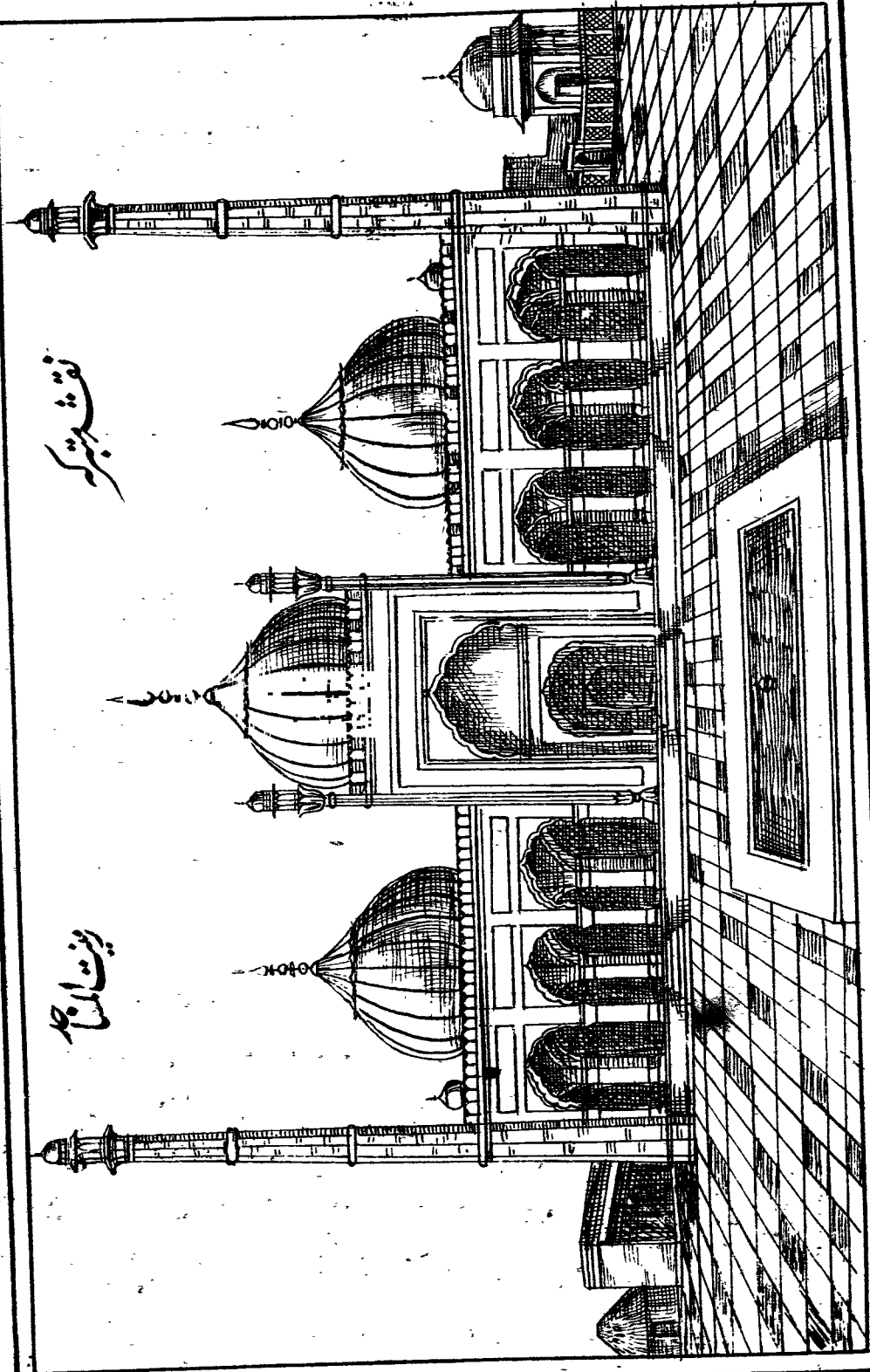
یہ مسجد تمام سنگ مرمر سے بنی ہے اس کے تینوں بیچ سنگ مرمر کے بنے ہیں۔ اس میں سنگ
موسے کی دھاریاں ہیں۔ اوپر سنہری کلس چڑھے ہوئے ہیں۔ اس مسجد کے سات درہیں پیش طاق
نہایت بلند۔ اور بیچ صحن کی نسبت بڑا حوض ہے۔ اس میں اس کے متصل ایک کنوئیں سے پانی آتا
تھا۔ جو اب موجودہ شمالی ٹوٹی ہوئی سددری کے پچھلے مسجد کی حد سے باہر اٹا پڑا ہے۔ یہ کنوئیں غالباً
مسجد کی حدود میں داخل ہو گا۔ مسجد کا ممبر کچھ خوبصورت نہیں ہے مگر پہلے باقی ماندہ نشانات

تقدیر خانقاہ شاہ صابریہ رضی اللہ عنہما



نقشه مسجد

بیت الله



چلی کر رہے ہیں کہ یہ قبر اصلی نہیں ہے۔ بلکہ یہاں سے بہت لفینس ممبر لکھیا ہے۔ اس کو
 زیب النساء عالمگیر بادشاہ کی بیٹی نے ۱۲۲۰ ہجری میں عہد عالمگیر میں بنوایا ہے۔ اس مسجد میں
 شمالی جانب اس کا مزار ہے پہلی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مزار ایک نہایت کثیف و غصاف
 دالان میں تھا اور اس کے پاس ایک قبہ بنا تھا جس میں تبرکات رہتے تھے۔ مگر اس وقت اس
 دالان کا کوئی نشان نہیں خالی قبر موجود ہے۔ وہ بھی ٹوٹی پھوٹی چرنے کی بنی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ
 اس کا حجر بڑا ایسے عمدہ نایاب پتھر کا تھا کہ لوگوں نے اکھاڑ کر ٹوٹا اور انگوٹھیوں کے نگینے بنائے
 اس کی قبر کی شرقی جانب کچھ نشانات ہیں۔ غالباً اس قبہ کے نشان ہونگے۔

یہ مسجد بھی عذر کی ضبط شدہ عمارت میں سے ہے ۱۸۶۹ء میں سرکار نے مسلمانوں کو عنایت
 فرمائی۔ ایک عرصہ تک حاجی قطب الدین صاحب سوداگر ساکن گلی کے والوں اس کے ٹکراں ہے
 ان کے بعد ان کے صاحبزادہ حاجی عبدالغنی صاحب ٹکرانی کرنے لگے۔ اب چند سال سے انجن
 موبد الاسلام اس کی متولی ہے۔ تھے الامکان شکست بخت کی مرمت کرتی ہے اس کی پشت
 پر ایک قطعو زمین مسجد کے متعلق ہے۔ برسات میں اس کی گھاس فروخت ہوتی ہے جو فقیر پائیں
 بینتیس روپیہ کی بک جاتی ہے اس کے علاوہ کوئی آمدنی مسجد میں نہیں ہے۔ اس کا فرش
 اور حوض سب شکستہ ہو گیا ہے۔ گو پجاری عزیز انجن گری پڑی چیز کی درستی میں کوشش
 کرتی ہے مگر اتنی بڑی عالیشان عمارت کی کا حقہ درستی بہت دشوار ہے۔ اس وقت اس معانی
 عبداللہ صاحب رہتے ہیں اور انجن سے عمر روپیہ ماہوار پاتے ہیں ۳۰ روپیہ پر مسجد کا
 حسن نقشہ سے ملاحظہ فرمائیے +

اب خواہ مسجد گھاٹ کے دروازہ سے نکل کر بائیں ہاتھ چلے دریا کی سیر کیجئے یہاں ٹوٹا کنواں
 مشہور ہے یہاں لوگ جب پانی ہوتا ہے پیرتے ہیں گرمی اور برسات کے دنوں میں یہاں میلا
 بہتا ہے۔ استاد لوگ اپنے شاگردوں کو تیرنا سکھاتے ہیں جن دنوں دریا موجوں پر ہوتا
 ہے تو کئی جگہ پیرا کوں کا میلا ہوتا ہے ہر استاد کے گھاٹ مقرر ہیں بعض یہاں تیرتے ہیں
 بعض راجگھاٹ پر کچھ لوگ پل پر کچھ کوٹلہ پر غرض عجیب میلا ہوتا ہے۔ ہر شخص نئی نئی تیرائی
 تیرتا ہے۔ ہر استاد اپنے جوہر دکھاتا ہے +

یا واپس تشریف لے آئے کوٹھی منیر اپنے معلوم کر چکے ہو جی چاہے پاس لیکر سنہری مسجد جوتے
 جوئے قلعوں میں چلے جائے ورنہ اسی بیچر پر آئیے ٹھنڈی سڑک جس پر دو فوط لائینیں

سعی نواب بہادر صاحب لطف و کرم
چاہ و حوض و صاف صفحہ آبروی بہت
سال تازہ نش چو خرم یافت از الہام غیب

ساخت تعمیر جنین جاوید عالی دست گاہ
ہر کہ از آیش طہارت کرد و شد پاک از گناہ
سجدت مقدس مطلع نور اللہ

مسجد سے شرقی جانب شمال کو ہٹے ہوئے خندق کے کنارے دو کنوین جنہیں اول کا پانی کہاری او
دوسری کا شیرمن ہے یہ مرزا گوہر کی گنجی مشہور ہے مشرق کی جانب نوٹری دور آگے جاکے نہری
مسجد مشرق کی طرف رستہ دریا کو جاتا ہے فیصل کے دروازہ سے نکل کر چنپا جاتے ہیں پھر اجکھاٹ کہتے
ہیں یہاں ہندوں کی پرستش گاہیں اور انکے فقروں کے مکانات ہیں۔ اور دوسری سڑک

دفتر کونست مجسٹریٹ و اسٹیشن اسٹاف مشن

پر جاتی ہے۔ یہ دفتر کوٹھی نمبر ۱۵ میں واقع ہے قلعہ میں جانے کا پاس ہمیں سے ملتا ہے۔ مرنی کس
لیا جاتا ہے مگر اسے کم کا پاس نہیں دیا جاتا۔ انکے سے ۴ بجے تک ٹکٹ ملتا ہے۔ یہ کوٹھی
فیصل کے کنارہ پر لیا واقع ہے۔ یہاں سے زینت المساجد کو بھی راستہ جاتا ہے اب اگر قلعہ
میں جانا ہے تو یہیں سے واپس ہو کر سنہری مسجد کو بائیں جانب چھوڑتے قلعہ میں چلے جاتے
ورنہ سنہری مسجد سے نکل کر

ٹہنڈی سڑک

پرائے یہ سڑک جنوباً شمالاً واقع ہے فیصل بازار سے چلی ہے پنچکیوں ڈاکخانہ ہوتی ہے کھمیری دروازہ سے
نکلنے ہے یہ سڑک نہایت مددہ بنی ہوئی ہے اسپر دونوں طرف اونچی پٹریاں بنی ہوئی ہیں
جو برابر پنچکیوں تک چلی گئی ہیں اس پر بجز کٹی ہے بیچ سڑک سے امر او اور روسا وغیرہ کوٹھی
گاڑیاں جاتی ہیں جو شام کو ہوا خوری کے لیے نکلتے ہیں ادھر ادھر پٹرولون پر پیدل چل قدمی کرتے
ہیں دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لال ٹینیں لگی ہیں اندھیری راتوں میں یہ لال ٹینیں عجیب
لطف دکھاتی ہیں جگنو کی طرح جگجگ کرتی نظر آتی ہیں۔

اس راستہ سے جو سنہری مسجد سے ٹہنڈی سڑک میں آتا ہے تقریباً ۲۰ قدم کے فاصلہ پر شمال
کی طرف چوراہہ واقع ہے اگر جامع مسجد کے شرقی دروازہ سے سیدھے آئے تو یہ چوراہہ پڑتا ہے
اور سنہری مسجد کی سڑک وہی تیس قدم جنوب کی طرف رہ جاتی ہے۔ مسجد سے آبنوالی سڑک مشرق کی جانب

لگی ہوئی اور ادھر ادھر پڑی پیدل چلنے کی بنی ہوئی ہے۔ چھوڑ دیجئے سنہری مسجد کے راستہ
چلئے پتھار سے چند قدم کے فاصلہ پر

ڈگی سرکاری

ہے بیغیب و عزیز حوض ہے جو غدر کے بعد بنا ہے۔ اس کے برابر پختہ نہر جاری ہے۔ اسی
سے حوض میں پانی آتا ہے۔ یہ حوض۔ افٹ گہرا ہے۔ نیچے حوض کا پانی اوپر دشتوں کی گنجائی
کچھ عجیب لطف دکھاتی ہے۔ سامنے سڑک کے دوسری طرف شرق کی جانب

کھیتی باغ حیرتلی

کا دروازہ ہے غدر کے بعد ۱۷۷۷ء میں قائم ہوا ہے گو یہ باغ عرض و طول کے اعتبار سے بہت بڑا نہیں مگر
رواق اور بہار کے اعتبار سے دوسرے عمدہ باغات سے کسی سیمہ کم بھی نہیں ہے خوشنما کمبلوں
کی قطاریں۔ جا بجا دروازے اور ان پر پیلوں کی بہاریں دل بہاؤ کا عمدہ سبق دیتی ہیں انقباض
اور انفرنگی کو طاق پر بٹھاتی ہیں دو قطر گیند بنا کھیلنے کے صاف ستھرے میدان چھوٹے ہیں اس
میں شام کو صاحب لوگ گیند بنا کھیلتے ہیں +

سیر سے فارغ ہو کر خانہ خدا کی زیارت کیجئے سامنے شمال کی طرف

سنہری مسجد

نظر آتی ہے یہ مسجد قلعہ کے نیچے دلی دروازہ قلعہ کے متصل واقع ہے۔ سر سے پاؤں تک
سنگ باسی کی بنی ہے احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی اس کی آکن سب سے
نرالی تھی۔ اندر تمام سنہری پھول بوٹے۔ برجیوں پر سونا چڑھا ہوا۔ بائیں جانب کاٹ لٹھیں
دالان دائیں طرف خوبصورت حوض اس میں فوارہ متصل ہی کنواں۔ ادھر ادھر بازار اس
وقت نہ پھول بوٹے نہ دالان نہ حوض نہ فوارہ ایک کنواں ہے وہ بھی بالکل اٹا پڑا ہے ہاں مسجد
اور اس کا فرش اور دروازہ بالکل صحیح سالم ہے اس مسجد کے بیچ کے دو پر یہ اشعار کندہ ہیں

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ
خلق پروردادگر شامان عالم را پناہ

مسجد سے کردہ بنا فواہ قدسی عزو جاہ
بادوام میضی عام آں ملک کعبہ گاہ

اسکی چار دیواری مشن ہے جسکا شاہجہانی گز سے ہزار گز طول، سو گز کا عرض کنگرہ سے خاکریز تک پچیس گز کا ارتفاع۔ بنیادیں گیارہ گز کی جنکلیچے کا عرض پندرہ گز اور کادش گز قلعہ کے کل زمین چہ لاکھ گز۔

خندق پچیس گز چوڑی۔ سوش گز لمبی قلعہ کے ضلع شرقی میں جہنما بہتی ہے اور دیگر اضلاع میں جہنما کی نہر کا پانی آتا تھا جو قلعہ کے اضلاع میں گہو کر دوسری طرف بہ جہنما میں جا کرتا تھا اسوقت خندق خشک پڑی ہے کہی کہی نہر کی نالی سے دروازہ پانی گرتا ہے جس سے خندق میں فرسی نالی بہتی گئی ہے خندق کا درتین ہزار چہ سو گز کا ہے۔ تمام قلعہ سنگ مرمر سے بنا ہے تعمیر اسی عمدہ ہے اور تمام قلعہ ایک پتھر کا بنا ہے دلی دروازہ پر پونچھے صفحہ پر نقشہ دیکھو اول

خندق کا پل

بنا ہے بیٹل محمد اکبر شاہ کے پانچویں سال جلوس ۱۰۳۰ھ میں مطابق ۱۶۲۰ء میں دلاور لدہ رابرٹ حنا بہادر دیر جنگ کے اہتمام سے تعمیر ہوا ہے پل کے پاس دروازہ میں پرنڈا ٹہل رہا ہے اسکو پاس دیکر اندر چلو یہ دروازہ اور اسکے آگے کا جوک عالمگیر کی ایجاد ہے جو وقت عالمگیر نے اصل دروازہ کے سلسے یہ گہو گیس بنایا اور شاہجہان کو اطلاع ہوئی تو عالمگیر کو لکھا کہ اے فرزند ارجمند تھے قلعہ کو وطن بنایا اور اسکا گہو گٹ نکالا اندر کا دروازہ کس قدر بلند اور خوشما ہے کہتے ہیں کہ اسکے بالا خانہ پر قلعہ دار ہا کرتا تھا اس دروازہ کے دونوں طرف پتھر کے بڑے بڑے دہا تھی بنائے گئے تھے جنکو عالمگیر نے خلاف شرع ہونے کی وجہ سے تڑوا ڈالا انین کی ایک تصویر گہنٹہ گہر کے قریب بلکہ بلغ میں موجود ہے۔

دروازہ میں گہر کا طاق پر نظر ڈالو کہ کھشان سے زیادہ خوبصورت نظر آتے ہیں اگر لداؤ کو ملاحظہ کیجئے گہنڈ آسمان سے اونچا نظر آتا ہے۔ چونکہ دربار کی وجہ سے اسکل قلعہ میں جلنے کی ممانعت ہے ایسے اندرونی کیفیت محض یادداشت پر بیان کرتا ہوں۔ دروازہ سے مسید ہے سڑک سڑک چلے چلے بائیں ہاتھ بارگین بنی میں این گورہ پٹن کی چار کینیاں جن میں پانچواں آدمی میں اور ہم گورہ تو پناہ کے رہتے ہیں جو وقت لاہوری دروازہ کے مقابل چور ہے پر پونچھ تو شرقی سڑک اختیار کرو سب دروازہ نظر آتا ہے

نقارخانہ

شاہی ہے اسپر دن رات میں اپنی سمتی پر نوبت بختی تھی ہمیں گورہ جام کو رہتہ جاتا تھا اب بیچ میں میدان آج

سیدری قلعہ میں چلی گئی ہے اسوقت شرق میں قلعہ واقع ہے غرب میں جامع مسجد خوب میں فیض بازار شمال میں پنجکیوں وغیرہ کو رستہ جاتا ہے مگر بیچ میں کئی چوراہے بڑے ہیں فیض بازار پر پیچراہہ معلوم کر چکے ہو ایک یہ چوراہہ ہے جاں کٹے ہو جو جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے عین مقابل میں تقریباً ۶ قدم کے فاصلہ پر واقع ہے تیسرا چوراہہ اس سے آگے سر اوگیوں کے مندر کے قریب ہے جہاں چاندنی چوک جانیوالی سرک ملتی ہے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے نکلا سیدھی فتح پوری چلی جاتی ہے قلعہ کے لاہوری دروازہ سے نکلا اول ہی چوراہہ بڑا ہے آگے ریل کے پل کے قریب اور چوراہہ ہے جسکو ہم وہاں چکر بیان کریں گے۔ اب تم سید ہے۔

لال قلعہ

میں چلے چلو استاد حامد اور استاد محمود معماروں نے جو اپنے فن میں بے نظیر تھے اور ہندسہ اور حساب سے خوب واقف تھے۔ ۹ محرم ۱۰۳۹ ہجری مطابق جو بیسویں اردی بہشت جمعہ کی رات پانچ ساعت بارہ دقیقہ گزرنے کے بعد شاہجہان بادشاہ کے حکم سے اس قلعہ کی بنا ڈالی۔ تمام طور سلطان سے بڑے بڑے کاریگر سنگتراش اور معمار بلائے گئے طرح طرح کے منبت کار حاضر ہوئے اور قلعہ بنانے میں مصروف ہوئے عزت خان کو اہتمام سپرد ہوا انھوں نے پانچ مہینے دو دن میں قلعہ کی تمام بنیادیں کھدوا کر بعض جگہ سے دیواریں اٹھوائی شروع کر دیں کچھ عزت خان ٹھٹھ کی صورت پر مامور ہوئے اور الہ درویشان کو اہتمام ملا انھوں نے دو برس ایک مہینہ گیارہ دن اہتمام کیا قلعہ بارہ گز اونچا تیار ہو گیا اسکے بعد کمرت خان بہتم ہوئے انکی سعی سے بیسویں سال جلوس شاہجہاں میں قلعہ بنکر تیار ہو گیا

اس قلعہ کی وسعت ایک آباد کے قلعہ سے دو گنی ہے آٹھ برس میں ایک کروڑ کی لاگت سے بنا۔ پچاس لاکھ روپیہ قلعہ کی تیاری میں لگے پچاس ہسٹرانڈر کی عمارتوں میں صرف ہوئے ہیں چار دروازے۔ دو کھڑکیاں آئین سنج ہیں سات دروازے چودہ مشن مگر اسوقت تین دروازے کھلے ہوئے ہیں دلی دروازہ جو سنہری مسجد کی طرف واقع ہے دوسرا لاہوری دروازہ جو چاندنی چوک کی طرف واقع ہے تیسرا دروازہ جو سلیم گڑھ کی طرف ہے چوتھا دروازہ جو دریا کی طرف ہے اور کھڑکیاں بند ہو گئی ہیں۔

دیوان عام

نظر آتا ہے اس دالان کا طول ۶۶ گز عرض ۲۲ گز ہے تمام دالان سنگ سرخ کا بنا ہے کسی نہ میں اسپر سفیدی کر کے سنہری پیل بوٹے بنے تھے یہ دالان ایک چبوترہ پر واقع ہے جس کا طول ایک سو چار گز ہے اور عرض ایک سو ساٹھ گز اسکے آگے ۲۰ گز طول ساٹھ گز عرض کا صحن تھا جس کے گرد عمدہ عمدہ مکانات بنے تھے۔

اس دالان میں نشیمن شاہی ہے جسکو تخت شاہی کہتے ہیں اسکی عمارت بہت نفیس ہے نشیمن نر اسنگ مرمر کا کرسی دار بنا ہے اسکے پیچھے ایک پیش طاق ہے سات گز لمبا ڈھانی گز چوڑا نر اسنگ مرمر کا اس نشیمن اور پیش طاق میں رنگ برنگ کے بیش قیمت پتھر لگے تھے۔ طح طح کے بھول بوٹے بنے تھے جسکے نشانات اب ہی موجود ہیں تخت شاہی کی کرسی قد آدم سے اونچی ہے پیچھے ایک خوبصورت چوکی سنگ مرمر کی بھی ہے جسوقت کسی خاص شخص کو کچھ عرض کرنا ہوتا تو اجازت حاصل کر کے اسپر قدم کہتا اور پانچ تخت کو بوسہ دیکر آداب بجالاتا اور عرض کرتا۔

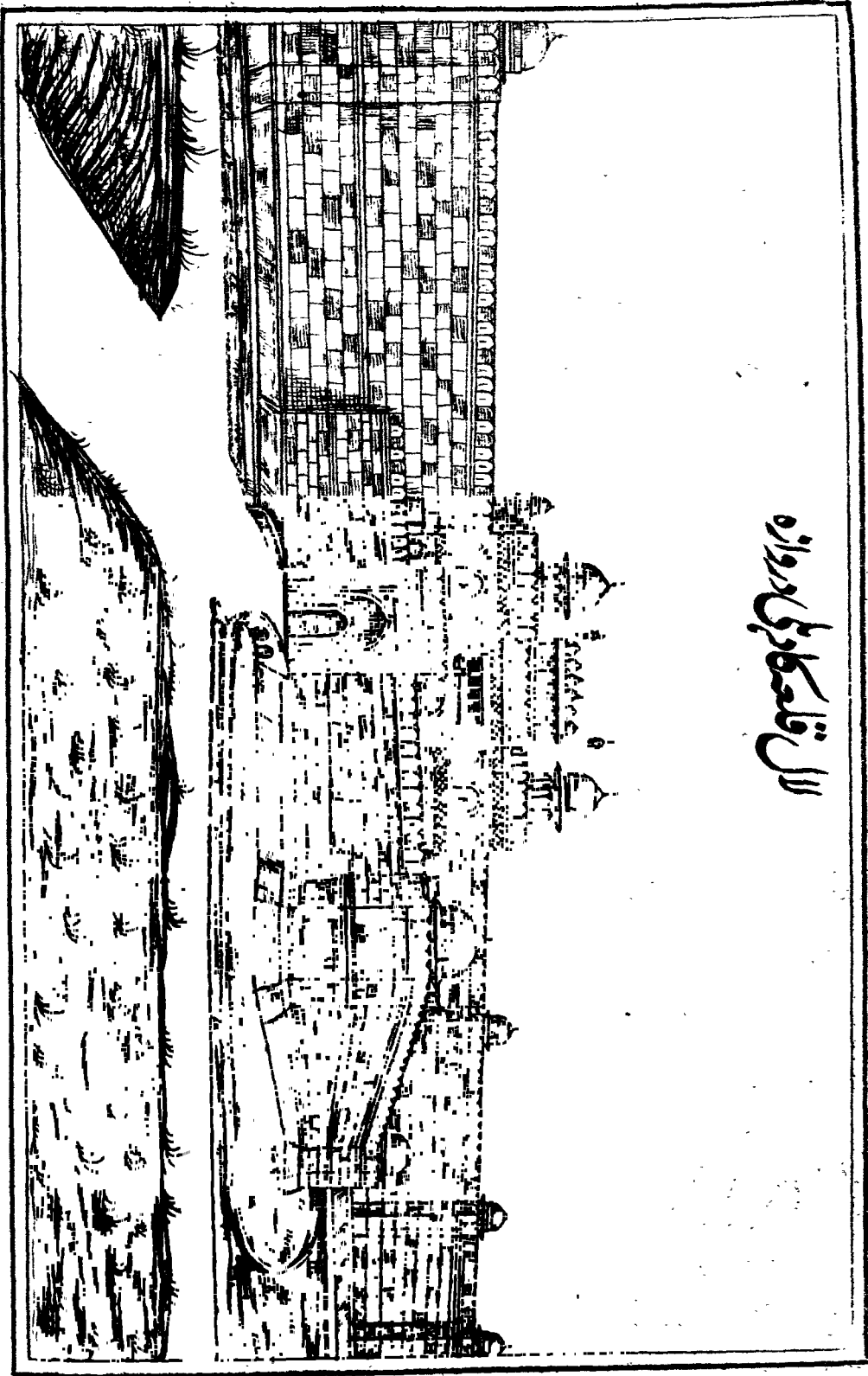
پیش طاق کے پیچھے مکان بنے تھے بادشاہ ادھر سے دربار میں تشریف لاتے تھے۔ موجودہ حیثیت صفحہ ۴ پر نقشہ سے ملاحظہ کیجئے اب اسی سرک کو دیوان خاص میں چلے۔

احاطہ کہنچاہے بیچ میں جن لگا ہے اس احاطہ کے دروازہ پر قفل پڑا رہتا ہے ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک اور پھر ۲ بجے سے ۶ بجے تک کہلا رہتا ہے اول دیوان خاص میں جاتے ہیں اسکا نام شاہ محل ہے دیرہ گز ادخا اتنی گز لمبا جس میں گز چوڑا چوڑا بنا ہے اسکے پچوں بیچ

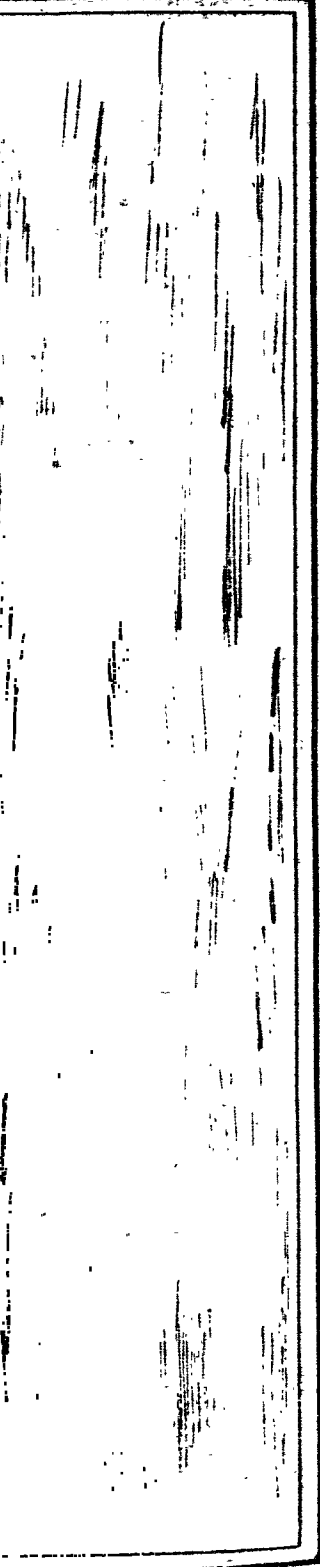
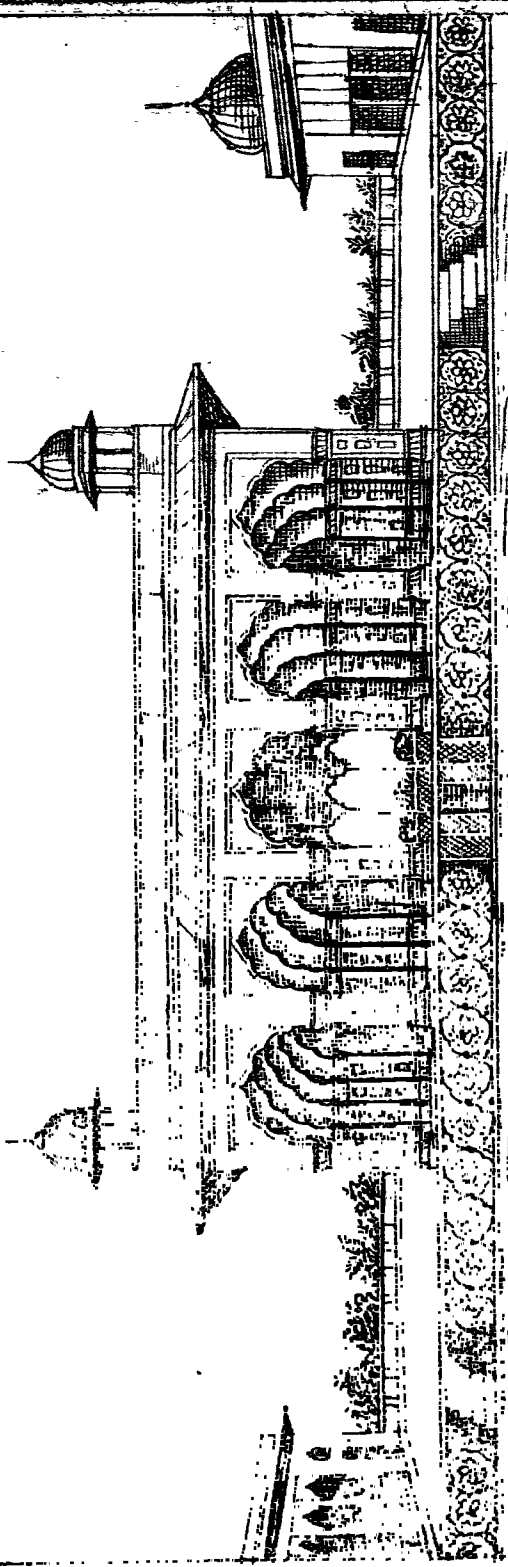
دیوان خاص

کی عمارت ہے ۳۲ گز لمبی ۲۶ گز چوڑی سر سے پاؤں تک سنگ مرمر نہایت سفید اسکے بیچ میں چار گز کے عرض سے نہر ہے گرا سوخت خشک پڑی ہے اسکے بیچوں بیچ ایک چبوترہ ہے جسکو اب سنگ مرمر کی چوکی کہتے ہیں اسپر تخت طاؤس رکھا جاتا تھا اسپر بادشاہ اجلاس فرمایا کرتے تھے اس مکان کے در و دیوار تمام سنگ مرمر کے ہیں نہیں عقیق و مرجان کی بھی کاری ہے اور پتلا خوبصورت پیل بوٹے بنے ہیں اجارہ سے اوپر چہیت تک سونے کا کام کیا ہے گویا سونائی پتیا ہے

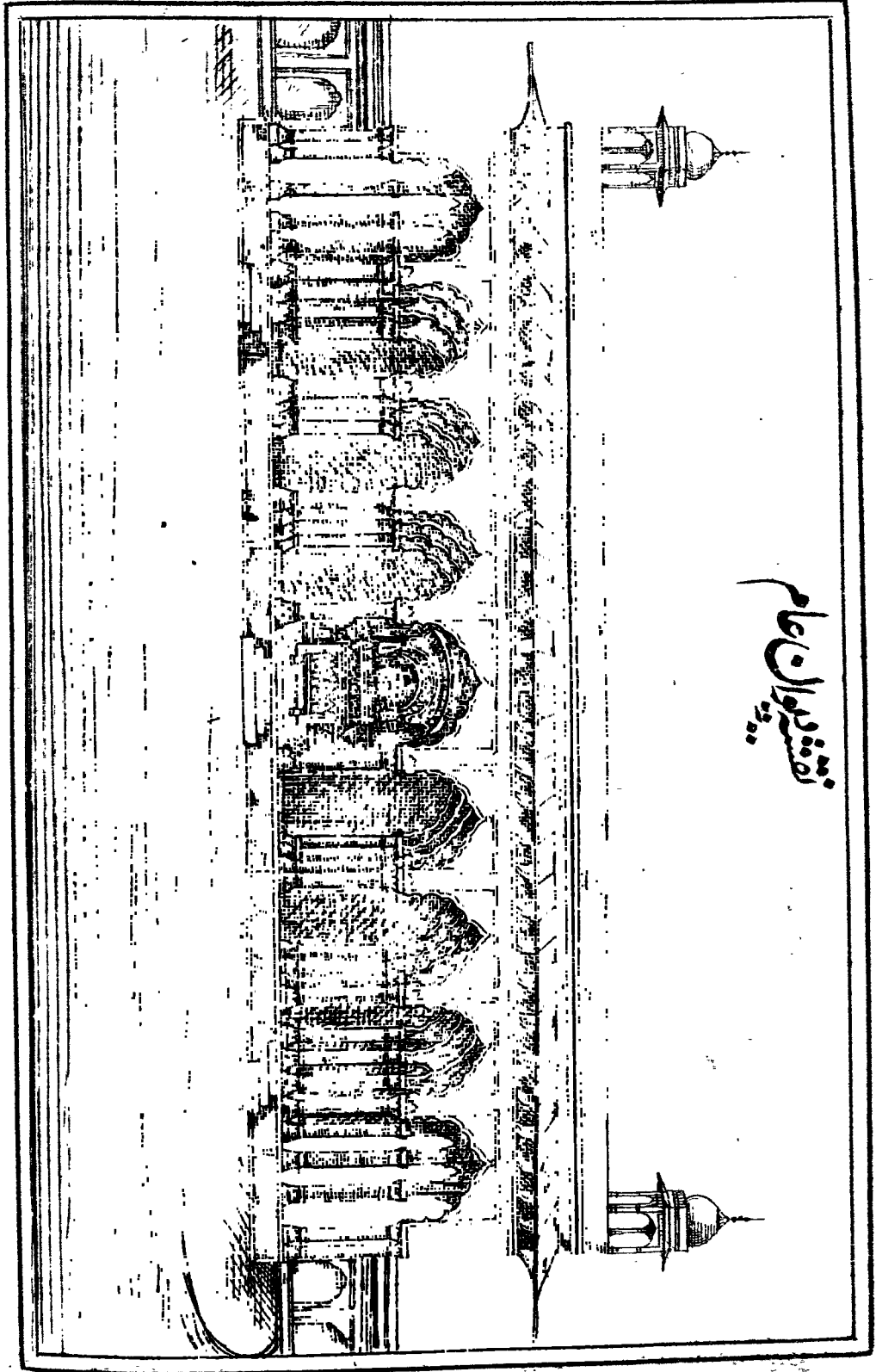
لال قلعہ کا بڑی دروازہ



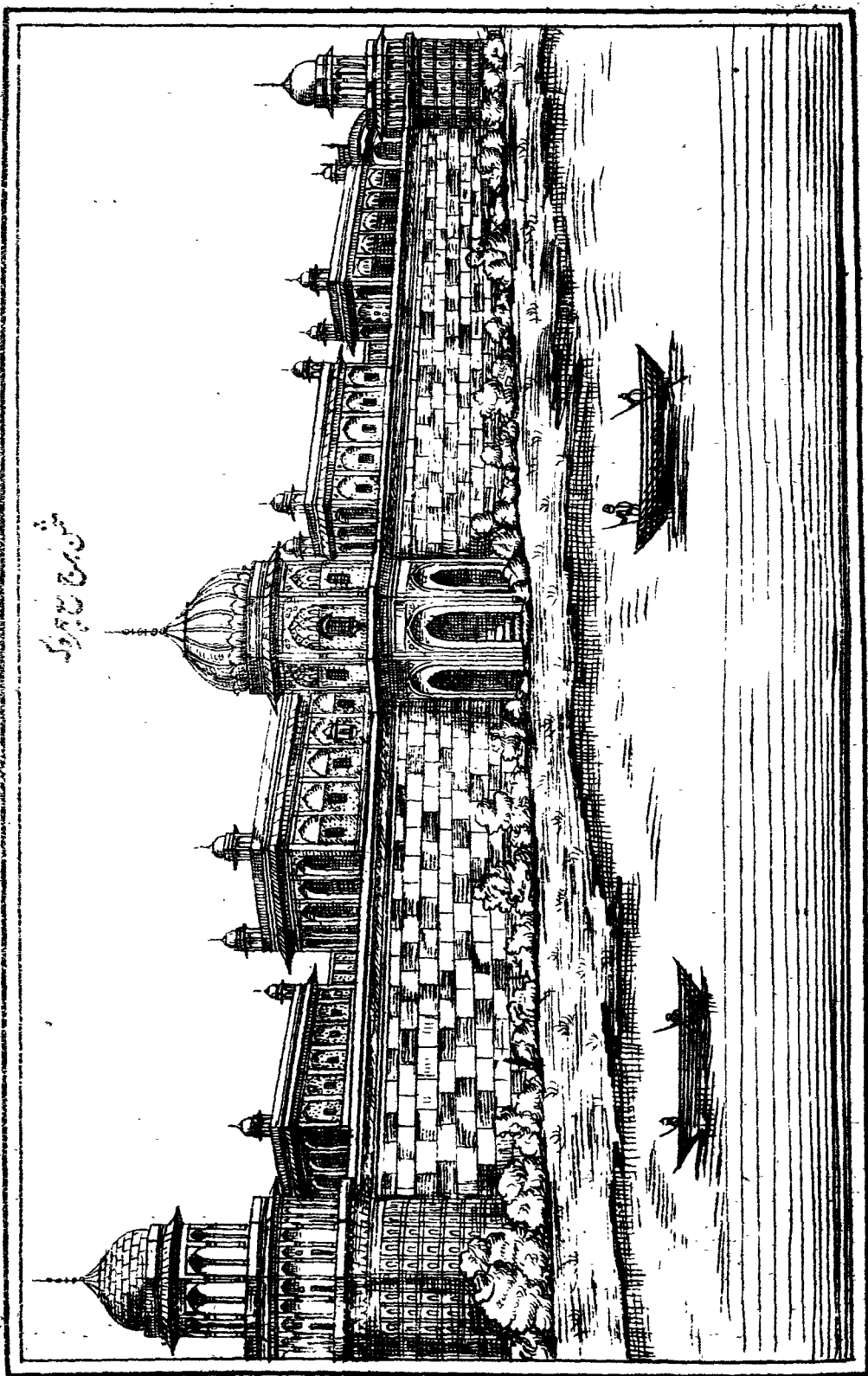
نقشه دیوان خاص



تہذیب و تمدن اسلامی



مشق برنج با جرد



اندر کے رخ سونے کے پانی سے یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

اگر فردوس بر روی زمین است ہمیں سست و ہمیں است و ہمیں است

اس کے جانب مشرق دریا ہے۔ اوپر کے دروں میں جا لیاں لگا کر آئینہ بندی کی گئی ہے جس سے دریا کا امڈنا اور اُس کی موجوں کا لہرانا عجیب لطف دیتا ہے ہم صراط پر لگا نقشہ دیتے ہیں جس سے اس کی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے غرب کی جانب میلان پڑا ہے جنوب میں میزراں کا دالان بیچک - خوابگاہ - تسبیح خانہ - برج مشن وغیرہ ہیں پھر دریا کی طرف سے قلعہ کا نقشہ دیتے ہیں اُس سے اس برج کی پوری سیر ہوتی ہے اس برج میں کیا خوب قطعہ لکھا ہے

اے بندِ پاد و قفلِ بردل ہشدار وے دو خہ چشم و پائے در گل شہد

عزم سفر مغرب و رود مشرق اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

اس برج میں دریا کی طرف ایک چھوڑ کر ہے جس کو اکبر ثانی نے بنوایا ہے۔ ان دالانوں کے آگے جنگلہ لگا ہے۔ اندر ممتاز محل یعنی رنگ محل ہے۔ چونکہ اس میں جانے کی ممانعت ہے جنگلہ لگا دیا گیا ہے +

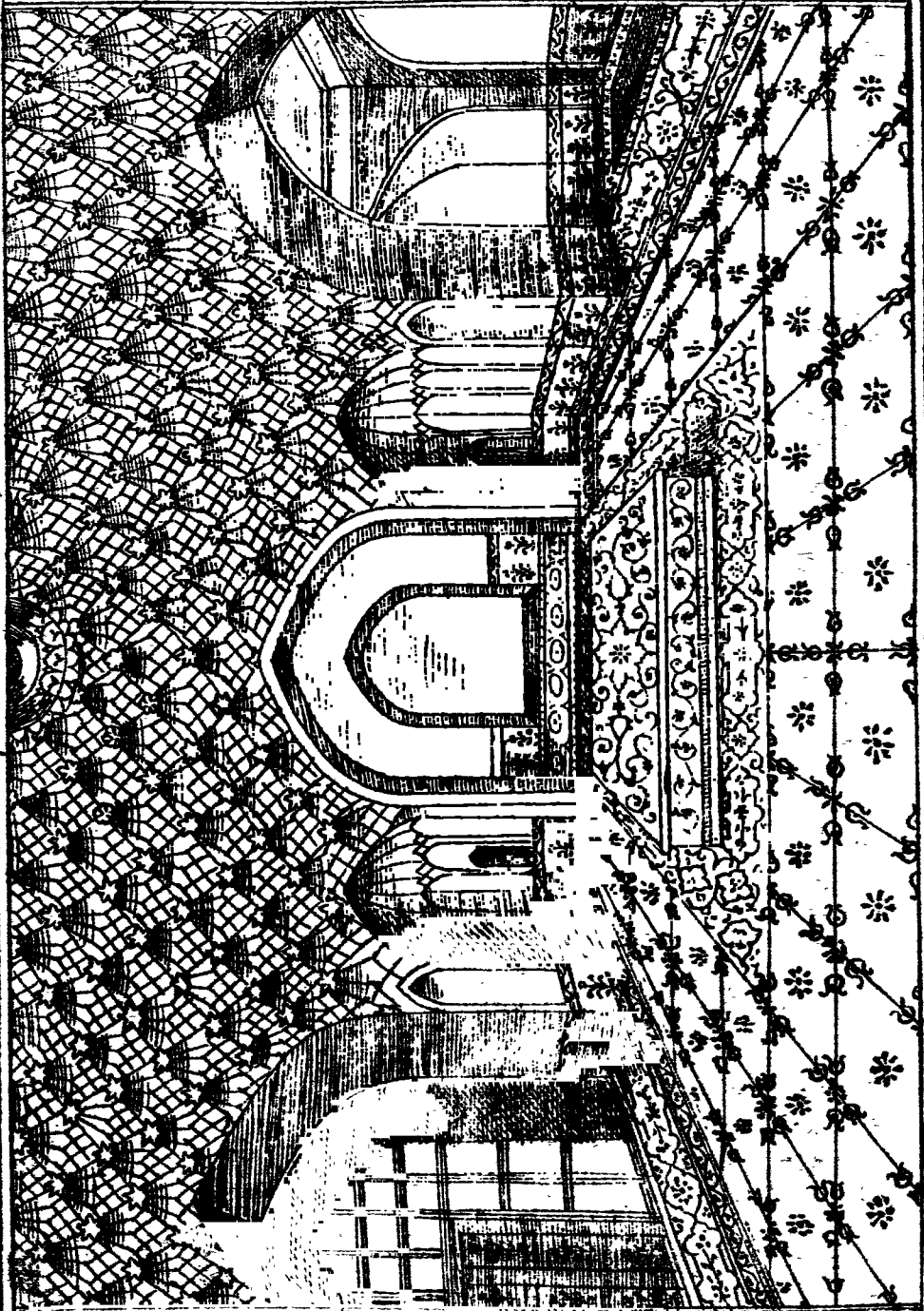
اب دیوان خاص کے شمالی حصہ کی سیر کیجئے۔ ادھر حمام بنا ہے اس کے تین درجہ ہیں۔

درجہ اول جامہ کن

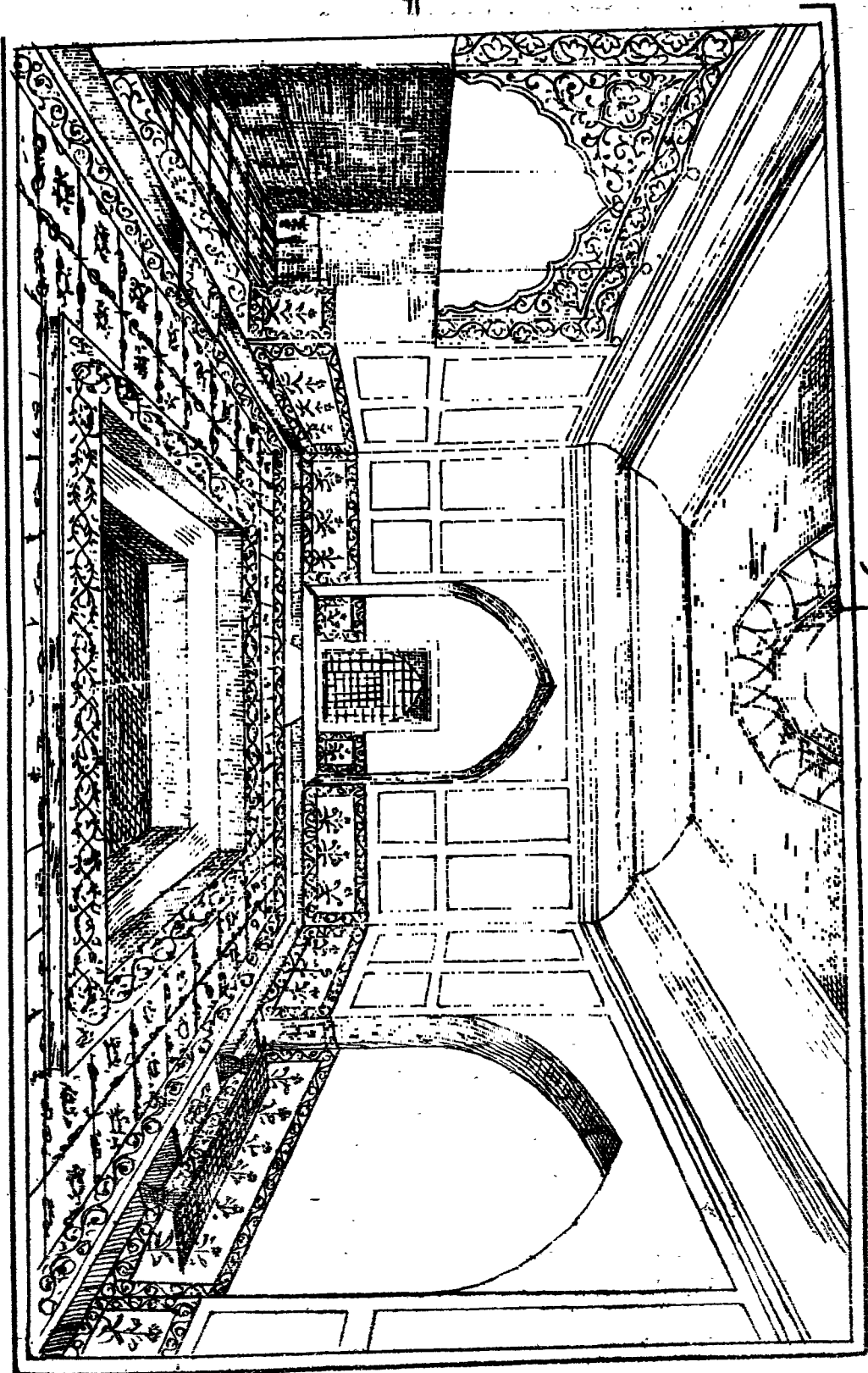
اول اس درجہ میں جلتے یا نہانے کے بعد بیٹھے اور کچھ کھاتے۔ اس درجہ کی عمارت بہت خوشنما ہے اجاہ تک مرمر جانب مشرق جا لیاں لگی ہیں +

دوسرا درجہ سرخانہ

اس درجہ کی عمارت عجیب و غریب ہے جانب شمال ایک شہ نشین سنگ مرمر کی منبت کار اس پر کچی کاری اس کے آگے ایک درجہ مربع ترا سنگ مرمر کا اس کے فرش سے لیکر چھت تک عجیب عجیب رنگ کے پتھر سے کچی کاری ہوئی ہے۔ ہر دیوار پھول بوٹے سے گلگوں بنی ہے۔ اس کے فرش کے پل بوٹے ایسے بہت ہیں۔ گویا ایرانی قالین تھیں ہیں۔ بیچوں بیچ مربع حوض ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر سنہری چار فوارے تھے جن کی چاروں دھاریں ملکر حوض میں بڑتی تھیں۔ اس کی دیوار سے علی ہوئی ایک ہنر جہول کے طور پر اس صورت

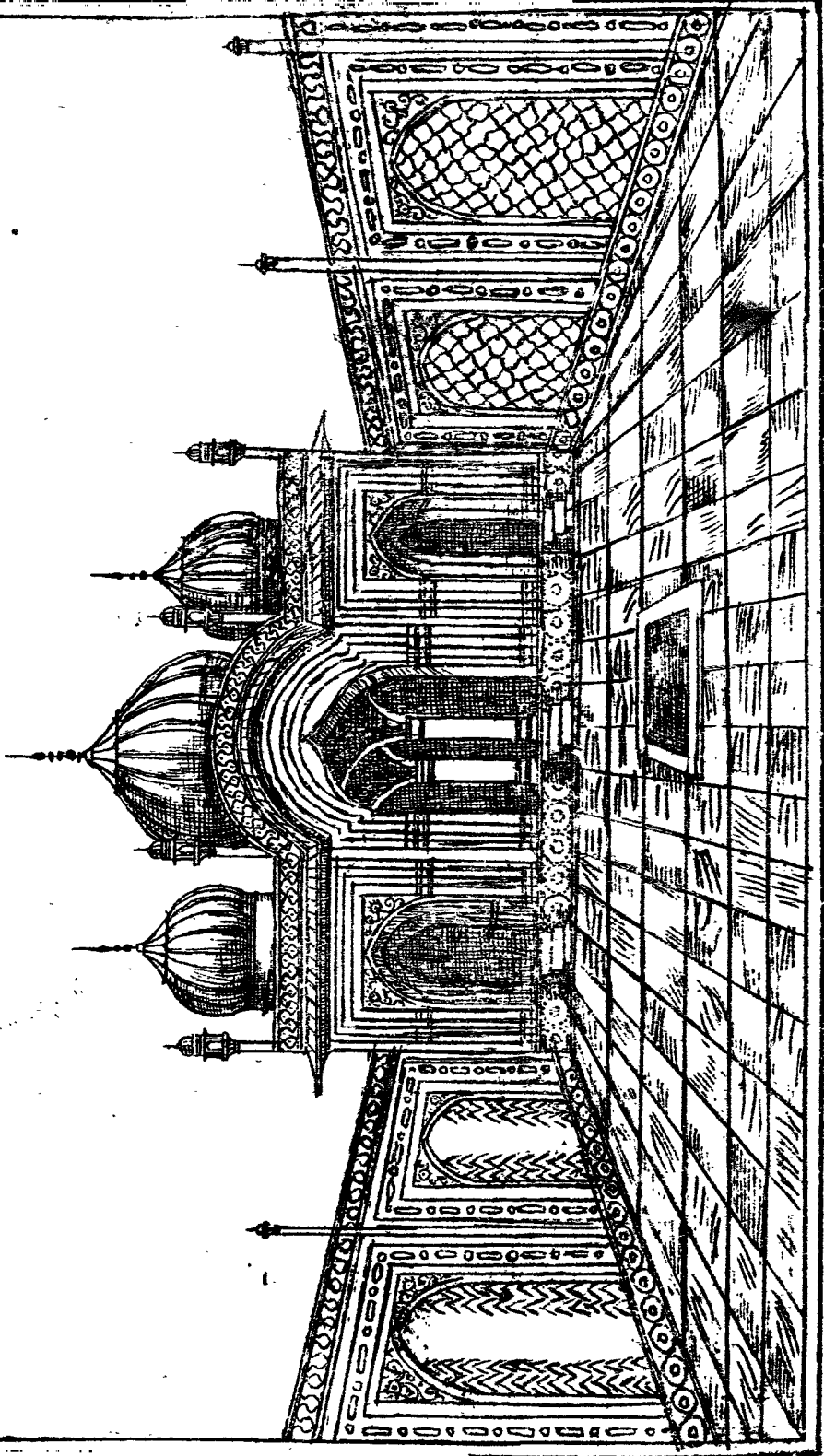


قوس و گنبد



کتابخانه

نقشه مینی بس



کی بنی ہے گویا چلتے چلتے تھکی ہے۔ اس درجہ میں یہ خوبی تھی کہ جس وقت چاہئے سرد ہو جاتا اور سردی اور حوض میں بھی سرد پانی رہتا اور جب چاہئے گرم کر لیتے اور فرس سے لیکر چھت تک گرم ہو جاتی اور نہ تک سے گرم پانی بننے لگتا۔ صفحہ ۶۴ پر اس نقشہ کا مطالعہ کیجئے

تیسرا درجہ گرم خانہ

کہلاتا ہے اس کے جانب عرب آب گرم کے حوض نے سنگ مرمر کے بنے ہیں کہتے ہیں کہ اس حمام میں سوا سو من بکڑیوں کا لقمہ دیا جاتا تھا اس کے آگے ایک مربع درجہ ہے اس کے نیچوں بیچ سنگ مرمر کا چوبترہ ہے اس پر بیٹھ کر نہایا کرتے تھے اور جانب شمال دو سو تو دوسرے درجہ کی رشتہ نشین بنی ہے۔ اس پر ایک مستطیل حوض ہے اس میں بھی یہ خوبی تھی کہ چاہے سرد پانی سے بھریں اور چاہے گرم پانی سے۔ اس درجہ کا فرش اور دیوار بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ صفحہ ۶۴ پر نقشہ سے پوری کیفیت معاینہ کیجئے۔ حمام سے باہر آکر

موتی مسجد

کی زیارت کیجئے۔ فرش درو دیوار حراب کنگرہ مرغولہ چھت منڈا پر تمام سنگ مرمر کا اس پر منبت کاری کی ہوئی پھول بوٹے نکلے ہوئے مسجد کے تین درو دینار تین سنہری گنبد نہایت موزوں۔ صحن میں ایک حوض نہایت مختصر چونکہ وہ درود سے کم تھا اس لئے اس میں یہ ترکیب کی تھی کہ چٹھے نیچے بھادوں میں سے پانی آتا تھا اور اہل کر نکلتا تھا اور ہر وقت بہتا تھا گویا یہ حوض نہ تھا چشمہ جاری تھا۔ صحن میں جنوبی جانب سنگ مرمر کی چوکی کچھی ہے کہتے ہیں کہ اس پر بادشاہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے اس مسجد میں سنگ مرمر کا منبر نہایت عجیب بنایا ہے۔ اس پر پھول اس صنعت سے بنائے ہیں کہ ہر پتے کا موڑ اور شکن الگ دکھا دیا ہے گویا تھ سے چھو کر دیکھتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ سنگ مرمر کے بنے ہیں مگر پھر دھوکا ہوتا ہے کہ شاید موم کے بنائے ہیں صحن میں دیواروں پر سے پانی آنے کے نشانات ایسے عمدہ بنائے ہیں کہ دیکھنے سے صاف یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی پانی آکر تھا ہے کسی زمانہ میں یہ مسجد باغ حیات بخش سے ملی ہوئی تھی۔ اب باغ کے نشانات تک خراب ہو گئے۔ اس مسجد کو حضرت عالمگیر نے ۱۰۸۰ جلوس میں بنوایا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوا نقشہ

تہا باغ کی جنوبی سمت ببادوں اور شمالی جانب میں ساون اور بیج میں بل محل سجان لعدہ کیا کچھ
روقت ہوئی

یہاں سے شرقی جانب حمام کے پیچھے ایک چھوٹی سی بارہ دری سنگ مرمر کی دکھائی دیتی ہے
اسکو مزافخرو دلیعہ کی بارہ دری کہتے ہیں اس سے ورے توپ کے قریب ایک کوٹھی بنی ہے
اس میں پڑانے ہتیار رکھے ہیں حمام کے پیچھے ایک کنواں ہے جسکو بہادر شاہ بادشاہ نے
بنوایا ہے اس میں یہ قطعہ کندہ ہے اس سے اگلی تاریخ بنا گئی ہے۔

قطعہ تعمیر شد این چاہ شیریں کہ آتش شربت قند و نبات است
ازین خوشتر نباشد سال و تاریخ ہوید چشمہ آب حیات است

باقی شمالی حصہ میں قلعہ کی عمارات کے ختم پر سلیم گڑھ ہے جسکو اسلام شاہ نے بنایا ہے
خاندان تیموریہ میں اسکو نور گڑھ کہتے تھے ہمیں جانے کی ممانعت ہے اور اسے قلعہ کی فوری
فصیل توڑ کر یہاں کو ریل نکالی ہے جو جنانہ کے پل سے گذرتی ہوئی سلیم گڑھ اور قلعہ کے
شمالی گوشہ پر ہوتی ہوئی اسٹیشن پر چلی جاتی ہے اسے صرف ایک باولی رگھی ہے جو ساون
سے شرقی جانب میں بارگوں کے پیچھے فصیل کے نزدیک موجود ہے فصیلوں پر چلنے کی اجازت
نہیں۔ لہذا واپس تشریف لائیے اور اسی اول چوراہے پر آئے سامنے لاہوری دروازہ ہے
کیا عمدہ پاکیزہ بنا ہے مینت کاری اور پرچین سازی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسکا چہرہ
اسکی بلندی اور اتنی بلندی پر معتدلو لانی تفریق کے قابل ہے اسی چہرہ سے باہر آنے میں
طرف دوکان بنی بنی ہین ضروری چیزیں فروخت ہوتی ہیں ایک دوکان پر برتنوں کے فوٹی ہوتے
ہیں بیچ میں ایک چوک قائم کیا ہے روشنی کے لیے اسکی چہرہ نہیں پائی گئی شاہ جہان کے وقت
میں اس چہرہ کو بازار مصنف کہا کرتے تھے۔

اصل دروازہ کے آگے پہرہی گہو گیس جو عالمگیر کی تعمیر ہے اس سے باہر خندق کابل بنا ہے یہی
اکبری عہد میں تعمیر ہوا ہے۔ دروازہ سے نکل کر ایک راستہ قلعہ کے پاس شمالی جانب میں دریا
کو جاتا ہے دوسری سڑک خندق سے لگی جنوبی دروازہ کی طرف آتی ہے تعمیر بیچ
کی سیدھی سڑک چاندنی چوک چلی جاتی ہے۔ سڑکوں کے مندر کے پاس چوراہہ بنا ہے
دوسری سڑک چاندنی چوک کو جاتی ہے اُدھر ٹھنڈی سڑک اسکو کاٹتی چنگیوں ہوتی ہوئی تعمیر
کلی جاتی ہے۔

اس کی آس بان ملاحظہ فرمائیے۔ حائل خاں نے اس کی تاریخ مسمیٰ ہے **بِنِ الْمَسْجِدِ**
لِلَّهِ فَلَا تَكُ عَوَا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا اس مسجد کے عقب میں

بھادوں

کادالان بنا ہے۔ احاطہ سے نکل کر جانب شمال سڑک پر چلیے غرب کی طرف ایک دالان
 سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنا ہوا نظر آتا ہے اس کو بھادوں کہتے ہیں۔ اس کے
 میں ایک حوض ہے سنگ مرمر کا پندرہ فٹ و کامرغ اور ڈیڑھ گز گہرا۔ اس میں نہر
 بہت سے نہر آتی تھی اور حوض میں چادر ہو کر پڑتی تھی۔ اس میں پانی کا پڑنا اور
 چادر کا چھوٹنا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھادوں کا مینہ برس رہا ہے۔ مکان اور حوض اور
 چادروں میں مجرابی چھوٹے چھوٹے طاق بنے تھے ان میں دن کو رنگ برنگے گلدان رکھے
 جاتے تھے اور رات کو شمع کا نور سی روشن ہوتی تھی جب اوپر سے پانی کی چادر پڑتی تھی تو
 چھوٹوں کی خوشنمائی اور چراغوں کی روشنی عجیب عالم دکھائی تھی اب نائیاں باکل بن گئی
 ہیں۔ دالان کے اندر کا حوض پٹا پڑا ہے۔ حال میں دالان کے نیچے زمین کھدوانی گئی تھیں
 کا حوض اور نالی صحیح و سالم نمودار ہوئی مگر دردمانہ مٹی کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ اسی طرح
 سامنے کا دالان ہے جو جل محل سے آگے اس دالان کے مقابل اسی صورت کا نظر
 آتا ہے اس کو

ساون

کہتے ہیں اس میں پانی گرتا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساون کی جھڑی لگی ہے ان
 دونوں دالانوں کے بیچ میں

جل محل

ہے جو تمام سنگ مرمر سے بنا ہے۔ اس کے اندر بہت بڑا گہرا حوض ہے۔ دیکھو چادریوں
 میں سے تمام نظر آتا ہے۔ اس مکان کا دروازہ بند رہتا ہے۔ یہ حوض حضرت ابو ظفر بہادر
 شاہ نے بنوایا ہے گویا یہ سامنے بھادوں کے پانی کا خزانہ تھا کسی زمانہ میں یہاں متلباغ

شرع میں جو ناصرف قرآن خوانی اور ثواب سانی ہوتی ہے تقریباً چار سو پانسو آدمی جمع ہو جاتے ہیں

شاہ صاحب کے خاندان کی پہچان یہ ہے کہ سب کے پاس نیلے رومال ہوتے ہیں۔
اس مزار کے قریب جانب غرب ایک

گر جاگھر روہن کی تہک

فرقہ کا ہے تمام شہر میں اس فرقہ کا یہی ایک گرجا ہے نہایت خوش قطع بنا ہے چو طرفہ باغیچہ لگا ہے اسکو دیکھ کر صحیحہ ۱۶۶ء میں چھ ماہ تک ہزار کی لاگت سے بنایا ہے اسکے احاطہ میں ایک کوٹھی ہے جس میں پادری جورج نامی رن صاحب ہتے ہیں۔

پنچکیوں سے پچاس قدم کے فاصلہ پر سڑک سے مشرق کی طرف چند روزے

دینارہ بنانا

بنا ہے اس میں طرح طرح کے پھولوں اور پہلوں کے پودے اور گھمیلے فرخت کے لیے تیار ہتے ہیں۔
اس جگہ سے ۱۲ قدم کے فاصلہ پر چوراہہ پڑتا ہے یہ سڑک سیدھی پل سے نکلتی ڈاکخانہ جاتی ہے دوسری سڑک اسٹیشن سے آتی ہے جو اسکو قطع کرتی موی نگہ بود دروازہ جنبا کی طرف چلی جاتی ہے اسکے شمالی جنوبی گوشہ میں فریزل قرار ہے چھوٹا سا مثلث باغیچہ لگا ہے۔ تینوں طرف پتھر کا کھڑا لگا ہے اسکے پاس ہی

ریل کپال

ہے اوپر کو ریل جاتی ہے نیچے سڑک چلتی ہے دیکھو کسی خوبصورت ڈاٹ لگی ہے پہلے یہ ریل ۱۹ اگر کھاتا اب میں فٹ اور بڑھایا گیا ہے بے معلوم جوڑ لگا ہے اسکے مقابل مشرق کی جانب

صاحبان انگریز کا قبرستان

واقع ہے یہ قدیمی قبرستان ہے پل کے نیچے سے جو سیدھی سڑک چلتی ہے اول مشرقی جانب
ڈاکخانہ

اب تم ٹہنڈی سڑک کو پچکیوں کی طرف چلو۔ اس چوراہے سے تقریباً ۲۵۰ قدم کے فاصلے پر
نہر کابل آتا ہے اسکے مشرقی جانب نہر کے اوپر

پنچکیان

ہیں اسی نہر سے چلتی ہیں اور فی من ۲۰ کے حساب سے صد ہا من آنا پاتا ہے۔
یہ وہی نہر ہے جو تمام شہر اور قلعہ میں آتی ہے اور دتی کی طرح ہر موقعہ پر نئے نام سے موسوم
ہوتی رہتی ہے کہیں چاندنی چونک کی نہر کہلاتی ہے کہیں سعادت خان کی نہر بنجاتی ہے۔
پنچکیوں کے سامنے میدان میں جانب غرب نہر کے شمالی کنارہ پر

شاہ آبادانی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ مستند اولیاء اللہ میں سے مانے جاتے ہیں حقیقتہً مجددیہ نقشبندیہ ہر سلسلہ میں
اجازت کہتے ہیں آپ کا سلسلہ شب حضرت صدیق اکبرؑ سے ملتا ہے آپ کے والد ماجد میں بھلا
سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ میں پیدا ہوئے سن تمیز کو پہنچے تو شاہ جہان آباد میں آئے مولانا محمد ذکریا
علیہ الرحمۃ کے قریب مکان لیا مولانا اپنے زمانہ کے عارف تھے شاہ آبادانی ان سے مرید ہو گئے
اور مجاہدے کرنے لگے مولانا نے فرقہ خلافت عطا فرمایا مولانا کے وصال کے بعد شاہ صاحب
مرجع خلافت بنے۔ مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ صحبتین ہیں۔ بہت سے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے
شاہ غلام رسول آپ کے حلقائی بہائی اخصوفی اسدیاریگ کے دمی شاہزادہ مرزا حاجی شاہ کھوڑوی
شاہ احسان علی صاحب پاک پٹی و عینہ خلیفہ ہوئے۔ اس وقت بھی آپ کے سلسلین مولانا شاہ
مبارک حسین صاحب مدرس اول ضلع اسکول در بہنگہ اور اے بی خلیفہ شاہ سعید حسن صاحب
بہاری موجود ہیں۔

شاہ صاحب کی عمر ۱۹ برس کی ہوئی ۱۸ ربیع الثانی ۱۰۲۰ھ ہجری میں وفات پائی۔
آپ کی صلیبی اولاد اس وقت معلوم نہیں ہوتی آپ کے بھائی لال محمد صاحب کی اولاد مزار کی توتلی
چلی آتی ہے اس وقت پیر علی حسین صاحب موجود ہیں یہی ہر سال ربیع الثانی کو عرس ہی کرتے ہیں
البتہ عزیزی کے حدود میں ہونے سے اجازت لینا پڑتی ہے کہتے ہیں کہ عرس میں کوئی امر خلافت

۱۸۰۰ھ میں حضرت کے مزارات میں حج و آبادانی صاحب کے تشریح میں مگر مفہوم معلوم سے ہو گئے ہیں۔

نواب چھوٹے مرزا صاحب دہلی

کامکان ہے آپ نہایت بامروت باخلاق ہیں۔ اسی جگہ حکیم ذریعہ احمد صاحب خلیفہ حکیم اشرف علی صاحب کامکان ہے جو اپنے والد ماجد مرحوم کے خاندانی گدی پر سنبھالنے میں بہت ذہین اور طباع طبیب ہیں دوسری سڑک مشرق کو جاتی ہے جو کشمیر دروازہ کھلتی ہے تار گھر سے اور خاصہ پر آگے چل کر

مدرسہ میونسپل پور ڈاکوئل

واقع ہے اسی آمد و خرچ کمیٹی کے متعلق ہے شہر میں اسی شاخین مندرجہ ذیل موقعوں پر قائم ہیں لاہوری دروازہ - کتہ ٹریل - ڈریسہ - چپتہ شاہجی سبز بونڈی تیار گنج مدرسہ سنگاری بازار چاڈری وغیرہ اس مدرسہ کی کل آمدنی تخمیناً ساڑھے روپیہ مع شاخون کے اور خرچ تخمیناً ساڑھے روپیہ ہے اسکے متعلق ایک باغ ہے۔ اس مدرسہ کے عقب میں

گرائنڈ ہول

ہے جس میں صرف صاحبان انگریزی اترتے ہیں مدرسہ سے آگے نیا دریل - رنجی لال اور آرنگی لال کے نیلام گہریں جو آٹھ سائے واقع ہیں اور اسکے متصل ہی انگریزی چھاپہ خانہ ہے اسکے نزدیک۔

نواب سید سلطان مرزا صاحب

کامکان ہے۔ آپ اوزیری مجسٹریٹ و سکرٹری عربی سکول دہلی کے ہیں اور بہت خاندانی آدمی ہیں نہایت لائق اور مستعد اور ہمدرد قوم پرست ہیں طریقہ انکا اشاعت شریہ ہے اور دہلی کے تمام اشاعت شریہ میں بہت ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ نیلام گہر سے ذرا آگے ٹیکر مشرق کی جانب۔

پور ڈنگ ہاؤس مشن کالج

ہے اس میں مشن کالج کے طلبہ رہتے ہیں۔ یہ عمارت پتھر کی نہایت خوبصورت بنی ہے اسکے مقابل

آٹکے یہ ڈاکھانہ تمام ڈاکھانوں میں بڑا ہے پوسٹا سٹر اور صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکھانہ کا دفتر
 ہیں ہتھ ہے اکی ہاشاخن میں جتنی تفصیل یہ ہے۔
 سٹیٹل جیل - قلعہ کچھری - صدر بازار - ڈبلی ل - دہلی ریوی سٹیشن - فیض بازار - سبزی
 پاش گنج - تیار ڈری بازار - کشتہ ہریان - درتیبہ - جلی قتبہ - ٹوہیدروانہ اور تمام شہر
 تقسیم ۶ لکھ بچھیاں ڈالنے کی غرض سے اور لوگوں کی آسائش کے واسطے رکھے ہیں۔
 انہیں سے دن میں چار مرتبہ چھیاں نکالی جاتی ہیں ڈاکھانہ سے آگے

دفتر ایگزیکٹو انجینئر ریلوے نیشنل ڈویژن

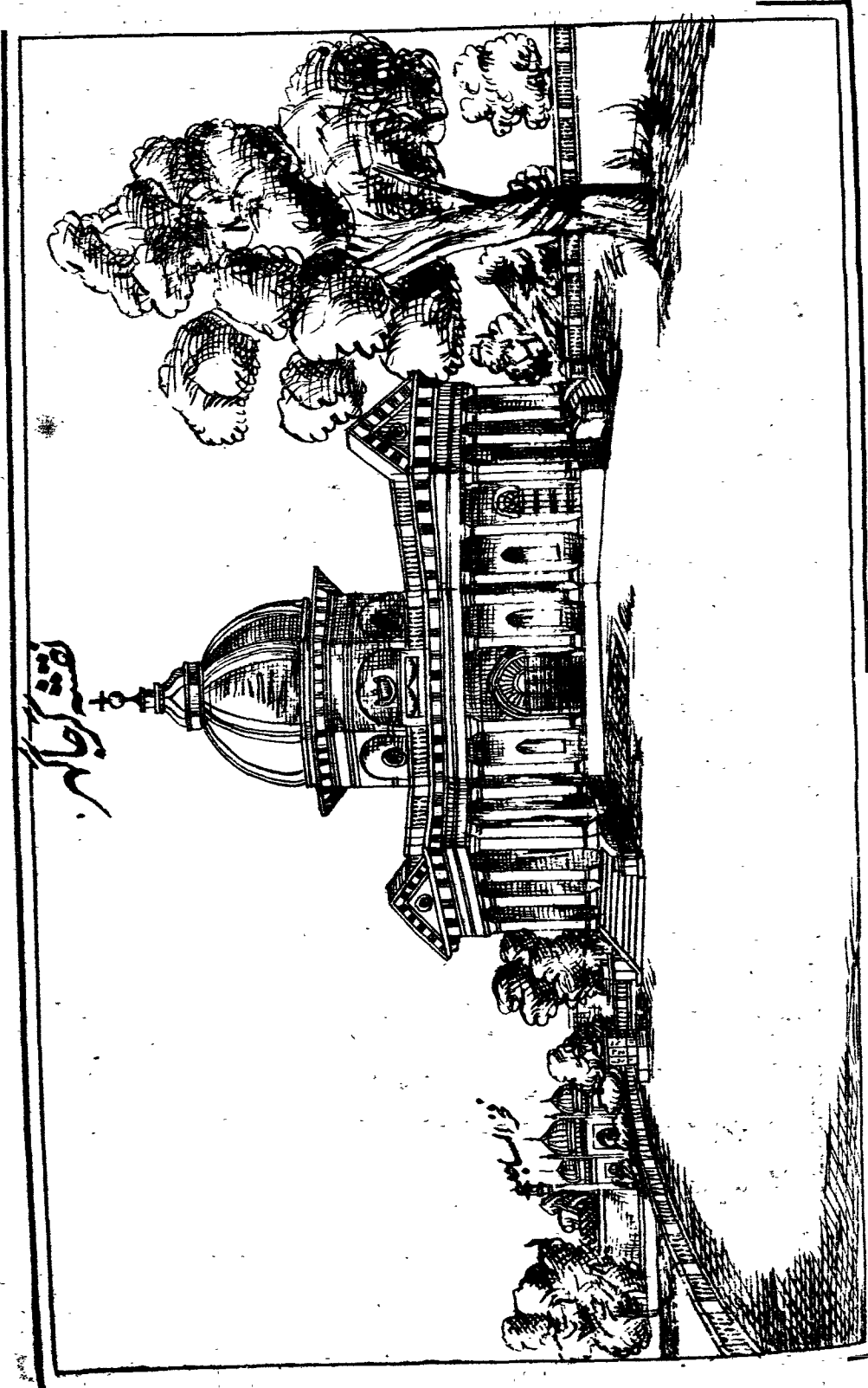
ہے جو شکر کچیاں شرق میں واقع ہے ضلع دہلی کی تمام تعمیرات کا کام ہی کے متعلق ہے۔ صدر سٹیٹ
 ہنگر انگریزی میگزین تہا جو صدر میں اڑا دیا گیا اور اس کی یادگار میں ایک خوبصورت دروازہ بنایا گیا
 جو اب ہی موجود ہے اور سپر توپ رکھی ہوئی ہے۔ اس دفتر سے آگے بڑھ کر شرق کی طرف

تاریخ

واقع ہے شہر میں سب سے بڑا تاریخی ہے صدر کے بعد ہنگر قائم ہوا ہے ایام صدر میں اس
 جانب شمال ۲۴۱۵ گز کے فاصلہ پر ۲۲ درجہ مغرب کی طرف شکر واقع تھا۔ موجودہ تاریخی کے مقابل
 ایک یادگار پتھر کی لاٹ نصب کی ہوئی ہے۔ جو ۱۹ اپریل سن ۱۹۰۷ کو لارڈ کرزن صاحب ہاڈن سٹر
 ہند کے عہد میں بنایا گیا اور ایم برٹنڈش اور جے۔ ڈیو پیکنگٹن سگنلر قائم کی گئی ہے جنہوں نے
 ایام صدر شہر میں محکمہ تار کے متعلق کارہائے نمایاں کیے تھے۔ تاریخی ڈویژن جاتی ہیں ایک جا
 مغرب جو

مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مجرم

کھلتی ہے اور پرگنڈہ نالے ہوتی ہوئی ریل کی ٹرک پیا رسیدی ہوئے دروازہ کھلتی ہے یہ مدرسہ نہایت
 خوبصورت بنا ہے مغرب میں مسجد کا دروازہ ان کے شمال میں ۲ مجرمے ایک میں مدرسہ کا دفتر
 رہتا ہے دوسرے میں کوئی استاد یا طالب علم رہتے ہیں جنوب میں نہایت پاکیزہ کمرہ باہر مولی
 صحن اور آٹھ حجرتے بیچ میں حوض دروازہ کے متصل کنواں سقاہ اور مولوی عبدالرب صاحب نے
 اسی غرض سے بنایا ہے کہ اس میں مدرسہ جاری رہے اور علوم دینیہ کی تعلیم جو کرے۔ اس سے آگے
 گندہ نالہ ہے یہاں



کتابخانه

مشن کالج

ہے یہ عمارت دو منزلہ خوش وضع اور سنگین ہے۔ مسٹر انٹ صاحب نے کمال کوشش اور نفیسی
سے کئی ہزار روپیہ جمع کر کے بنوائی ہے اسکا بنیادی پتہ ۱۹۰۳ء میں سرچارلس میٹ صاحب
کے سی ایس آئی نے اپنے ہاتھ سے کہا اور ۱۹۰۷ء کتوبر ۱۹۰۳ء کو پنجاب کے گورنر جنرل
صاحب نے اسکا افتتاح کیا اس میں ایم اے تک تعلیم دی جاتی ہے ماہ روپیہ ماہوار کی کمیٹی سے مدد
ملتی ہے۔ اسکے دروازہ پر گھنٹہ لگا ہوا ہے۔ مشن سے آگے

گر جا گھر

ہے اسکی عمارت کی خوبی نقشہ سے ظاہر ہے کس پر سونے کا جھول ہے گنبد اور کئی کمرے بہت
سے بنائے ہیں مکروں میں سنگ مرمر کا بہت نفیس فرش ہے اس گر جا گھر کو کونین میں سکھ صاحب
بہادر نے اپنی ذات کا روپیہ خرچ کر کے بنایا ہے۔ اسکی تعمیر ۱۹۰۳ء میں شروع ہوئے اور دس برس
کے عرصہ میں یہ گر جا بنکر تیار ہوا۔ نوے ہزار روپیہ سوائے سنگ مرمر کے دکہ وہ کرنل صاحب کے پاس
موجود تھا صرف ہوا۔ اسکی جانب غرب میں ولیم فریزر بہادر کی قبر ہے جو صاحب کشتر تھے یہ قبر ہی
بہت تھخہ سنگ مرمر کی بنت کا رنی ہوئی ہے اسکے گرد آہنی کٹھن لگا ہوا ہے اس گر جا کی پشت
پر عدالتہائے ضلع و تحصیل و دیوانی و فوجداری و خفیہ و ڈسٹرکٹ بورڈ واقع ہیں اور اسکے سامنے

وٹولینڈ ہوٹل

ہے اس میں صاحبان انگریز اور ہندوستانی سب لوگ ٹہرتے ہیں۔ گر جا کے سامنے

مقبر المساجد

ہے گو بہت بڑی مسجد نہیں ہے مگر خوش قطع اور موزوں ہے اسکے برج لاجواب ہیں اس مسجد کو
سر بانا رگری ویکر بنایا ہے نیچے کئی دوکانیں نکالی ہیں مسجد کی روکار تمام سنگ مرمر کی ہے جانچا
سنگ سرخ کی دہلیاں مسجد کے اندر اجارہ تک سنگ مرمر برج سنگ مرمر کے امین سنگ مرمر کی
بچی کاریاں کس بائل طلائی اندک فرش سنگ مرمر کا باہر کا صحن سنگ مرمر کا جنوبی ضلع میں
سنگین دالان اسکے مقابل ضلع شمالی میں ہی دالان ہے گرد دونوں طرف دربنے ہیں یہاں بیٹھکر وضو
کرتے ہیں یہ نالی جبر و منور کرتے ہیں اصل میں حوض کی نالی ہی پہلے یہاں حوض تھا پھر میں نوارہ لگا دیا

میں دوسری طرف کبابی دکانیں لگاتے ہیں طرح طرح کے کباب بنتے ہیں خصوصاً مچھلی کے کباب تو ایسے نادر ہوتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذائقہ کئی کئی گھنٹہ لطف دکھاتا ہے۔ اور شام ہونے ہی پھر کبابی کی دکان پر پہنچ لاتا ہے۔ تمام چوک آدمیوں سے بھرا رہتا ہے تین بجے دن سے ۱۰ بجے رات تک میلا لگا رہتا ہے۔ سقے میٹھے کنوئوں سے مشکیں مچھلے کر لاتے ہیں اور عام لوگوں کو پانی پلانے میں۔ اور میدان میں کھڑے ہو کر اس خوبصورتی سے کھورا بجاتے ہیں کہ تان بین کو انگلیوں پر بچاتے ہیں۔

سیرٹیوں پر کھڑے ہو کر دیکھو سیدھا بڑا بازار میا محل کا بازار کہلاتا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ مشرق کی جانب مچھلی دالوں کے بازار کو سڑک جاتی ہے جو دریا گنج تو کھجاتی ہے دائیں ہاتھ غرب کی جانب اول شیخ منگلو کا چھتہ ہے اس کے برابر چھوٹی سی امام کی گلی ہے۔ اس کے آگے چند قدم بڑھ کر گوشہ میں میر محمد حسین صاحب مرحوم تحصیل دار کی جو گلی ہے جس کا دروازہ نہایت عالیشان ہے

امام کی گلی

میں ہمیشہ سے جامع مسجد کے امام صاحب کا مکان ہے اسی وجہ سے امام کی گلی مشہور ہے

اس وقت

* حاجی مولوی سید احمد صاحب

جامع مسجد کے امام ہیں بلکہ امامت شاہ جہان کے وقت سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آتی ہے۔ آپ صحیح النسب سید ہیں آپ کا سلسلہ نسب و پشت میں سید عبدالغفور شاہ امام اعظم بخاری سے ملتا ہے۔ مولوی حاجی سید احمد امام حال بن مولوی حافظ سید محمد بن حافظ سید محمد بن مرحوم بن سید میر جیون بن سید عبدالکریم بن سید عبدالرحمن بن سید عبدالغفور بن سید عبدالکریم بن سید عبدالشکور بن امام السلطان حضرت سید عبدالغفور شاہ بخاری۔ امام السلطان حضرت سید جلال الدین عرف سید جلال بخاری کی اولاد میں سے ہیں جو اپنے زمانہ کے مشہور اولیاء اللہ میں سے مانے جاتے ہیں۔

* چونکہ شاہ جہان آباد کے حالات میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور شاہ جہان آباد کی آبادی کے ساتھ امام صاحب جامع مسجد کے خاندان کی بخارا سے اس شہر میں آباد ہونا ایک بڑا وقت ناری ہے اسلئے ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ امام صاحب کے خاندان کا ذکر کریں ۱۲

اس جوض میں نہر سے پانی آتا تھا مگر اب سو اسے اس نالی کے اور کچھ باقی نہیں رہا
 انٹ انٹا کر برابر ہوگا اس مسجد کو فاطمہ فخر النساء بیگم زوجہ نواب شجاعت خان نے لکھنؤ
 میں اپنے خاندان کی رحمت کے بعد ان کے ایصالِ ثواب کے لئے اپنی عالی مرتبتی سے نبویا
 ہے اس مسجد کے دروازہ پر سنگ مرمر میں فخر المساجد لکھا ہے۔ اور مسجد کی پیشانی
 پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

خان دیں پرور شجاعت خان بحضرت بابت جا
 بارضائے حق تقالے از طفیل مرتضیٰ
 صدر خاتونان کینیز فاطمہ فخر جہاں
 یادگار ش ساخت این مسجد بقصل مصطفیٰ
 مسجد کے آگے بڑھ کر عدالتہ صلیح کے عین مغرب میں

کشمیری دروازہ

بے ایام غدیر میں انگریزی فوج نے اسی دروازہ کے داخل ہو کر شہر فتح کیا صاحبان انگریز اس دروازہ کو
 کو بہت مبارک خیال کرتے ہیں اس کے باہر چار تین راستے پٹھے ہیں ایک بائیں ہاتھ کو سید ہامود دروازہ
 کو جاتا ہے دوسری سڑک راجپوتانہ شمالی اور مغربی گوشہ میں کلاسن سڑک کپڑک صاحبان کی کوٹھیلوں سے
 گذرتی ہوئی ڈوٹھیل کوڑھلی طرف چلی جاتی ہے۔ تیسری سڑک سیدی شمال کی جانب مائیں طرف تیس
 بلخ اور درقا تر نہر جن مغربی و مشرقی فائر و کس بینک اسٹیشن اور بائیں طرف کلب گھر اور رسول
 ٹیٹری ہوٹل چھوڑتی ہوئی باؤٹے سے گزر کر پرانی چھاونی چلی جاتی ہے۔ جہاں پر مالیشان دیبا کی تباہیاں
 ہو رہی ہیں؟

جامع مسجد کا جنوبی دروازہ

بازار ٹیٹا محل کی طرف واقع ہے اس دروازہ میں دائیں بائیں نیچے اوپر دو دروازے
 بنے ہیں دونوں طرف چھتوں پر جاسے کی رستہیں آج کل اسی دروازہ سے اوپر چلتے ہیں
 دروازہ کے کوڑا نہایت کلاں مضبوط برنجی منبت کاری ہیں۔ اس دروازہ کی طرف تھلیوں
 میٹھیوں میں تیسرے پر اس طرف گذری گنتی ہے تمام میٹھیوں پر بہت سے دکاندا
 آن بیٹھتے ہیں۔ نیچے کی میٹھی پر کھیر۔ شربت قند۔ مالودہ۔ چائے وغیرہ کی دکانیں
 گنتی ہیں طرح طرح کے سامانوں سے سجائی جاتی ہیں۔ ایک طرف میٹھیوں کے نیچے
 بساطی۔ بنانا۔ جوتے والے کباڑی۔ خواجہ والے بیٹھتے ہیں۔ نئے نئے سووے بیچنے

سید محمد صاحب اپنی آبائے امامت پر قائم ہوئے۔ شہداء کے دربارِ قیصری کے موقع پر جبکہ تمام والیان ریاست ہئی میں رونق افروز تھے ہر اسلامی رئیس نے امام صاحب کی نہایت توقیر کی اور نواب سکندر بیگ صاحبہ والی ریاست بھوپال امام صاحب کے مکان پر تعیش فرما ہوئیں اور شاہانِ تیموریہ کی طرح مابہراری و وظیفہ ریاست سے نسلابعد نسل مقرر فرما دیا۔

اسی زمانہ میں نواب ابراہیم علیخان بہادر والی ریاست مالیر کوٹلہ کو امام صاحب سے ایک خاص عقیدت پیدا ہوئی چنانچہ جب تک وہ باختیار رہے۔ امام صاحب کی توقیر حد سے زیادہ فرماتے رہے اور ہزاروں روپیہ سے خدمت کرتے رہے۔ اس کے بعد چند اسلامی ریاستوں نے تیموری سنت کو ادا فرمایا۔ گوئنٹ نظام۔ ریاست راجپور نے مناسب خطاقت مقرر فرمائے اور اس بچی کو جو مصارفِ سلطانی بند ہو جانے سے امام صاحب اور ان کے متعلقین میں پھیل گئی تھی بالکل اطمینانی حالت سے بدل دیا۔ جناب سید مولوی سید محمد امام صاحب نے ۳۷ برس کی عمر میں ۳۔ ربیع الثانی ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۱۔ اگست ۱۸۹۹ء کو جہان فانی سے ملک جاودانی کو رحلت فرمائی اور شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حادِ نگاہ میں مدفون ہوئے کتبہ لکھا ہے اس پر ہو الغفور لکھا ہے۔ اور چونکہ آپ کے دادا کا نام بھی غفور شاہ تھا اور الغفور سے آلِ وفات بھی نکلتا ہے۔ اس لئے یہ لفظ بہت ہی لطف دیتا ہے جس وقت امام صاحب کا جنازہ اٹھا ہے تقریباً پانچزار آدمی ساتھ تھے اور ہوتے جلتے تھے۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے دو مرتبہ نماز ہوئی آدمی پر آدمی گرتا تھا۔ کنہا تک دینے کو موقع نہ ملتا تھا چھوٹے بڑے اپنے قیدی بادشاہی امام کو یاد کر کے دل کڑھاتے اور آٹھ آٹھ سالوں بہانے تھے +

جناب مولوی سید محمد صاحب امام کے بعد ان کے فرزند اکبر مولوی حاجی سید احمد صاحب مستقل امام ہوئے جنہوں نے ۱۸۵۵ء سے باقاعدہ طور پر اپنے جدِ گ باپ کی زندگی میں اس عمدہ جلیلہ کو باحسن الوجوہ انجام دینا شروع کر دیا تھا جس کو آج پورے میں سال کا عرصہ ہوا +

شہر کے علماء و سافقہ مشائخ نے شامی رسم کے موافق جامع مسجد کے موقع پر گئی

جس وقت شاہجہان بادشاہ نے جامع مسجد تیار کرائی تو ضرورت پیش آئی کہ جیسے مسجد سید المساجد اور نور علی نور ہے اسی طرح امام بھی متقی پر سبز گارہ سید الائمہ ہونا ضرور ہے۔ بخاری میں حضرت سید عبد الغفور شاہ کا شہرہ سنا۔ شاہ بخاری کی وساطت سے شہنشاہ بھری میں نہایت اعزاز کے ساتھ طلب فرمایا اور سلسلہ بھری میں منصب امامت پر مامور فرمایا۔ اور عید الفطر کا دو گانہ سید صاحب کے اقتدا سے ادا کیا اور خطبہ کے بعد دست خاص سے پیش بہا خلعت عطا کر کے امام السلطان کے خطاب اور جاگیرات عطیہ خسروانہ سے ممتاز فرمایا۔

اس کے بعد ہمیشہ شانہ و درباروں اور جشنوں کے موقعہ پر امام السلطان کے ساتھ اعزازی مراسم کا پورا احوال ہوتا تھا۔

جیسے دست خاص سے خلعت کا مرحمت فرمانا۔ مذہبی گروہ میں سب پر مقدم کرنا خطاب خاص کے ساتھ کلام فرمانا۔ سبز لباس کا مخصوص فرمانا۔ و زرا امر کی طرح یا ریالی ہونی۔ جیب خاص سے مصارف کا عطا ہونا۔

شاہجہان کے بعد ہر بادشاہ اپنے موروثی امام السلطان اہلس کے قائم مقام مسلمی کی وقعت اور عزت اسی طرح کرتا رہا جس طرح کہ اُس کے قبل کے بادشاہان وقت کرتے چلے آتے تھے اور انہیں خصوصیات کا پابند رہا جو شاہجہان کے وقت میں قائم ہو گئیں تھیں۔

بلکہ علی گیر اور رنگ زیب کے وقت سے یہ عزت اور عطا فرمائی گئی کہ تخت نشینی کی رسم کا افتتاح بھی اسی شخص کے ہاتھ سے ہوتا جو امام السلطان کی اولاد میں سے جامع مسجد کا امام ہوتا اور اس موقع پر اُس کو خاص اعزازی خلعت عنایت فرمایا جاتا۔ چنانچہ ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ تک یہ رسم برابر قائم رہی اور اُن کی تخت نشینی کا افتتاح حافظ میر احمد علی صاحب نے جو اس وقت جامع مسجد کے امام تھے اپنے ہاتھ سے کیا۔ اس کے بعد فقہ کا زمانہ ہوا اور میر احمد علی صاحب امام کے صاحبزادہ حافظ میر احمد علی ڈاکٹر سید احمد خان کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ بانی محمدن کالج علی گڑھ کے پاس رجو کہ اُن کے قریب کے رشتہ دار تھے چلے گئے مسجد ضبط ہو گئی جب تمام فقہ فرود ہوا اور مسجد واگداشت ہوئی تو لوگوں نے اپنے قدیمی امام کو طلب کیا اور مولوی حاجی حافظ

لاؤ گزن صاحب چاہو میرے دو گوز جزل کشور بند یکم جنوری ۱۹۰۲ء کو منقذ فرمائینگے۔ امام صاحب کے مکان کے متصل ہی

حافظ سید منشی امیر الدین صاحب فیض قلم

کا مکان ہے آپ خط نسخ کے و حیدرآباد استاد ہیں حتی یہ ہے کہ اس وقت اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ امام صاحب سے قرابت رکھتے ہیں۔ نقش بندیہ خاندان میں مجاز ہیں۔ نہایت متقی پرہیزگار ہیں۔ بچائے لوگوں کی یادگار ہیں۔ رہا

شیخ منگلو کا چہرہ

اس میں چند قدم چکر چہرہ آتا ہے۔ اسپر کرو بنا ہوا ہے۔ اس چہرہ کے نیچے متصل ہی جناب

نواب فیض احمد خان صاحب رئیس ملی

کا مکان ہے۔ نواب صاحب بصوت رؤسا تہہ میں سے نہایت لایق اور فائق منتظم نوجوان عظیم یافتہ اور بااخلاق رئیس ہیں اور باوجود ان تمام صفات کے جوان صالح مسلمانوں کے سچے بھروسہ دار اور ہی خواہ۔ نیک نیت۔ درویش صفت آدمی ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار نواب محمد بخش خان صاحب غفر اللہ ذوق خاندان رؤسا کرنا ل سے تھے یعنی نواب احمد علی خان صاحب رئیس محکم کرنا ل کے حقیقی بھائی تھے۔ نواب محمد بخش خان صاحب نے خلافت اپنے تمام خاندان کے ازراہ عالی ہمتی ملازمت گورنمنٹ اختیار کی۔ اور ۳ سال تک عہدہ ہائے تحصیلدار روڈچی کلگری پر نہایت نیک نامی کے ساتھ حکم کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے مفسدہ میں دو تین لڑائیوں میں شامل ہو کر نمایاں خدمات ادا کیں جس کے صلہ میں سرکار انگریزی سے ایک گاون عطا ہوا۔ آپ گورنمنٹ انگریزی کی ملازمت کے بعد ۱۹ سال تک ریاست ٹونک راجپوتانہ میں عہدہ جلیلہ میری کونسل اور حاکم ایس پرنٹا ز ریکریشن باب ہوئے۔ افسوس ہے کہ ٹونک واپس آکر بعد چند ماہ ۱۰ جون ۱۹۰۲ء کو رحلت فرمائی۔ اور مولوی سید محبوب علی صاحب کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اور اپنی یادگار میں اپنے خدند ارشد نواب فیض احمد خان صاحب کو چھوڑا۔ جو اس وقت تمام دہلی میں بلحاظ قابلیت اور شرافت و لیاقت و تہذیب اخلاق و صلاحیت ایک منتخب رئیس ہیں۔ اور جگہ اسلامیہ انجمنوں اور کمیٹیوں میں مگر تیری یا ممبر ہیں۔ اسی کمیٹی میں مولوی سید محبوب علی صاحب کی مسجد ہے۔ جو مولانا شاہ عبدالعزیز علی الرحمہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔

اس مؤرخ پر سے اُس کمیٹی کے دو حصے ہوتے ہیں۔ چھوٹی کمیٹی مولوی عبدالمجید صاحب کے مدرسہ کے سامنے ہوتی ہوئی چلتے دروازہ چاؤری بازار میں جا نکلتی ہے۔ دوسری بچہ رشک بازار چوڑی والاں میں گئی ہے۔ یہ بازار ایک طرف اہلی کی سپاٹری کے متصل تڑا ہر سے جا لایا ہے دوسری طرف ہوتے والوں کی مسجد سے آگے چکر جنوب کی جانب ستی رام کے بازار سے جا لایا ہے۔ اور غربی جانب میں سید صاحب مجتہدائی کے قریب کو نکلتا ہوا رہے کے کارخانہ کے سامنے چاؤری میں جا نکلتا ہے۔ محلہ

چوڑی والاں

میں مولوی سید محمد عزمہ صاحب بن سید علی شاہ صاحب علیہ السلام کے تالی کا مکان ہے۔ آپ سادات صحیح النسب جلیلی و نقوی سے ہیں آپ نے اوائل عمر میں قرآن شریف اور کتب فارسی سے فراغت پاکر سرکاری انگریزی مدرسے میں تعلیم پائی۔ اور ٹرل پاس کیا۔ پھر انگریزی چھوڑ کر عربی حاصل کرنے کی طرف توجہ کی۔ ابتدائی کتابیں سیکھ کر علامہ کلام یعنی مولوی عبدالحق صاحب مولانا فضل اللہ صاحب لکھنوی فرنگی علی کی خدمت میں فیض علی اور سند حاصل کی۔ اور ۱۳۳۰ ہجری میں گنگوہ پوچھ چکر مولانا رشید احمد صاحب محدث کثیف دست راسر افلاحت میں علم حدیث اور سند حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ ۱۰ ماد اللہ صاحب مہاجریت، لکھنویست میں علم باطنی اور اچھا فرقہ خلافت

ہزار آدمیوں کے مجمع میں مولوی سید احمد صاحب کے سر پر دستار ہافرضی اور ان کی امت پر خوشی کا اظہار کیا۔ سیر و نجات سے لوگوں نے نذریں اور دستاریں بھجوائیں چنانچہ میرے مہربان مولانا محمد نظام الدین صاحب کراچی نے بھی میرے سامنے حضرت سراج المساکین عہدۃ العارفین جامع معقول و منقول مولانا محمد عمر صاحب فاروقی پشتی صابری مجددی ارمیس قصبہ تھانہ بھون کی طرف سے امام صاحب کے سر پر دستار باندھی ہے درپے ایک جینت تک کہیں سے نذریں کہیں سے خوشنودی کے خطوط۔ کہیں سے آپ کے والد مرحوم کے تعزیت نامہ آتے رہے۔ مسٹر کلارک صاحب سابق کمشنر دہلی اور مسٹر ڈپوس صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر دہلی نے لندن سے تعزیت کی چٹھیاں امام صاحب حال کو لکھیں اور مسٹر خٹا صاحب بہادر کمشنر دہلی نے بھی جو اس وقت دہلی کے کشر تھے تعزیت آمیز چٹھی روانہ کی۔ مسٹر ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر دہلی کی جانب سے تعزیت کا رسلا پہنچا نیز بعض اسلامی ریاستوں نے تعزیت نامہ لکھے اور آپ کی امامت پر نہایت بہت خاطر فرمائی۔ واقعی جناب سید احمد صاحب امام حال نہایت متقی۔ پر سیرگار۔ سائق و فاضل جوان صالح ہیں۔ سرمایہ علمی کے ساتھ خط و سخن و تعلق وغیرہ میں بھی دستگاہ ہے ہر شخص جو ان سے ملاقات کرتا ہے ان کے اخلاق و اشفاق کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی ریاستیں بھی نہایت اعزاز کے ساتھ پیش آتی ہیں۔ اور اپنا معزز و مکرم بھانتی ہیں چنانچہ نواب نصر اللہ خان بہادر ولیعهد ریاست بھوپال اور صاحبزادہ عبید اللہ خان بہادر کی تقریب شادی پر بھوپال سے خلعت فاخرہ بھیجا گیا جو یکم اگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن جامع مسجد میں ممبر کے اوپر آپ کو پہنایا گیا۔ نواب صاحب حال والی رامپور کے دربار سندھیشی میں بھی آپ کو شریک کیا گیا تھا۔

۱۹۰۵ء کو پرنس نصر اللہ خان بہادر خلف امیر عبدالرحمن خان بہادر مرحوم والی کابل نے جبکہ جامع مسجد میں تشریف لائے مغرب کی نماز آپ کے پیچھے پڑھی اور نہایت تپاک سے مصحف کیا اور ملاقات فرمائی جب تک مسجد میں ہے آپ ہی سے مخاطب ہے اور چلتے وقت مبلغ پانسو روپیہ عنایت فرمائے۔ اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی بھی نہایت عزت کی نظر سے دیکھتی ہے موقع پر برابر عزت افزائی فرماتی ہے۔

چنانچہ اب بھی گورنمنٹ نے عظیم الشان تاجوشی کے دربار میں دعوی فرمایا جس کو حضور

انہا میں رسالہ چرا بنگال کے بیڑا سٹر مقرر ہوئے۔ پھر ۱۸۸۶ء میں خود ہی اس سلسلہ کو منقطع کر کے ضلع میرٹھ میں وکالت کرنے لگے۔ پھر میکورٹ اور آبدو سے اجازت حاصل کر کے ۱۸۸۶ء میں منشی متنازع علی چغتاش نوین علی ہا ہاجریت اللہ سے مطبع مجتہائی دہلی میں سامان اور نام کے خرید کیا۔ اور اپنے حسن انتظام سے مطبع کو وہ ترقی دی جس سے ہر شخص بخوبی واقف ہے۔ حاجت بیان نہیں۔ غرض کہ مولوی صاحب موصوف اپنی ذاتی قابلیت اور انتظامی حیثیت سے زمانہ کے مشہور مدبر اور مسلم منتظم لوگوں سے سمجھے جاتے ہیں۔ باوجود دولت و ثروت کے ملا و فقیر اور صلہ و رقیب کی طرف قلبی میلان رکھتے ہیں۔ آپ کے خلف اکبر مولوی سید عبداللطیف صاحب ہیں۔ جو نہایت جوان صالح اور اپنے والد کے قدم بقدم میں۔ مطبع کے محاذ میں دو چار قدم کے فاصلہ پر ڈپٹی محمد سلطان صاحب کو حویلی ہے نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ چند قدم آگے

منشی کبیر علی صاحب تحصیلدار

کی حویلی کا ہواڑہ ہے۔ منشی کبیر علی صاحب تحصیلدار خان بہاؤ منشی امیر علی صاحب کے فرزند ہیں نہایت اللیق و شریف روسا شہر میں ہیں۔ اسی مکان میں منشی غلام جیلانی صاحب شتر واری بھی بستے ہیں۔ جو نہایت شریف الطبع و ضعدار شرفا دہلی میں سے ہیں۔ اس آگے لوہے کا کارخانہ آتا ہے۔ اور یہ راستہ بازار چاؤڑی میں جا نکلتا ہے۔ اب پھر جامع مسجد کے جنوبی راستہ پر آئیے۔

بازار میا محل

کی سیر فرمائیے۔ یہ بازار تقریباً ۵۵۵ قدم کا طول رکھتا ہے۔ اور وہی دروازہ تک پہنچ جاتا ہے۔ برابر دوکانوں کی قطار لگی ہے۔ ہر سطح مقابل کی سطح سے برابر چلا جاتا ہے۔ چند قدم پر چنے والوں کی دوکانیں ہیں۔ دئی کے خستہ چنے دور دور مشہور ہیں جامع مسجد سے ۴۰ قدم پر گلی کیانی۔ اس آگے کٹرہ گوگل شاہ شہنواز ہے۔ اس میں

مدیر حسین

واقع ہے۔ تقریباً تین سال سے مولانا محمد حسین صاحب فقیر نے جاری کیا ہے۔ کئی استاد پڑھاتے ہیں۔ مولانا نے اپنی سعی سے اول نہایت عمدہ عیاشان مجتہد تیار کر لئی۔ پھر مدرسہ جاری کیا مسجد کی کرسی اونچی۔ اور ہر آدمی حرجے۔ بیچ صحن میں بیضوی حوض نہایت پاکیزہ۔ جمعہ جمعہ وعظ ہوتا ہے۔ کبھی آپ فرماتے ہیں۔ کبھی آپ کے فرزند مولوی محمد ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں۔ گلی گلی گڑھیا بہلائی ہے۔ اور بھی مدرسہ کا دروازہ ہے۔ گڑھیا کے سامنے ایک بڑا دروازہ حویلی مجتہد خان کا ہے۔ اس میں سامنے ہی۔

مدیر حسین بخش

کا بڑا اچھا مکان ہے عجیب و غریب مکان بنا ہے۔ مسجد حوض۔ حرجے۔ دالان تمام چیزیں قرینہ سے بنی ہیں۔ اس کو حسین بخش صاحب مرحوم سوداگر نے ۱۲۶۸ ہجری میں تعمیر کرا کر وقف کیا ہے۔ اس کے دروازہ پر کتبہ لگا ہے۔

پائی۔ علاوہ ان سلسلہ فخریہ میں میان حبیب علی شاہ صاحب حیدر آبادی سے اور سلسلہ اشرفیہ میں میر شاہ علی حسین صاحب اشرفی سے اجازت حاصل کی۔ چنانچہ سلسلہ پیری مریدی کا آپ سے جاری ہے۔ چند سال پہلے پیر علی وفاری ہندو کا کج کے ہے۔ اربعہ صدہ و پڑھ سال سے اپنے پیر و مرشد حاجی صاحب کی بشارت سے اس سلسلہ کو منقطع کر کے توکل پر نہایت نفاست اور استقلال کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ تدریس علم ظاہری باطنی میں طالبانِ خدا کے ساتھ دن رات مصروف ہیں۔ انکی طبیعت نظم و منشاہد وفاری میں ملکہ یکتہ ہیں۔ مگر کبھی کبھی اتفاقاً نفعہ سنبی ہوتا ہے۔

اس کے آگے دوسری گلی میں انیس طرف حکیم علی احمد خاں صاحب پیر محمد علی صاحب جو کم کامکان ہے۔ آپ کا مطب ہی نہیں ہوتا ہے۔ نہایت لائق اور دیندار آدمی ہیں۔ ہر شخص کا علاج توجہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ خصوصاً غریبوں کے ساتھ نہایت خوشن خلقی سے پیش آتے ہیں۔ جتنے والوں کی مسجد سے بڑا ایک راستہ سینا رام کے بازار کو جاتا ہے۔ اسکو چھوڑ کر آگے چلے۔ ایک نئی مسجد کی پشت پر واقع ہے۔ اس پر حافظ سید محمد صاحب امام حیدر گاہ کا مکان ہے۔ اشارہ الدقان شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ نہایت لائق شخص ہیں۔ میان کیا جاتا ہے کہ آپ سادات نقویں سے ہیں۔ آپ کے اکابر مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے۔ پھر سب دارگاہ ویز میں رہنے لگے۔ اس کے بعد ہندوستان میں آئے۔ شاہانِ خلیہ کے عہد میں محرزنا صاحب پور میں اول شہزادوں کا تالیق تھے۔ پھر گیارہ کی امامت سپرد ہوئی اور لاہور لائے۔

حمام سیتل داس

آپ تک پہنچی اس کے سامنے واقع ہے یہ محلہ حمام کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے ملاہوا ڈپٹی محمد سلطان صاحب جو کم کامکان ہے۔ مگر دروازہ لگے بڑا بکر حمام کے متصل ہی مطب مجتہائی کا دروازہ ہے۔ دیکھو کتنے لگا ہے جس پر۔

مطب مجتہائی دہلی

جی تو تم سے کہا ہے۔ یہ مطب دہلی کا ایک تمام ہندوستان کے نامی اطباء میں شمار ہوتا ہے۔ ہر انتظام بہت اچھا ہے۔ کلم زکرم و پیرس ہمیشہ چلتے رہتے ہیں۔ بڑی بڑی کتابیں دینی طبع ہوتی ہیں۔ اس نامی گرامی مطب کے مالک جناب مولوی حافظ سید محمد عبدالاحد صاحب رضوی رئیس دہلی ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کے لائق خالق۔ بہتم قوم و باہنہ ظاہر خواہ قوم۔ حامی اسلام۔ سچ عالم فقیر دوست۔ انجمن یونیاں اسلام اور ترقی خات کے منتظم ہیں۔ آپ کے اخلاق آپ کے اوصاف احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ حضرت امام علی رضاضی المدونہ کی اولاد سے ہیں۔ جو کہ انھوں امام گز سے ہیں۔ آپ کے اجداد میں سے پہلے پہل جو ہندوستان میں تشریف لائے وہ حضرت شاہ باقر علی صاحب رضوی حنفی نقشبندی حرت المدنی تھے جو مولوی صاحب موصوف سے پانچویں پشت کے۔ اسی سے مولوی حافظ سید محمد عبدالاحد بن حافظ میر غلام محمد بن مولوی سید غلام رسول بن مولوی سید غلام رضا بن مولانا حضرت شاہ باقر علی صاحب رضوی حنفی نقشبندی قدس سہارنم۔ آپ کے والد ماجد یعنی مولوی حافظ سید غلام صاحب نہایت عابد۔ پرہیزگار۔ دیندار۔ باخدا شخص اور حضرت شاہ ابو سید صاحب دہلوی نقشبندی مجددی خاندانی سے مشرف بہت تھے۔ مولوی صاحب موصوف او اہل ہی عمر سے باقبال صاحب نصیب اور علم کے شیدائے۔ چھو برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کئے اور صحیح کتب درسیات مغربیہ وغیرہ سے تفریح حاصل کئے کہ بعد گورنمنٹ کالج دہلی میں داخل ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں انٹرنس کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان پاس کیا۔ اور مارچ ۱۹۷۰ء میں گورنمنٹ سکول بایوں میں تھرو ما سٹر مقرر ہوئے۔ ۱۲۔ جولائی ۱۹۷۰ء کو ہائیکورٹ الہ آباد میں کالت ضلع کا امتحان دیکر اول درجہ کا ڈیپلومہ حاصل کیا۔ اور اسی سال

انصاف اور
 حضرت صاحب
 خدی نبوی اور
 صاحب ۸۵

اہل حاجات کا مسکن و ملاوئی اور شرفاء اور روساء شہر کا مرجع بنا ہوا ہے۔ یتیم خانہ اور انجمن مؤید الاسلام جس کے اجراء سے تمام قوم اور شہر کو بید فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس کے بھی بانی مبنائی آپ ہی ہیں۔ شہر کا بچہ بچہ آپ کے واقف اور آپ کے اشفاق اور خلاق کا ولدا و دہشید ہے۔ خدا تعالیٰ ایسے فخر قوم بزرگوں کو مدت دراز تک قائم رکھے۔ آپ کبھی کبھی شہر و سخن بھی فرماتے ہیں۔ شہید تخلص ہے۔ غرض آپ کے ملکر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصحح ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جیساں ہیں، خانصاحب بوضو کے مکان کے متصل

نواب مولوی محمد حسن الرحمن خان صاحب عرف مخبر آکا صاحب اور مولوی عبدالرحیم خان صاحب

کے مکانات ہیں نواب مولوی حسن الرحمن خان صاحب نواب محمد موسیٰ خان صاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو مشہور شرفاء و روساء قدیم دہلی سے تھے۔ نہایت ہی تکسرت لہجہ اور تلیق باد و زور و رساء شہر میں سے ہیں۔ آپ کی متانت طبع و سعیدگی مزاج اور سچ و مہربان عادت اخلاق تمام شہر میں مشہور ہے۔ منشی کرم الدین خان صاحب کے بھی آپ کی قرابت ہے مولوی عبدالرحیم خان صاحب بھی منشی کرم الدین خان صاحب کے برادر خرم زاویہ ہیں۔ بہت شریف اور لائق بنے تکلف مزاج آدمی ہیں۔ سابق میں سوز و جودہ منصری محاسبی حیدر آباد کن پریسا تھے۔ چند سال سے پنشن لیکر طن میں سکونت پذیر ہیں۔ اسی جگہ

منشی سید وحید الدین صاحب

کا مکان ہے آپ منشی سید احمد صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ یہ خود تخلص فرماتے ہیں فصیح الملک حضرت ملا فتح علی دہلوی سے مشورہ لیتے ہیں نہایت ذہین و ذکی اور خوشگو و نوجوان ہیں۔ اردو زبان دانی اور شاعری بہت قابل تعریف بلکہ محال ہے اب آپ کی اوقات انگریز صاحبان کی تعلیم اور شاعری میں گذرتے ہیں۔ اچھا ایک ناول ننگ ناموس طبع ہو چکا ہے۔ باقی آپ کی غزلوں کی نقل طول عمل ہے آپ کو فصیح الملک حضرت ملا فتح علی دہلوی نے جو ستم و محنت کی ہے اوکو ہم حاشیہ پر نقل کئے ہیں جسے آپ کی لیاقت کا اندازہ پوسے طور سے ہو سکتا ہے۔ یہ سب اس کے ملکر نواب صاحب نے جانے کا مکان ہے اس کے متصل غریب منشی صدر الدین خان صاحب مرحوم صدر الصدور کی جو بی بی نہایت خوش منظر ہی ہوتی ہے۔ صحن میں باغچہ کا

نظارہ عجب میں حوض میں خوشنما نوارہ عجب چون دکھاتا ہے۔ اس وقت اس میں

خان صاحب غلام محمد حسن خان بی کے میونسپل مشنر

ہوتے ہیں آپ نواب مولوی محمد عنایت الرحمن خان صاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو مشہور روساء دہلی میں تھے۔ اور تقریباً ۲۵ یا ۳۰ سال تک سرکار نظام میں عمدہ ہاؤس ہیلڈ ڈائریکٹری مشنر تعلیم دہلی مشنر میونسپل انعام پریسا رہے تھے۔ خانصاحب بوضو، ایک تعلیم یافتہ نوجوان روساء شہر میں سے ہیں۔ باوجود تعلیم انگریزی نہایت دیندار اور مذہبی آدمی ہیں۔ قوی ہمدردی اور فدا و عام کے کاروبار میں نہایت دلچسپی

ایمان ہے خان صاحب
 کلام پر بیخود تعالیٰ
 قدرت کی جگہ میں۔
 انہوں نے شہر سادات
 شیوہ زشات اپنی طبع
 کیلئے ہیں انہوں نے
 ہوں ان کا کلام و کلام
 یعنی انہوں نے ان کی زبان
 ان کی زبان سے زبان کی نظر
 پر ان کی ہے ان کی تعلیم
 مدد میری تعلیم
 ان کو میری بیاض سے
 خاص خاص موزوں لای
 کا لایا ہے۔ استمداد
 اور قابلیت ان کی
 ان کے کلام سے
 ظاہر۔ جو سب بات
 اور صفات کے یہ اور
 ان کی طبیعت مبارک
 یہ جیسے سادگی
 تازگی ہے انہوں نے
 میں ان کو پڑھا ہے

حضرت صاحب
 خدی نبوی اور
 صاحب ۸۵

دارالہدیے والوخط الوقت لایک۔ سنگ مرمر کندہ ہے۔ دارالہدیے والوخط سے تاریخ نکلتی ہے۔ ہر جمعہ کو مولانا کرامت الدخاں صاحب کا خط ہوتا ہے۔ اکثر اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے حالات نہایت ذوق و شوق کیساتھ بیان فرماتے ہیں۔ باقی حالات مولوی صاحب موصوف کے ہندوراؤ کے ہاتھ میں ملاحظہ کیجئے۔

دریے کے متصل ہی

مولوی عبدالرحمن صاحب اسخ

خلعت جناب مولانا محمد حسین صاحب فقیر رہتے ہیں۔ حدیث۔ تفسیر فقہ سے واقف ہیں۔ فارسی میں کمال کہتے ہیں۔ شاعری میں بے نظیر ہیں۔ شیخ مشنوی مولانا رام اور ایک ضخیم دیوان آپکی بلنذ خیالی کا نتیجہ طبع ہو چکا ہے۔ دوسرا دیوان عشقیہ کمال راج عنقریب طبع ہونا ہے۔ تیسرا نعتیہ دیوان زیر طبع ہے۔ دو سال ہوئے آپنے در حسین بخش میں مولوی عبدالعلی صاحب علوم دینیہ کا امتحان کیا۔ اور امتحان میں کامیابی کے بعد علماء کے عالی شان جمع میں تکمیل تحصیل کی سند اور دستاورد فیض حاصل کی۔ اب وخط گوئی میں اعلیٰ درجہ کی شہرت حاصل کر رہے ہیں۔ پچھلی والوں کی گلی کی مسجد میں ہر جمعہ کو قابل شنید وخط ہوا کرتا ہے۔ وخط کی نقل تو طولی ہے۔ مگر آپکے چند اشعار مجھے جلتے ہیں۔

دشمن ہر ترے در نہانی کی طرح	شیخ قاتل حلق سے اتری پروانی کی طرح
پھر جگر کی جوت ابھرائی پھر اٹھا درد دل	اتھر سے جو بن کی طرح اٹھی جوانی کی طرح
سریالامیگت شد سردائے سن	شد قضاے لامکاں صحرا کے من
من بایں دیوانچی شیدائے تو	تو بایں فرزاچی سیلائے من

مٹی محل

ایک محلہ ہے کسی زمانہ میں عجیبے غریب محل ہو گا۔ شاہجہاں کے زمانہ میں بنا تھا۔ مگر اب نشان تک باقی نہیں رہا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عیشہ سے محلہ ہی آباد تھا۔ اسی محلہ میں جناب

خانصاحب منشی محمد کرم الدخاں صاحب دہلی

کا مکان ہے۔ آپ منشی آغا جان صاحب حوم کے لائق صاحبزادہ ہیں۔ سراپا افتخار۔ ہمدرد خلاق۔ صاحب الہی عالی خیال نہایت لائق و فاضل ہمدرد قوم۔ حامی اسلام۔ خیر۔ با وضع۔ نمونہ بزرگان دہلی ہیں سے ہیں۔ آپ کی ذات ستودہ صفات دہلی کیلئے باعث فخر ہے۔ جس قدر قومی اور اسلامی کارہائے خیر اس وقت دہلی میں جاری ہیں تقریباً سب کی آپ ہی کے مبارک ہاتھ سے مینا و قائم ہوئی ہے۔ ہر درو مند اور مصیبت زدہ کے کام میں محض ازراہ خدا ترسی و ہمدردی شریک ہو جاتے ہیں۔ آپ کا دیوان خانہ

ایسا ہوتا بھی تو سید صاحب کب لگا دیتے۔ فوراً صحت ہو جاتی۔ ۳۰ ہجری میں نواب مولوی احسان الرحمن صاحب نے اپنی اہلیہ مرحومہ کی وصیت کے موافق اس مسجد کی مرمت کرائی۔ اور تین بچتہ دوکانیں تعمیر کرائیں۔ جن کی آمدنی بسنچ دس روپیہ ماہوار ہے۔ مسجد پر یہ کتبہ لگا ہے۔

مخبر احسان الرحمن صاحب وصیت اہلیہ مرحومہ خود دو کھانین بچتہ و حمام و متوضا و حجرہ وزینہ وغیر ذلک بقطعه زمین متعلقہ مسجد سید زوالی سبائے

مصارف مسجد وقف نمود ۳۰ ہجری * *

اس مسجد سے آگے بڑھ کر چینی قبر کا تراہ ہے۔ شرقی شمالی گوشہ میں

حویلی اعظم خاں

ہے۔ کسی زمانہ میں اعظم خاں نے حویلی بنائی تھی۔ اب اسی نام سے محلہ بتا ہے۔ اس میں ایک طبع مزار ابو الغفار ایک صاحب کا افضل لطالع ہوا ہے۔ افضل الاخبار نکلتا ہے۔ اب دور راستہ باقی ہیں۔ ایک سید ابوجنگش کے کمرہ کو جاتا ہے۔ دوسرا تکیان کو جاتا ہے۔ اسی طرف چلئے راستہ کے گوشہ پر ایک مزار ہے۔

چشتی قبر

کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس بازار کو بھی چشتی قبر کا بازار کہنے لگے۔ یہ قبر درود مشہور ہے۔ مگر صاحب قبر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سید روشن صاحب شہید کا مزار ہے۔ اور بانسوی برس سے اس مقام پر واقع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ گھوٹے کی قبر ہے۔ و انبئ عن اللہ۔ چشتی قبر کے سامنے پہاڑی راجان۔ اس کے آگے بائیں طرف

خانقاہ میر محمدی صاحب علیہ الرحمۃ

ہے۔ آپ کا نام سید غلام الدین صاحب تھا۔ آپ حضرت مولانا فخر الدین صاحب چشتی نظامی کے خلیفہ ہیں باوقاف شمس گزے ہیں۔ مرزا سلیم آپ کے نہایت عقیدت کے ساتھ خریدتے۔ جب میر صاحب موصوف کا انتقال ہوا تو مرزا سلیم نے اپنے مکان ہی میں آپ کا مزار بنوایا۔ اور وصیت کی کہ بعد انتقال کے میں بھی یہیں دفن کیا جاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس جگہ سات مزار ہیں۔

ایک میر صاحب علیہ الرحمۃ۔ دوسرا مرزا سلیم شاہ کا۔ تیسرا اگلی بیوی خسرو زانی بیگم کا۔ اور چار باقی مزار میر صاحب علیہ الرحمۃ کے مریدوں کے ہیں۔

کہتے ہیں۔ نہایت مستور و خصال۔ نیک افعال نوجوان رئیس ہیں۔ اپنی نیک نیتی اور حسن کارگزاری اور لیاقت خدا داد سے
 حقوٹے عرصہ میں گورنمنٹ میں نہایت وقاحت پیدا کر لی ہے۔ چنانچہ پھوٹا عرصہ ہوا کہ عمدہ خدمات کے صلہ میں صاحب کا
 خطاب گورنمنٹ سے عطا ہوا ہے اور آئندہ امید ہے کہ بہت جلد دیگر مہاجر علی پرتی کرینگے۔ سامنے
 حاجی نہاری والا دوکان پر بیٹھتا ہے کیسی مزیدار نہاری پکاتا ہے۔ خریداروں کا تارگاہے۔ کٹورہ پر کٹورہ چلا آتا
 ہے۔ یہاں سے دو چار قدم چکر ترابہ آگیا ہے۔ ہم جامع مسجد سے ملے آتے ہیں خوب کی جانب
 چوڑی والا نرسہ جاتا ہے اور یہیں سے

اہلی کی پہاڑی پر جاتے ہیں۔ اس کو نہ پراہلی کی مسجد واقع ہے۔ اس پہاڑی پر دو راستہ جلتے ہیں۔ دائیں ہاتھ چلے
 آگے چکر مسجد کے متصل حجر ہیں

حضرت شاہ محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ و اعظما قادری

اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ اسد اللہ صاحب کے مزار ہیں۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں یعنی میں جو احمد آباد گئے تھے یہی
 تعمیر میں۔ ۲۶۔ شب۔ ۲۴۔ روز بربع الاول کو شاہ صاحب کا اور ۱۷۔ شب۔ ۱۸۔ روز رمضان المبارک کو ان کے صاحبزادہ کا
 عرس ہوتا ہے۔ سید محمد علی صاحب دونوں عرس کہتے ہیں۔ اسی جگہ

سید محمد امیر صاحب ف میر پنجہ کش خوشنویس کا مکان ہے۔ میر صاحبے جو ۱۸۵۶ء ایام
 غدر میں شہید ہوئے۔ اسی مکان میں ان کا مزار ہے۔ ۴۔ صفر المظفر کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ میر صاحبے جو کے صاحبزادہ
 میر قیصر عالم صاحب اکی یاد کار باقی ہیں۔ نہایت نیکوخت و ضعیف بزرگ ہیں۔ اب اسی ترازو سے چینی قبر کی طرف چلے
 مصطفیٰ خاں کی جویلی مشہور ہے۔ مگر نام ہی نام باقی ہے۔ محلہ آباد ہے۔ اس جویلی کے محاذ میں

منشی الف خاں صاحب سو اگر سیاہی و قلم وغیرہ کی جائداد ہے اور یہیں مکان ہے۔ اس کے متصل ہی

سید رفائی صاحب علیہ الرحمۃ کی مسجد

ہے۔ سید صاحب ایک مدت تک اس میں رہے اور مدت بھی کرائی اس لئے یہ مسجد انہی کے نام سے مشہور ہو گئی۔
 سید صاحب اپنے زمانہ کے مقتدا تھے۔ انجمن میں ایک مجلس ہوا کرتی تھی۔ جب کا نام حضرت مشہور تھا۔ ہمیں خاص
 خاص مرید شریک ہوتے تھے۔ اور یہ قریب تھی کہ آگے پیچھے آس پاس کوئی عورت نہ ہو۔ مریدوں کے ہاتھوں میں چھپرے ہوتے
 تھے۔ جو وقت توجہ و یحاتی۔ اور سب پر حالت طاری ہوتی۔ تو دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہوجاتے۔ اور کلمہ طیبہ زبان سے
 جاری ہوتا۔ اور آپس میں چھریاں چلنے لگتیں۔ مگر کیا مجال کہ زخم ہوجائے یا کسی کو ایذا پہنچ جائے۔ اور اگر ایسا نا

اور فضل شروع کیا چند روز میں کمال کو پہنچے اور شیخ اشینج بچکے کمزرا صاحب کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے ہمیشہ توکل سے بسر کی سیکڑوں طالبان خدا کا کہا نا کہ پیر اپنے سر کہہ جا اور گو میٹر آتا وہی آپ ہی استعمال کرتے فقہ حدیث تفسیر کا درس دیتے ساہا سال ایسی طرح فیض جاری رہا سال ۱۲۳۰ ہجری بامیں صفر ہفتہ کے روز سفر آخرت فرمایا اور خانقاہ میں اپنے پیر کے برابر مدفون ہوئے نور احمد مضجعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ اعظم

شاہ ابوسعید صاحب مجلوی

جانشین ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی تک اس طرح پہنچتا ہے شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مجدد صاحب فاروقی ہیں شاہ ابوسعید صاحب اول مولانا شاہ درگاہی سے سلسلہ قادریہ میں مرید ہوئے پھر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے آتے ہی چہم سے کچھ ہو گئے پیر کے انتقال کے بعد سجادہ نشین قدم بقدم چلے پھر حج کو تشریف لیگئے وہیں آتے ہوئے ٹونک میں وفات پائی لاش مبارک دلی لائی گئی اور اپنے پیر کے برابر مدفون ہوئے آپ کی ولادت دوسری ذیقعدہ ۱۱۸۰ ہجری مصطفیٰ پٹنہ اسپور میں ہوئے اس مصرعہ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے مع حافظ و عالم و ولی بادا) ۱۱۸۰ ہجری عید کے دن ہفتہ کو وفات پائی بیوز احمد مضجعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے (آپ کے چار فرزند تھے شاہ احمد سعید صاحب شاہ عبد الغنی صاحب شاہ عبدالرشید صاحب شاہ محمد عمر صاحب آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے بیٹے

شاہ احمد سعید صاحب مجلوی

سجادہ نشین ہوئے ۱۲۱۰ ہجری میں پیدا ہوئے منظر نیر وال تاریخ ولادت ہے اول اپنے والد کی تربیت میں کلام اللہ حفظ کیا۔ مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین وغیرہ سے علوم عقلیہ کی تکمیل کی مولوی رشید الدین نجاں وغیرہ شاگردان مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھی اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اول شاہ غلام علی صاحب سے بیعت کی پھر اپنے والد ماجد سے تلمذ حاصل کیا

خانقاہ سے گذر کر حویلی مہابت خاں ہے۔ پھر دائیں جانب

بھوجلا بہاری

ہے۔ یہ بھلی کلبلی خانہ شاہ ترکان وغیرہ جانتی ہے۔ اس میں متعدد گلیاں واقع ہیں۔
گلی اول۔ اس میں مرزا محمد بیگ صاحب نیر مطیع مجتہبی اور منشی سید محمد ابراہیم صاحب مصور رہتے ہیں۔
گلی شعلچیاں۔ اب سامنے چوک پڑتا ہے۔ یہیں منشی سید میر حسن صاحب کا مطیع رضوی ہے۔ جس میں سے
خیر خواہ عالم اخبار نکلتا ہے۔ میر حسن صاحب موصوف بہت لائق و نیکس المزاج شرفاء شہر میں سے ہیں۔
بھوجلا بہاری سے حویلی میرا ششم۔ چہتہ موگلان۔ اس میں شرفاء لوگ رہتے ہیں۔ اور یہیں
منشی محمد ابراہیم صاحب کا مطیع افتخار اطالع ہے۔ یہیں ایک بزرگ
مولوی حاجی رحیم الدین صاحب رہتے ہیں۔ متقی پرہیزگار۔ متواضع شخص ہیں۔ چہرہ پر زور برستا ہے۔ بائیں جانب

خانقاہ شاہ غلام علی شاہ صاحب رحمۃ

واقع ہے۔ سبحان اللہ کیسی نوز علی نور درگاہ ہے۔ اس میں حضرت مرزا منظر جان جاناں۔ شاہ غلام علی صاحب شاہ ابو سعید
صاحب۔ جیسے بزرگ سوتے ہیں۔ یہ خانقاہ شاہ غلام علی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ آپ سادات علوی سے
ہیں۔ آپ کا اصلی وطن موضع و تالہ ہے۔ جو پنجاب میں اتر کے قریب واقع ہے۔ آپ کے والد شاہ عبداللطیف صاحب
شاہ ناصر الدین صاحب قادری علیہ الرحمۃ سے مرید تھے۔ جن کا درواریہ گاہ محمد شاہی کے پیچھے حبش پورہ میں واقع ہے۔
شاہ صاحب کے پیدا ہونے سے پہلے ان کے والد نے حضرت علی کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے گھر لڑکا ہوگا
اسکا نام میرے نام پر رکھنا۔ اور ہر آپکی والدہ نے ایک بزرگ دیکھا کہ انہوں نے آپ کا نام عبدالقادر بتایا۔ اور آپ کے عم بزرگوار
نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپ نے عبداللہ نام رکھا۔ اسی لئے آپ کا نام عبداللہ عرف غلام علی ہوا۔ آپ ۱۵۰۰ ہجری میں پیدا
ہوئے۔ مظہر خود سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ جب سولہ برس کے ہوئے تو آپ کے والد نے شاہ ناصر الدین صاحب
سے بیعت کرنے کو دلی بلایا۔ مگر جس رات کو آپ آئے۔ شاہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ آپ کے والد نے
آپ کو اجازت مطلقہ دیدی۔ کہ اب جس سے چاہو۔ مرید ہو جاؤ۔ آپ مرزا صاحب کی خدمت میں آئے۔ اور
شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ قادر نسبت تو اول ہی سے موجود تھی۔ نقش بند یہ مجددیہ کے طور پر

حفظ کر کے کتب درسیہ معقول و منقول اپنے والد ماجد اور شاہ عبدالغنی صاحب محدث اور مولانا شاہ محمد مظہر صاحب سے پڑھی تحصیل علم کے بعد اپنے جدا جد سے بیعت ہوئے اور خاندان نقشبندیہ مجزیہ سہروردیہ تمام طریقوں میں مجاز ہوئے۔ پھر بیت اللہ تشریف لیگئے۔ میں برس کے قریب مینہ منورہ میں ہے۔ اس حج ادا کیے۔ بیس برس کے بعد ہندوستان آئے تو نواب کلب علی خاں صاحب بہادر مرحوم والی رامپور کو آپسے عقیدت ہو گئی۔ رامپور میں بلایا اور پھر کہیں نہ جانے دیا اب ہی رامپور ہی میں تشریف لے گئے ہیں۔ کبھی کبھی لاہور کے شاہ بھی کہتے ہیں۔ شاہ محمد عمر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ

مولانا شاہ ابوالخیر صاحب نقشبندی مجددی

موجود ہیں آپ کا نام ابوالخیر عبداللہ ہے۔ ۱۰۸۰ھ ہجری بیح الثانی خانقاہ میں پیدا ہوئے چار برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے شاہ ابوسعید صاحب سے عرض کیا کہ پوتے کو بیعت سے شرف فرمائیں آپ نے انکو الفاظ بیعت پڑھائے جب ہوش سنبھالا تو اول قرآن شریف حفظ کیا خانقاہ میں بیت اللہ تشریف لیگئے مولانا رحمۃ اللہ صاحب کراچی مہاجر کی اور مولوی سید حبیب الرحمن صاحب مہاجر اور سید احمد صاحب دہان کی وغیرہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کی عمدہ لیاقت حاصل کی اپنے والد ماجد سے سلوک ملے کیا اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اب خانقاہ میں تشریف لے گئے ہیں کبھی کبھی شب کو حدیث شریف کا درس ہی دیتے ہیں اکثر ترجمہ قرآن بیان فرماتے ہیں دور دور سے لوگ آتے ہیں مگر خلوت زیادہ پسند ہے جلوت سے گہرتے ہیں چنانچہ خانقاہ کا دروازہ بھی اکثر بند رکھتے ہیں خانقاہ سے تقریباً ۲۲ قدم کے فاصلہ پر

شاہ کلن کی ڈگڈگی

مشہور ہے ایک زمانہ میں یہاں والان بنا تھا ہمیں ایک چھوٹی ٹیسی دیواریں بہت سے نشانات چراغوں کے بنے تھے شاہ کلن صاحب مدار یہ خاندان کے ایک درویش تھے وہ ہمیں روٹی کیا کرتے تھے۔ دروازہ پر ایک دھونسہ (دقارہ) رکھا تھا تاہاجب کوئی مہمان آتا اگر ایک ہوتا تو ایک چوب اسیر لگاتا اور دو ہوتے تو دو اسی طرح میں تک میں چوبوں کا حکم تھا اور اگر او زیادہ لوگ ہوتے تو گج بچایا جاتا اور اسی حساب سے گھوس کمانا تیار ہو جاتا اسی وجہ سے اسکو شاہ کلن کی ڈگڈگی کہتے ہیں اب یہاں مکانات بگئے ہیں اس سے پچاس قدم آگے بڑھ کر دین

طے کے اور آئے۔ وفات کے بعد سندر شاہ پر بیٹے لوگوں کو راہ راست بتانی شروع کی بہرکہ معظمہ تشریف لگے ۲۳ ہجری دوسری ربیع الاول شنبہ کے روز ظہر عصر کے درمیان بیٹہ منورہ میں وفات پائی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے آپ کے چھوٹے بھائی

مولانا شاہ عبد الغنی صاحب

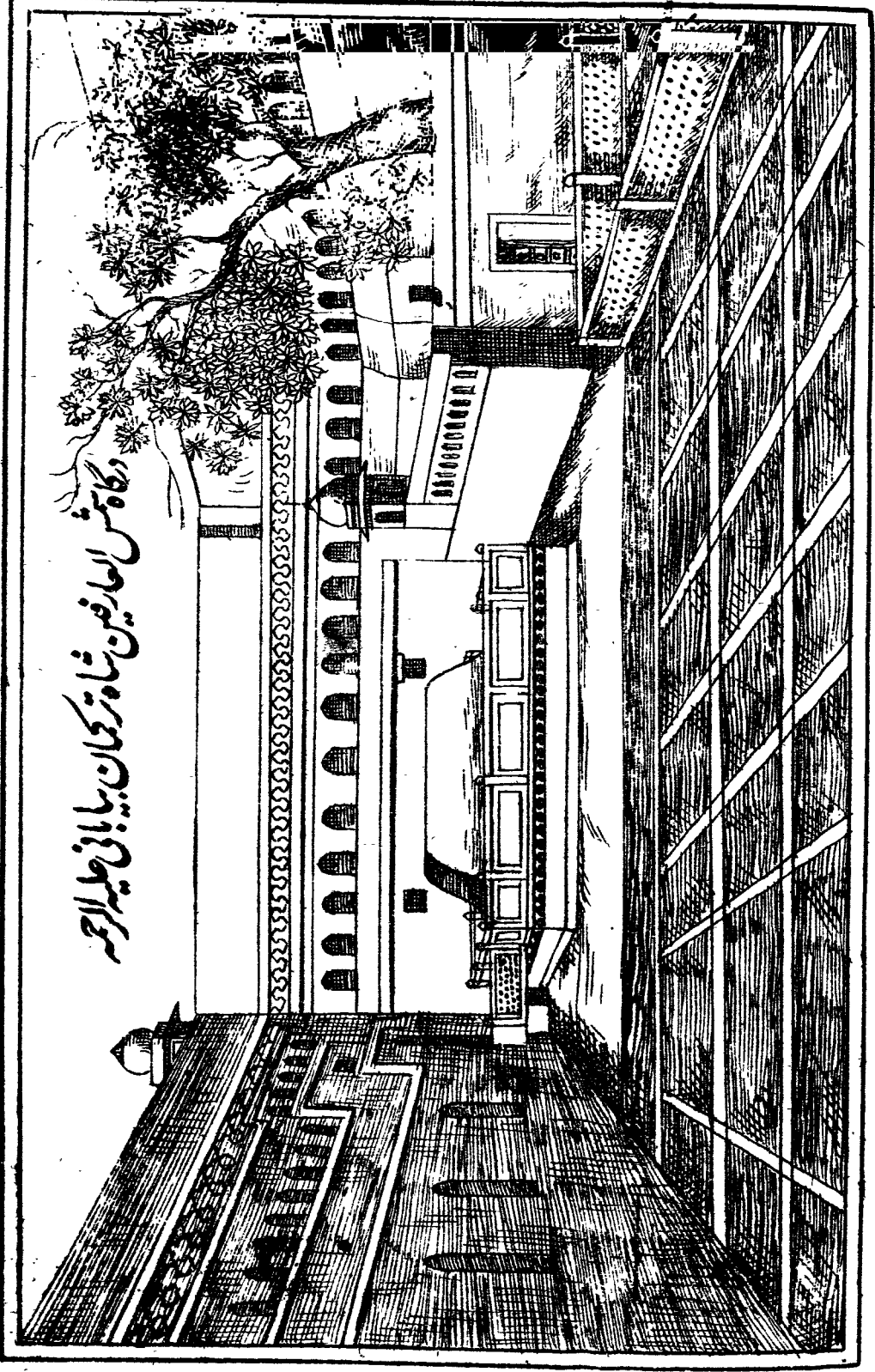
بہی فرخاندان ہوئے پچیسویں شعبان ۱۲۵۰ھ ہفتہ کو عشا کے وقت پیدا ہوئے خورشیدی کا میں شاہ غلام علی صاحب کے نظر کردہ تھے بڑے ہو کر اپنے والد سے مرید ہوئے اُنکے انتقال کے بعد مرزا شاہ انصوری صاحب علیہ الرحمہ سے جو شاہ غلام علی صاحب کے اعظم خلفائے سے تھے بہت کچھ فیض اُٹھایا تحصیل علوم کا اول ہی سے شوق تھا قرآن شریف حفظ کر کے ابتدائی کتابیں مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم سے پڑھیں ۱۰ برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حج کو تشریف لگے میں شیخ محمود سندی مدنی سے علم حدیث اور حدیث مسلسل بالاولیت اور بیچ مرویات شیخ کی سند اجازت حاصل کی حج سے واپس کر مولانا شاہ امجدی صاحب نبیرہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث سے حدیث شریف کی تکمیل کی اسکے بعد دین کی ترویج میں مشغول ہوئے علم حدیث کا درس دینے لگے چنانچہ بہت سے لوگ مستفیض ہوئے اس وقت آپ کے ارشد تلامذہ میں سے جبکہ آپ سے علم حدیث کی سند حاصل ہے مولانا رشید احمد صاحب محدث لنگرہی بن جو علم و فضل تقویٰ طہارت میں اپنے استاد کے قدم بقدم ہیں شاہ صاحب کی تصنیفات میں بیخارج الحاجہ ابن ماجہ کا حاشیہ مشہور ہے صدر کے بعد آپ نے ہجرت فرمائی ۱۲۸۰ھ ہجری مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا شاہ احمد سعید صاحب کے قریب مدفون ہوئے

شاہ احمد سعید صاحب کے تین صاحبزادہ تھے مولانا شاہ عبدالرشید صاحب اور مولانا شاہ محمد عمر صاحب اور مولانا شاہ محمد منظر صاحب اس وقت شاہ عبدالرشید صاحب کے صاحبزادہ

مولانا شاہ محمد معصوم صاحب قشندری مجددی

موجود ہیں جو اپنے والد کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں تقریباً ۵۰ برس کی عمر سے رات دن کشتعلیٰ بن مشغول رہتے ہیں ۲۳ ہجری میں شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں پیدا ہوئے قرآن شریف

دکاهش العارفين شاه تركمان بياباني طيله الرحه



جانب کلان سجد اور بلی خانہ کو راستہ جانا ہے یہیں۔

شمس العارفین شاہ ترکان بیابانی علیہ الرحمہ

کی درگاہ ہے شاہ سہجری میں تعمیر ہوئی ہے نہایت متبرک جگہ ہے آپ بڑے کامل اولیاء میں سے آپ کے
 محابد بیان سے باہر ہیں آپ کا مزار ایک مختصر احاطہ میں ہے قبر کے گرد سنگ مرمر کا کھرا لگا کر
 قبر کے پاس تہوڑی تہوڑی دو ترک سنگ مرمر لگا ہے باقی فرش سنگ سرخ کا ہے اس
 درگاہ میں کھرنی کا درخت ہے کہتے ہیں کہ حضرت محمد جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ
 کا لگا یا ہوا ہے آپ کے وفات چو میں رجب ۱۰۳۲ ہجری کو ہوئی اسی تاریخ مہر رس ایک
 عرس ہوتا ہے درگاہ کا نقشہ صفحہ ۹۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں سے چل کر گلی ڈوواں۔ گلی ماسٹر
 شیو پر شاہ۔ گلی ڈکو تان۔ گلی گدھے والاں۔ کلیان پورہ آگے ترکان دروازہ آتا ہے
 ترکان دروازہ سے باہر جا کر تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر پختہ سڑک واقع ہے جو دائیں طرف
 شاہ جی کے تلاؤ ہوتی ہوئی اجیری دروازہ کی سڑک میں جا ملی ہے۔ اور بائیں طرف دہلی دروازہ
 کی سڑک سے شامل ہو گئی ہے ترکان دروازہ سے نکل کر اس سڑک پر سہ راہہ واقع ہے سڑک
 سیدھی بکی سڑک بوجر خانہ کو جاتی ہے دائیں بائیں دو قبرستان پڑتے ہیں بائیں طرف چونہ ٹہنہ
 اور ایک مسجد پرانی عمارت ہے یہاں شاہ فداحسین صاحب رسول شاہی علیہ الرحمہ بیٹے تہر
 اور اسی خانہ کے لوگ یہاں مدفون ہیں یہاں سے آگے سڑک کے بائیں جانب تقریباً ۱۰۰ قدم فاصلہ

مولانا سید محبوب علی صاحب علیہ الرحمہ

کا قبرستان واقع ہے مولانا مرحوم اپنے زمانہ کے مستند علماء میں سے تھے مولانا شاہ عبد الغفور رضی
 علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ اور احاطم خلفاء میں سے مانے جاتے تھے آپ سید جعفری نقوی ضوی
 ہیں مولانا محبوب علی صاحب علیہ الرحمہ بن میر مصاحب علی بن میر حسن علیخان بن سید روشن علیخان
 بن سید رحیم الدین بن سید فریم الدین جن جعفری نقوی ضوی یکم محرم ۱۰۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے وہ
 دکن کوچر شد میں رحلت فرمائی ۱۰۳۲ ہجری سے وہیں جانب مغرب و جنوبی کے درمیان خواجہ میر علیہ
 کے باغیچے میں مسجد کی دیوار نظر آتی ہے اس باغیچے کے تمام درخت کٹ کٹ گئے صرف قبرستان ہی بستان
 یہاں کئی بزرگوں کے مزار ہیں اول مزار

خواجہ ناصر علیہ الرحمہ

انک طے فرمایا بہت مقامات کا ادراک اور کیفیات کا وجدان کما حقہ حاصل ہوا احاطہ ظلم خلفا
میں شمار ہوئے ۱۹؎ سبھی عالم شباب میں انتقال فرمایا اسکا نقشہ صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیے
امت نواب ناصر کے حوالہ

خواجہ ناصر سعید صاحب سلمہ

سجادہ نشین بن حرس ہی کرتے ہیں نہایت نیک بخت خوش حشرات با وضع شخص ہیں
سہ راہ سے بائیں طرف جدید راج بچے کے پاس پاس ہندیوں کو راستہ جاتا ہے تقریباً
۶۰۰ قدم کے فاصلہ پر

مہندیاں

واقع میں یہ ایک عمارت ہے جو کسی زمانہ میں عجیب و غریب ہوگی نیچے مکانات جیسے درخت
تھے اور چار کونوں پر چار برجیاں تھیں ایک برجی بیچ میں قائم تھی کہتے ہیں کہ ایک نواب
کو حضرت غوث الاعظم کی جناب میں نہایت عقیدت تھی اور ہندوستان میں سم ہے کہ ہر برس
حضرت غوث الاعظم کی مہندیاں بہا کرتی ہیں یعنی کبھیوں کی ایک برجی اونچی سی بنا کر کاغذ
سے منڈ پکڑا سکو روشن کرتے ہیں۔ ان نواب صاحب کے بیان ہی ہندی کی روشنی ہوا کرتی
تھی جب وہ نواب ہوئے تو انھوں نے یہ عمارت ہندی کے صورت کی بنا دی اور ہر برس ان
روشنی کرتے گئے اور یہ مقام ہندیاں مشہور ہوا اب بالکل کھنڈ پڑا ہے دیکھنے سے ہرگز نہیں
معلوم ہو سکتا کہ کیا عمارت تھی اور کس وضع پر بنی تھی۔
اس جگہ پر میدان میں دو کستانہ نہایت متبرک ہیں اول

مولانا شیخ عبدالعزیز شکر بار علیہ الرحمہ

کامرانہ ہے جو مسجد کے فرش سے ملا ہوا ہے یہ مسجد بہت پرانی ہے پچھلے دنوں بالکل ہی شدید
ہونے کو ہو گئی تھی اور تمام انٹی ٹری تھی مگر حق نے خواجہ چند باہمت لوگوں کی مدد سے اس کو
درست کر لیا اور نصف صحن کا فرش ہی بچتہ کر دیا یہ وہ متبرک مسجد ہے جس میں حضرت خواجہ
باقی باعد صاحب جیسے مقتداؤں کو جا رہا ہے کئی کیا کرتے تھے اور حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب
شکر بار جیسے پیشوا عبادت کرتے تھے حضرت شیخ کا اصل وطن اچھ لٹان ہے آپ کے والد
ماجد مولانا شیخ حسن صاحب قدس سرہ جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور بزرگیدہ بزرگ تھے

آپ صبح النیب سید میں شاہ بعد اللہ المعروف بہ شاہ گلشن قدس سرہ کے خلیفہ تھے عندیہ
تخلص کرتے تھے نالہ عندیہ آپ کی تصنیف ہے دوسرا مزار آپ کے صاحبزادہ

خواجہ میر درد علیہ الرحمہ

کا آپ ذی قعدہ ۱۲۳۰ ہجری شہینہ کے روز پیدا ہوئے ظاہری باطنی دونوں علوم میں
کمال پیدا کیا نالہ عندیہ کی بسوط شرح لکھی علم الکتاب نام رکھا نالہ درد آہ سرود درود
تصحیح مختصر وغیرہ کتابیں تصنیف کیں ۱۲۴۰ صفر ۱۱۹۹ ہجری کو صبح صادق سے پہلے ۶۶ برس کی عمر
میں انتقال فرمایا لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے

هو الناصر

نور الناصرین اول المحمدین خواجہ میر علی محمد المتخص بہ درد تھیات
اللہ علیہ ولوالدیہ و علی من توصل الیہ

خورشید ضمیر خواجہ میر درد دست ہم میر فقیر خواجہ میر درد دست
ہم پر مینر خواجہ میر درد دست ہم مرشد و پیر خواجہ میر درد دست
تیسرا مزار

خواجہ محمد میر اثر علیہ الرحمہ

کا ہے آپ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی بن لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے -
بویکہ ظلام خواجہ میر علیم اثر زیر اقدام خواجہ میر علیم اثر
از محبت حق زندہ جاوید شویم ہر گاہ بنام خواجہ میر علیم اثر
انامہ و انالیہ راجون و برضائے راضون و بقاء راجون رضی اللہ عنہ وارضاه چوتھا مزار

خواجہ ناصر وزیر علیہ الرحمہ

کا ہے آپ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے پوتے ہیں اول حاجی دوست محمد علیہ الرحمۃ تھے
ہوئے پھر حضرت شاہ عبدالرشید صاحب نقشبندی مجددی ابن شاہ احمد سعید صاحب
سے مرید ہوئے ایک سال سے زیادہ پیر کی خدمت میں حاضر رہے طریقہ مجددیہ کا سلوک ولایت علیا

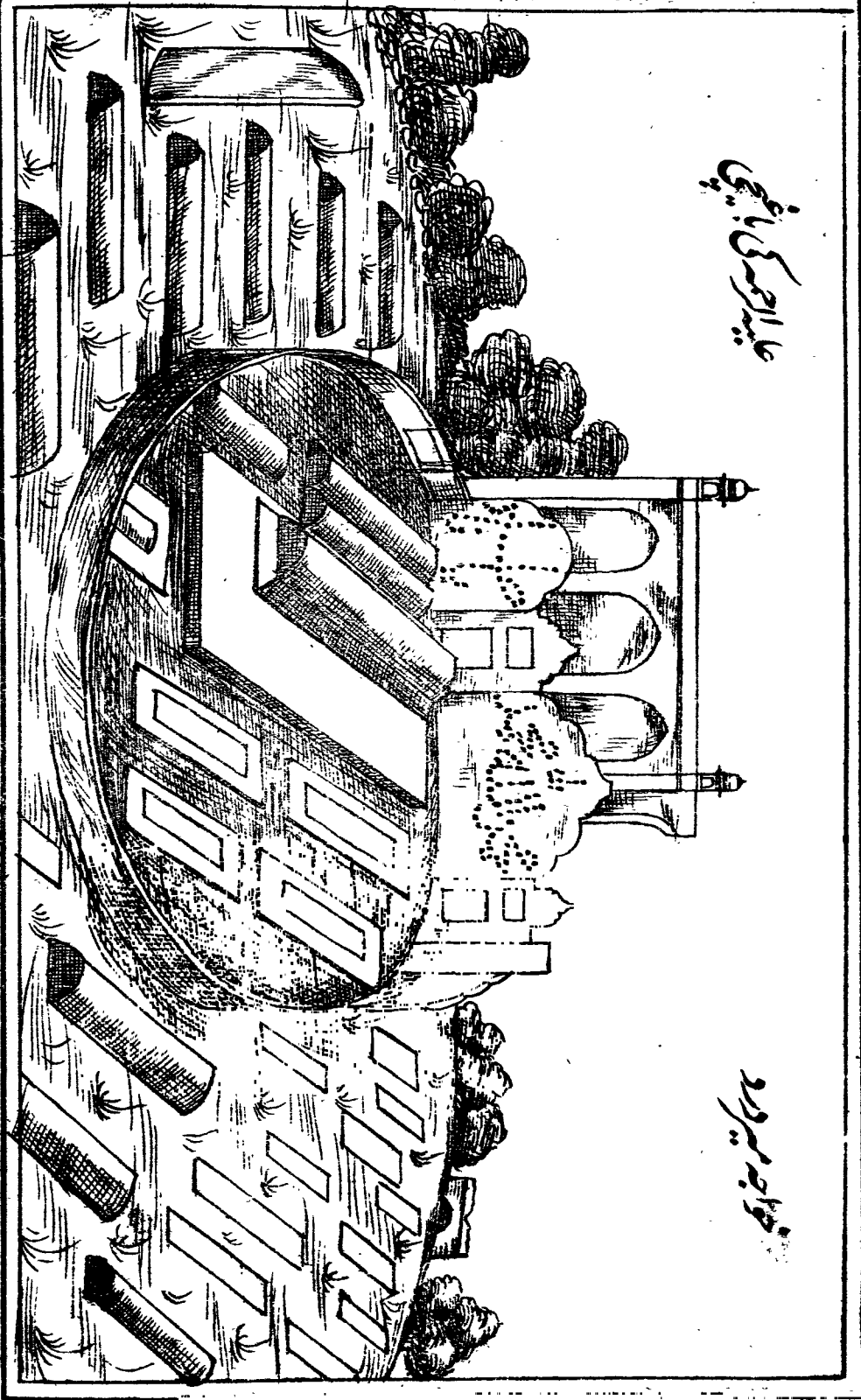
سلطان سکندر شاہ کی استدعا سے دہلی میں تشریف لائے۔ اور بیچ منزل عرف بجے منزل میں
 اقامت کی اور سترہ بھری میں اسی جگہ انتقال فرمایا چنانچہ وہیں آپکی قبر موجود ہے سلطان اور سکا
 بیٹا فتح خاں آپ سے محال عقیدت کہتا تھا۔

حضرت مولانا شیخ حسن علیہ الرحمہ نے رحلت فرمائی شیخ عبدالعزیز دہلوی کے تھے لڑکپن سے
 بزرگی کے آثار چہرہ پر نمایاں تھے سن تیز کو پونچھے تو علم کا شوق پیدا ہوا مولانا سید محمد بخاری
 علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام علوم حاصل کیے اور مولانا کے بیٹے سید صالحی علیہ السلام
 صاحب سہروردی علیہ الرحمہ تصوف کی کتابیں پڑھیں اور انہیں سے بیعت ہوئے چند روز میں
 خرقہ سہروردیہ حاصل کیا آپ کا سلسلہ بیعت شیخ رکن ابوالفتح سے تھا شیخ عبدالعزیز نے فرقت
 پہنا سید عبدالوہاب سے انھوں نے راجہ قتال سے انہوں نے اپنے بہائی مخدوم جہانپاں
 جہاں گشت سے انھوں نے شیخ رکن ابوالفتح علیہ الرحمہ سے (اور انکی سند مشہور ہے) نیز
 سید عبدالوہاب کو شیخ عبدالسہروردی سے ہی فیض حاصل تھا۔

شیخ عبدالعزیز دہلوی تو سید عبدالوہاب سے مجاز تھے اور دوسرے اور مشائخ سے ہی فیضیاب تھے
 لکھا ہے کہ ایک دن شیخ وقت قاضی خضر شاہ علیہ الرحمہ کے اپنے صاحبزادہ شیخ عبدالسہروردی کو
 آپ کے پاس بھیجا اور کوئی حوالہ یاد دلایا اور فرمایا کہ کہہ دینا تمکو بنایا ہے شیخ عبدالسہروردی نے آپ
 اور اپنے والد کا پیام پوچھا حضرت شیخ یہ سنتے ہی ظفر آباد کی طرف روانہ ہوئے اور تمام مال و
 اسباب خدا کی راہ میں تحیرات کر دیا اور نہایت تجرد کے ساتھ قاضی صاحب کی خدمت میں رہے
 تین برس تک بجا پڑھ کرتے رہے جب پوری تکمیل ہو گئی تو قاضی صاحب کے اشارہ سے پھر دہلی میں
 تشریف لائے اور کئی وجہ سے احتیاطاً پھر تصوف کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا سید ابراہیم انجمی
 علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سید ابراہیم تمام فنون میں پوری دستگاہ رکھتے تھے
 اور بیعت سے خانوادوں کی برکتیں انہیں جمع تھیں مگر قادر یہ نسبت نہایت غالب تھی شیخ وہاب
 الدین قادری سے مجاز تھے شیخ نے سید صاحب سے تصوف کی حسب باہرہ تکمیل کی اور خرقہ
 قادریہ حاصل کیا اسکے بعد سند ارشاد پر قائم ہوئے تمام عمر ذکر و شغل بہانہ کی ہدایت میں مشغول رہے
 رضا تسلیم حلم صبر شکر تواضع شیوہ رہا جمادی الثانی ۱۰۷۰ ہجری میں پتھر برس کی عمر میں
 وفات پائی اس پر خاتمہ ہوا

فَتَحَّانَ الْاَلَمَى بَعْدَهُ وَكَوْنَتُ كَلِي شَيْخٍ وَالْيَدُ تَوْجُوْنُ

عابد احمد کی باغیچہ



خواجہ میر درد

ہے پختہ احاطہ بنا ہے احاطہ کے اندر مسجد ہے مسجد کے جنوب میں چوتراہ پروجی کٹرہ لگا ہے
 کٹرہ کے اندر ان حضرات کے مزار ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ
 حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ حضرت مولانا شاہ عبدالغفور صاحب علیہ الرحمۃ
 حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ
 حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمۃ والد ماجد حضرت مولانا شاہ اسمعیل صاحب سید
 علیہ الرحمۃ۔ اسکے علاوہ دیگر اہل و عیال کی قبریں ہیں صفحہ ۱۰۰ پر نقشہ سے پوری کیفیت معلوم
 ہوگی۔ یہ سب حضرات فاروقی نسب ہیں حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ
 عنہ کی اولاد ہیں سب سے پہلے حضرت مفتی شمس الدین صاحب فاروقی عرب سے تشریف
 لائے اور شاہک میں مقیم ہوئے سو وقت شاہجاں بادشاہ کا زمانہ ہوا تو مفتی صاحب کی اولاد
 میں سے مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمۃ موجود تھے آپ دہلی من تشریف لائے اور سب جگہ
 اقامت کی جس جگہ کہ اب ان حضرات کے مزارات ہیں اس وقت یہ مقام چیتہ خوشنوس روڑ
 کے نام سے مشہور تھا اور ایرانی دہلی کی آبادی اسی جگہ تھی چنانچہ جا بجا مکانات اور مسجدوں کے
 کھنڈروں کو بہائی دہلی میں مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمۃ کی شہادت کے بعد اسکے صاحبزادے

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ

نے درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مدرسہ رحیمیہ قائم کیا تمام دن قرآن حدیث کا
 درس دیتے رات کو طالبان خدا کی توجہ دہی اور سلوک طے کرانے میں مشغول رہتے ظاہر
 باطنی دونوں علون کی تعلیم دیتے دور دور کے لوگ حلقہ درس میں آتے عرب عجم کے طلبہ فیض
 اٹھاتے نسبت اس قدر کوی تھی کہ ہزاروں آدمیوں پر کھیاں اثر پڑتا۔ خالص اور قرب
 کی یہ کیفیت تھی کہ عسور کائنات علیہ النجات کی مجلس میں شامل ہوتے جلوت میں خلوت
 رہتے آپ ۱۰۰ سالہ سحری شاہجاں بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوئے شرح عقائد السننی خیالی
 وغیرہ اپنے بڑے بہائی مولانا شیخ ابوالرضا محمد سے پڑھی باقی معقول منقول کی تمام کتابیں
 مولانا میر محمد زاہد ہروی ابن قاضی اسلم سے پڑھیں علم تصوف مولانا خواجہ خورد ابن حضرت
 خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ حاصل کیا۔ علم سے فارغ ہوئے تو اللہ اللہ کا شوق ہوا بہت سے
 شاہخ سے فیض صحبت حاصل کیا تین بزرگوں سے فرقہ خلافت پہنا اول حضرت خواجہ خورد علیہ الرحمۃ

آپ کے کئی فرزند تھے سب سے زیادہ متقی پرہیزگار عالم فاضل سخی۔

مولانا قطب عالم علیہ الرحمہ

تھے جبکہ مزار ہی مسجد کے پیچھے واقع ہے مگر کوئی نشان یا کتبہ نہیں ہے اسی لیے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کے قبر کو کسی ہے مولانا قطب عالم کے بھی کئی صاحبزادہ تھے انہیں سب سے زیادہ یادگار مولانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جو ظاہری باطنی دونوں علموں میں کمال رکھتے تھے آپکی صاحبزادی حضرت شیخ وحیہ الدین جد امجد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث سے منسوب تھیں۔ الکلمزار ہی معلوم نہیں کہاں ہیں۔

مگر شیخ عبد العزیز شکر بار کے مزار کے پاس جو دو قبوزن ہیں غالباً انہیں صاحبوں میں سے کسی کی ہوگی حضرت شکر بار کے پائین ذرا الگ کو

مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی علیہ الرحمہ

کا مزار ہے کچی قبرنی ہے کوئی کتبہ وغیرہ نہیں ہے اسیلے جب تک واقف کار آدمی سے نہ پوچھا جائے ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ کسی بزرگ کی خواجگاہ ہی انوس باوجود ہزاروں شاگردان شاگرد موجود ہونے کے کوئی اہلنا ہی نہیں کہ یادگاری کا نشان تو بنا دے کہ وادیاں اور فاتحہ ہی پڑھنا آپکا اصلی وطن قصبہ نانوتہ ہے جو ضلع سہارنپور میں واقع ہے مگر جب سے دلی میں مدرس ہوئے تھے یہیں بودباش اختیار کی تھی آپ مولانا رشید الدین خان علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے تمام ہندوستان آپ کے فیض سگسگلو ہے آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی ہی فخر ہندوستان تھے ایک مدت تک مدرسہ دیوبند کے مدرس اول ہے مولانا محمد یعقوب صاحب کے کئی صاحبزادہ تھے جنہیں سے اسوقت مولوی حکیم معین الدین صاحب علیہ السلام موجود ہیں تشخص امراض میں کمال رکھتے ہیں اور نہایت متقی پرہیزگار دھکسر مزاج متوکل شخص ہیں۔ اپنی اصلی وطن نانوتہ ہی میں قیام رکھتے ہیں۔

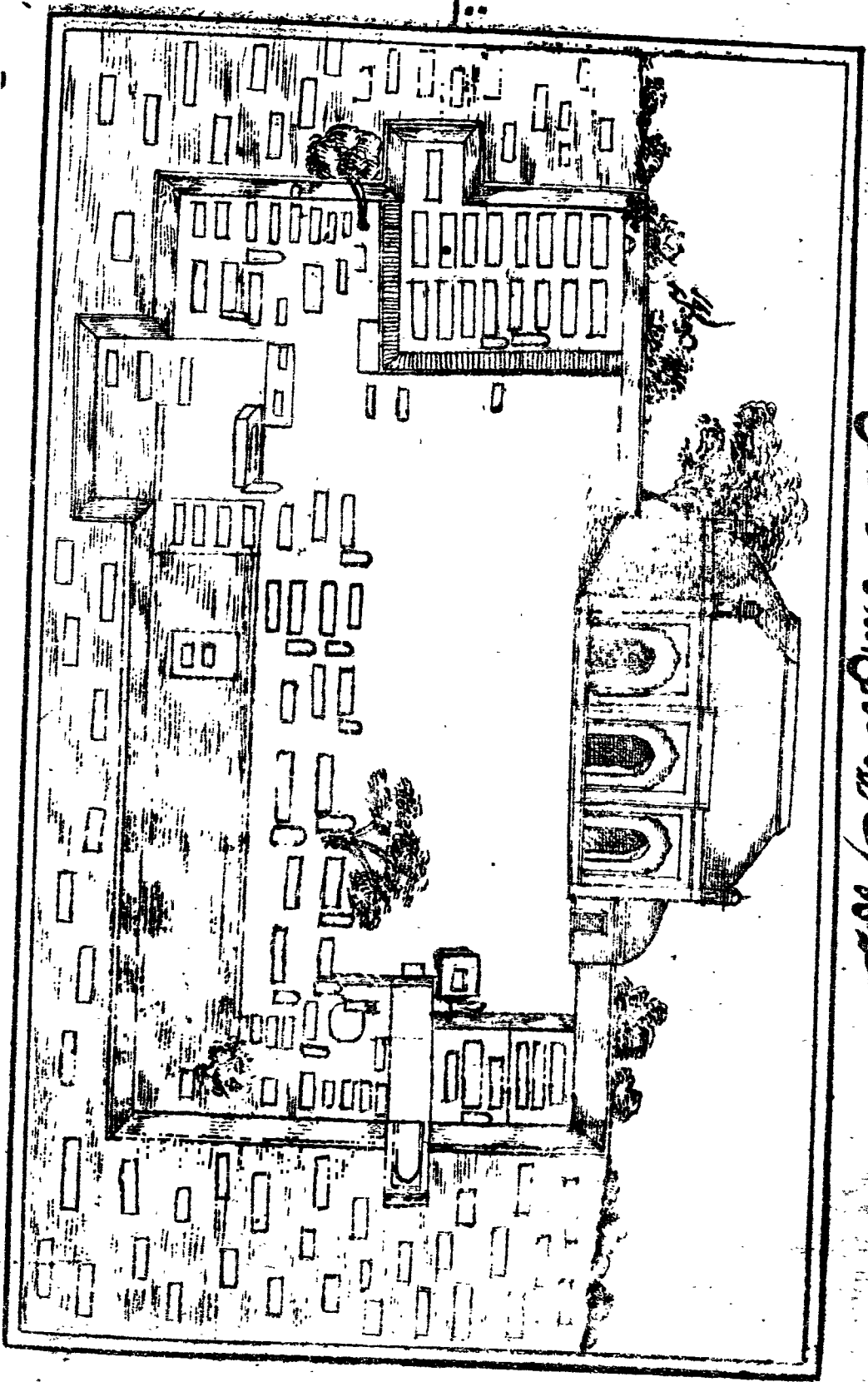
دوسرا کرم محترم استاد جسکے انوار تمام ہندوستان کو محیط ہو رہے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی درگاہ

سے جو حضرت خواجہ باقی باسد علیہ الرحمۃ کے فرزند اور خلیفہ تھے وہ حضرت حافظ قاری
 سید عبدالصاحب علیہ الرحمۃ سے جو شیخ آدم بالنوری کی صحبت میں ہے۔ تھے تیسرے
 حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی علیہ الرحمۃ سے جو ملاولی محمد صاحب خلیفہ حضرت امیر
 ابوالدین صاحب کبر آبادی کی صحبت میں ہے۔ - بادشاہ فتح علیہ السلام نے ۱۱ صفر ۱۰۰۰ھ میں ۱۱۰۰ھ
 شہر تبرک کی عمر میں ایک وصال ہوا اور ہی گہرے پڑے اور محل کے حجر میں مدفون ہوئے آپ کو قبر اپنے فرزند ارجمند

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ

خلیفہ درجائین ہوئے والد بزرگوار کے قدم بقدم رہے ۱۱۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے
 درسی کتابیں اپنے والد مرحوم سے سبقتاً سبھا پڑھیں پھر قرآن شریف کا ترجمہ خذ کیا ۱۶ برس کے
 عمر ہی کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے انتقال کیا آپ سجادہ نشین ہوئے اور طالبان ہدایت
 کو سیدھے دستہ لگانا شروع کیا تدریس کا سلسلہ جاری کیا جو حق جو ق لوگ آنے شروع
 ہوئے سیکڑوں طالب علم مستفیض ہونے لگے عجیب عجیب کتابیں تصنیف کیں طبیعت میں
 اجتہادی قوت ازل سے ودیعت رکھی گئی تھی نئے نئے نکات نکالے زمانہ میں شہرت حاصل
 کی سیاق الثبوت استاد مانے گئے مانے ہوئے بزرگ مشہور ہوئے حتیٰ کہ موافق مخالف سب
 آپ کے اقوال سے سند پڑنے لگے ۱۲۳۰ھ ہجری میں خانہ کعبہ کی زیارت کو تشریف لیگے بڑے
 بڑے نامی علماء و مشائخ سے صحبتیں بریں حضرت شیخ ابوطاہر مدنی قدس سرہ اور دیگر مشہور مشائخ
 عرب سے صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابوں کی سندیں اور روایت کی اجازت حاصل کی
 بہت سے بزرگوں سے فرقہ خلافت پڑھا اور ۱۲۴۰ھ میں ۱۲۴۰ھ میں تشریف لائے اور
 اپنی قدیمی مکان میں اقامت کی مدرسہ رحیمیہ کو رونق دی حدیث تفسیر کا درس دینا شروع
 کیا گو یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے بعد اس زمانہ میں آپ نے حدیث شریف
 کو فروغ بخشا اطراف ہندوستان میں آپ کی حدیث دانی کی شہرت ہوئی طالب علموں کے
 پر یکے پر آنے شروع ہوئے پڑانی دلی دارالحدیث بنگلی روشن انور شاہ بادشاہ کا زمانہ تھا اس نے
 چاہا کہ مولانا کے دم سے شاہجہان آباد کو عزت ہو تو کیا کہنا ہے لہذا مولانا کو یہاں بلایا اور
 ایک عالی شان مکان ہونے کے لیے عنایت فرمایا جس کا تفصیلی ذکر درجہ کے متعلق گذر چکا ہے
 آپ مع اہل و عیال شہر میں آئے اور قدیم جگہ غیر آباد پڑے رہے ۱۲۸۰ھ ہجری ۱۸۶۵ھ میں



تقدیر کا حضورت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمت ہدی

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ

یتیم نانا تھے ہر علم میں یگانہ تھے حدیث تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار اور اسکے خلیفہ
 و عظیم شاہ محمد عاشق علیہ الرحمہ سے حاصل کی تھی فنون ادیبہ میں مرجع خلاق تھے علوم عقلیہ میں
 مجتہد کرام طبعیت کہتے تھے جو وقت مولانا شاہ عبدالغریز صاحب ضعیف ہو گئے تو مدرسین
 کا سلسلہ آپ ہی سے قائم رہا رات دن ٹر پاتے بڑے بڑے جید علماء استفادہ کی غرض
 سے آتے اور باہر اوجاتے اکثر رسائل آپ کی تصنیف سے موجود ہیں کچھ طبع ہو گئی ہیں
 کچھ طبع نہیں ہوئی ہیں ترجمہ اردو قرآن شریف آپ کا یاد گا ہے۔
 آخر عمر تک درس تدریس کے شیدائی رہے ۳۳ ہجری میں شہر برس کی عمر میں
 وفات پائی۔ اور اپنے والد کی پائنتیوں مدفون ہوئے
 تیرے بیٹے

مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ

عالم فاضل متوکل مستغنی المزاج تھے دنیا سے نفرت کرتے جماع محافل سے کنارہ
 کرتے تحصیل علوم سے فراغت پا کر اکبری مسجد کے ایک حجرہ میں تمام عمر بسر کر دی
 رات دن ذکر اللہ میں مشغول رہتے اہل دنیا کی طرف مطلق التفات نہ کرتے ایسے
 تصنیف و تالیف وغیرہ کی طرف ہی چنداں توجہ نہوئی ترجمہ قرآن شریف اور
 موضح القرآن۔ یہ دونیا اب چین میں آپ کی یادگار ہیں جن پر سے بلا مبالغہ ہزار کتابیں
 شاپیں۔ ظاہر میں سید ہاسید ہا تحت اللفظ ترجمہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں جاہر
 کوٹ کوٹ کر برے ہیں بڑی بڑی صنعتیں قائم ہیں اسکا لطف وہی علماء جانتے
 ہیں جنکو علم تفسیر اور عربی اردو محاورات میں مہارت ہے عام لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں آپ کو
 شاہ عبدالحداد صاحب علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور انکو خواجہ محمد ناصر اور
 خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہما سے اور خواجہ ناصر علیہ الرحمہ کو شاہ سعد اللہ صاحب اللہ
 بہ شاہ کلن قدرہ سے نیز شاہ عبدالقادر صاحب کو خواجہ میر درد علیہ الرحمہ سے فیض
 حاصل تھا بہت سے لوگ آپ سے مرید تھے متعدد خلیفہ ہوئے

کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اپنے والد ماجد کے قریب مدفون ہوئے اس مصرع سے نقل
وفات معلوم ہوتا ہے (لو بود امام اعظم دین) آپ کے بعد آپ کے چار فرزند باقی رہے
سب میں بڑے

مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ

تھے علم عمل - فہم - فراست - حافظہ - تحریر - تقریر - تقویٰ - طہارت - امانت - دیانت
میں یکتا شمار کیے جاتے تھے ۳۹ ہجری میں پیدا ہوئے تمام کتابیں اپنے والد مولانا
شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ محمد عاشق علیہ الرحمہ اور مولانا خواجہ ابن امیر
صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور حدیث کی سند اور روایت کی اجازت اپنے والد مرحوم کے
حاصل کی بہت سے رسائل تصنیف کیے تفسیر عزیزی کہنی شروع کی مگر افسوس نا تمام رہی
دن کوڑھاتے رات کو توجہ دہی میں مصروف رہتے ظاہری باطنی دونوں فیض جاری ہے
اور اب نبی برابر وہی بات چلی آتی ہے مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید علیہ الرحمہ مولانا
سلامت اللہ صاحب کا پنوری علیہ الرحمہ جیسے مقتدا آپ کے خلیفہ تھے مولانا سید محبوب علی
صاحب دہلوی مولانا شہید الدین خاں صاحب دہلوی مولانا حسن علی صاحب کھنوی
دیگر جیسے مستند علماء آپ کے شاگرد تھے۔

۳۹ شوال روز یکشنبہ ۳۹ ہجری میں صبح کے وقت آپ کا وصال ہوا اور اپنے
والد مرحوم کے پاس مدفون ہوئے مومن خان دہلوی نے آپ کی تاریخ لکھی ہے

انتخاب شجرہ دین مولوی عبدالعزیز	سعدیل و منیظیر و بیشال و پیشل
جانب ملک تم تشریف فرما کیوں ہو	آگیا تھا کیا کہیں مردوں کے ایام میں خل
ہے تم اسے چرخ تو کسکو یہاں سے لگیا	کیا کیا یہ ظلم تو نے بچیوں پر اے اجل
جب اٹھانی افش آگ عالم تہ و بالا ہوا	لوٹتا تھا خاکا پر ہر قدسی گردوں محل
کیا کس دنا کس پہ تباہ کر کے کجا جوت دنیا	ڈالت تھا خاک سر پہ ہر عزیز و مبتذل
مجلس و آفرین غمزدہ میں ہی رہتا	جب پڑ ہی تاریخ مومن نے یہ اگر بے بدل
دست بیدار اجل سے بے سرو پا چکے	فقرو دین فضل نہ لطف و کرم علم و عمل

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے دو بھائی تھے مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ چھوٹے۔

پریشان ہوتی تھی۔ مگر یکسی کے ہاتھوں گرفتار تھا۔ کس کبہتا اور کون سا تھا۔ گزر خدا کا شکر ہے۔ کہ
تھوڑا سا مکڑہ قبرستان کا نزول سے نکل گیا۔ اور اسلئے سبھی میں اسے قدر کا احترام نے احاطہ بنا دیا
اور بزرگوں کے مزارات جو غرق میں آگئے تھے۔ ایک چھوٹے پرانے کا نشان قائم کیے جو بے کلمہ لگا دیا۔ اور
دو آدمی خدمت گزار مقرر کرنے۔ تاکہ پوری حفاظت ہو جائے۔ اور بول و برازی اور دیگر امور جن سے مقابر
کی توہین ہوتی ہو نہ پائیں۔ مگر ابھی تمام قبرستان کی زمین اور قبور نزول میں آئی ہوئی ہیں۔ خدا کرے
بہت جلد کوئی سامان ہو جائے۔ جس سے یہ مرقم قبرستان نزول سے نکل جائے۔ اور اہل اسلام کی
برگزیدہ لوگوں کی اور حضرات کے اہل و عیال کی قبریں پیشاب پاخانہ وغیرہ کی نجاست سے محفوظ ہو جائیں۔
مزارات کی حفاظت اور مطہر کے اجراء سے اپنا مطلب صرف یہ ہے کہ بزرگوں کے نشانات
قائم رہیں۔ اور ان حضرات کا فیض جاری و ساری ہے۔

اب تراہم چٹلی قبر

سے مکہ و بنگلہ کی طرف چلئے۔ ۵۵ قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب۔

نواب نصیر الدین احمد خان صاحب بڈھن صاحب خلیفہ نواب حمزہ علی خان صاحب

کی جو بی بی ہے آپ روسا شیخ پورہ برناد اضعل میٹھ میں سے ہیں۔ آپ کے بزرگ مناسب جلیبہ پر کن
میں ممتاز ہے ہیں۔ نواب صاحب موصوف نہایت متقی پر بیزگار و زیندار فقیر دوست روسا و مشرفا
میں سے ہیں۔

بائیں جانب گلی مویاں۔ گلی کہاں۔ دائیں جانب گلی قرنی بانس والا۔ بائیں طرف

مدرسہ مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ رحمۃ

جس وقت عمرہ افسرین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دفتر نیک اختر نے حضرت
مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو حضرت موصوف کو خیال ہوا
کہ بھتیجیوں کے سامنے نواسہ وارث نہ ہونگے۔ اور مولانا محمد اسحاق و محمد یعقوب دونوں بہائی قبیلہ
مدرسہ کی وارثت سے محروم رہینگے۔ اس لئے مولانا شاہ محمد اسحاق اور مولانا محمد یعقوب صاحب دونوں

آپ ۱۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۳۰۰ ہجری ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ کے پائین مدفون ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے صاحبزادہ

مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ

اتباع شریعت میں بے نظیر تھے باوجود اہل و عیال کے اہل دنیا سے نفرت تھی۔ وضع لباس۔ خلق تمام باتیں لینے والے بزرگوار سے ملتی جلتی تھیں۔ حدیث تفسیر کی تحصیل مدفن گریجویٹ مولانا شاہ رفیع الدین اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ حاصل کی ۱۲۲۶ ہجری، ۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کے متصل مدفون ہوئے۔ اس کثرے کے اندر حسب ذیل بزرگ اور مدفون ہیں مولانا مخصوص اللہ صاحب۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب۔ مولانا محمد عمر صاحب خلف مولانا اسماعیل صاحب شہید۔ والدہ ماجدہ شاہ عبدالعزیز صاحب۔ والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ مولانا شاہ عبدالقادر مولانا شاہ رفیع الدین مولانا شاہ عبدالغنی صاحب کی صاحبزادیاں۔ محقر کی والدہ بیٹے مولوی محمد موسیٰ صاحب کی صاحبزادی مولوی مخصوص اللہ صاحب کی زوجہ۔ کپڑہ کے باہر احاطہ کے اندر دیگر اہل و عیال حضرت واغند بہان صاحب علیہ الرحمہ شاکر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب صاحبزادے مولانا شیخ محمد صاحب محدث تہانوی علیہ الرحمہ مولوی عنایت الرحمن خان صاحب دہلی دمشقی اموجان صاحب دیگر معتقدین دستگیر خان و قاضی محمد زبیر صاحب حشی علیہ الرحمہ۔ مولوی حافظ سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد اور کثرے کے غزنی صاحب احاطہ سے باہر مومن خان دہلوی علیہ الرحمہ کی قبر ہے جو دہلی کی مشہور زبان دان سخن فہم فصیح بلغ شاعر گندے ہیں یہ جگہ جہان ان حضرات کے مزارات میں عذر کے بعد سے اہل خراب ہو گئی تھی احاطہ تک سہارا ہو گیا تمام دن جو وہاں سے موٹی جراتے تھے اور جانور قربا پر بول دہرا کرتے تھے جس سے تمام مسجد کا صحن اور مقابر خراب ہوتے تھے علاوہ اس کے کہ اس نے اس موقع کو نزل میں داخل کر لیا تھا اور یہ زمین ٹیکہ پر دی جاتی تھی اور جاندار ہی کے حدود میں آجانے سے اس زمانہ میں رستہ تک چلنا محال ہوتا تھا بہر چند طبیعت کو

اس میں شہزادہ امیر الملک مرزا بلاتی صاحب گورگانی کا مکان ہے نہایت خلیق متواضع پاکیزت
 شخص میں ظاہری شہزادگی کے ساتھ باطنی سلطنت سے ہی سرفراز ہیں۔ طریقہ نقشبندیہ میں تبحر
 میں آپ کے مکان سے آگے بڑھ کر

چاندنی محل

واقع ہے کسی زمانہ میں عجیب خراب مکان تھا جو ضلع نوارہ بانچہ سب کچھ موجود تھا گلاب اسکی حالت
 خراب ہے مگر پھر شاہی عمارت ہے اب بھی جو بات ہے لاجواب ہے اس میں

شہزادہ سکول

قائم ہے۔ انٹرنس تک تعلیم دی جاتی ہے اس نے بانی مسیحا شہزادہ مرزا اثر پاجاہ صاحب بہادر میں
 اور بذات خود اس کے اخراجات کے کفیل میں اصل میں اپنی قوم کے لیے جاری کیا تھا مگر اب عوام
 پڑھتے ہیں اور قوم کے لوگ اپنے محسن کے جاری کیے ہوئے پیشینہ فیض سے محروم ہیں۔ یہی
 راستہ گنج میر خاں کو ہونا ہوا نرکان دروازہ کو جانکلتا ہے۔

چاندنی محل سے آگے کوچہ روح الدخان کوچہ بقار الدخان۔ اس سے بڑھ کر

حویلی مرزا خجست بہادر

واقع ہے جو اکبر شاہ بادشاہ کے بہائی تھے نہایت عالیشان حویلی ہے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے
 (مکان خجست بنیاد) سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔ اسوقت یہ حویلی بہولانا تھا بشیر ناٹھ ساکن گلی پہاڑ والی
 کے پاس ہے مقدمہ ہو رہا ہے۔ اس حویلی سے آگے۔

تراہمہ بیرم خان

ہے چوٹا سا چوک ہے اس میں ایک تو یہی راستہ آتا ہے جسکو ہم چلے آ رہے ہیں۔ دوسرا کہ راستہ
 دی دروازہ کو جاتا ہے بیسرا بائیں طرف پہول کی سنڈری ہونا ہوا فیض بازار میں جانکلتا ہے۔

عین تراہمہ پڑائیں ہاتھ اول
 محلہ مفتی اکرام الدین خان حرم صدر میں

بھائیوں کے لیے ایک قطعہ زمین علیحدہ خرید کر اس میں عمدہ چختہ مکانات بنا دیے اور انہیں کے نام کر دیے چنانچہ مولانا صاحب چند سال اس میں مقیم رہے اس کے بعد ایک بیک خانہ کعبہ کا شوق پیدا ہوا۔ حج بیت اللہ کا ارادہ ہوا تمام مکان اور اثاثہ بچکر ۵۶ ہجری میں مہربان کے ہجرت فرما گئے۔ اب اس مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے مکان بن گئے بن۔ چوہان۔ کسان وغیرہ عرب لوگ رہتے ہیں۔ یہیں ایک چھوٹی سی مسجد ہے آپ ہی کے نام سے مشہور ہے آپ اس میں نماز پڑھتے تھے۔ یہاں سے ۵۵ قدم پر دائیں جانب

محلہ سوئی والان

یہ اس میں مولانا عبدالمجید صاحب مالک مطبع انصاری کا مکان ہے۔ یہاں سے رنگ محل کو رستہ جاتا ہے۔ یہ مکان کسی زمانہ میں نہایت عجیب غریب ہو گا اب بھی اندر بیچ کا والان بہت خوبصورت ہے جناب شٹا ہزارہ شریا جاہ مرزا کیواں شاہ بہادر گورگانی انصاری صاحب کا شہر ہے۔ مرزا صاحب موصوف مرزا الہی بخش صاحب کی ہی حضرت بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے صاحبزادہ میں بسہ کار سے ہزار آٹھ سو روپیہ کے قریب وظیفہ پاتے ہیں اسوقت تیموری خاندان کے چیف مانے جاتے ہیں حکام اہل شہر آپ کا اعزاز کرتے ہیں۔

رنگ محل کے شرقی شمالی گوشہ سے چاندنی محل میں رستہ جاتا ہے۔ سوئی والان کے سامنے

حکیم صاوق علیخان صاحب

کا مکان ہے اس جگہ آپ مطب کرتے ہیں قشخص بہت اچھی ہے۔ یہاں سے ۶۸ قدم پر دائیں جانب

کمرہ بنگلش

واقع ہے نہایت مینظیر کمرہ ہے رفعت میں آسمان سے باتیں کرتا ہے۔ استواری میں کوہ پر طعنہ اڑتا ہے۔ ثواب فیض اللہ خان بنگلش نے ہزاروں روپیہ کے صرف سے بنایا ہے۔ اسوقت ۱۱۱۱ ہجری میں ہے گماشتہ کمرہ سگان جمیری دروازہ کے قبضہ میں ہے۔ اس کے سامنے کوچہ

فولادخان واقع ہے اسکو چھوڑ کر سیدھے چلو دائیں جانب

محلہ چاندنی محل

اور نیند شہر کے رُوسا و کا جلسہ کے چنہ لیا۔ اور سکول سکول دیا۔ جو آج محمدن کالج کے نام سے مشہور اور نامور ہے۔
اور سنہ ۱۹۰۶ء میں نیکہ معظلہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اب دن رات درود و ظائف میں مصروف
رہتے ہیں۔ کبھی دہلی اور اکثر علیگڑھ میں قیام رہتا ہے۔ یہی راستہ فیض بازار میں جا نکلتا ہے۔

مکہ بنگش سے کوچہ فولادخان

میں چلے۔ ۶۶۶ قمر کے فاصلہ پر دائیں جانب

کوچہ چیلان

واقع ہے۔ محل میں کا نام جبل کوچہ تھا۔ عوام میں چیلون کا کوچہ مشہور ہو گیا۔ اس کوچہ میں چنگٹیاں ہیں۔ گلی آویا گلی آبیٹیا۔
ایک بگڑ مولوی ابو بختیب محبوب احمد صاحب مدرس اول فارسی مدرسہ نورمل سکول دہلی جتے ہیں۔ بٹے دینار اور تھی شخص
ہیں۔ اس آگے دائیں طرف۔

خان بہادر شمس العلماء انشی محمد زکاء اللہ صاحب فیوالہ آباد یونیورسٹی

کا مکان ہے۔ آپ حافظ ثناء اللہ محترم کے صاحبزادہ ہیں جو نہایت دیندار اور پابند صوم و صلوة تھے اور شیخ وقتہ نماز مسجد جامع میں
جہاوت سے ادا کرتے تھے۔ منشی صاحب صوفی بڑے مشہور اور قابل گلی میں سفن تاریخ اور ریاضی میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ ہزار ہا
صفحات کا ذخیرہ اس خوبی کیساتھ کیا ہے کہ تمام ملک میں مقبول ہو گیا۔ بے نصب نہایت سادہ مزاج بے تکلف اور قدیمی وضع و تراش
اور وضع داری پر قائم ہیں۔ اس آگے بائیں طرف کوچہ ناہر خان اس آگے مطیع مرتضوی حافظ غیاث الدین صاحب سے۔ اس کے کھانڈیر
پھاٹک جلی نواب خواجہ قاسم علی خان عرف نواب شرف الدین خان صاحب حرم کا ہے۔ آپ
نہایت لائق با وضع مشہور رُوسا دہلی میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد خواجہ زین العابدین خان صاحب حرم ان کے والد خواجہ فرید الدین
حرم سنہ ۱۲۷۰ ہجری مطابق ۱۸۵۴ء کے دہلی میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد کا نام خواجہ اشرف تھا۔ ان کے دادا خواجہ عبدالعزیز شمیر سے بطریق
تجارت دہلی میں گئے تھے۔ اور شمیر نال کی تجارت کرتے تھے اور شمیر کی تجارت کا کارخانہ تھا اخیر کو انہوں نے دہلی ہی میں نوطن اختیار
کر لیا۔ نواب شرف الدین خان صاحب صوفی نے تاریخ، ۱۔ شوال ۱۳۳۰ ہجری کو انتقال فرمایا۔ بیرون رکنان ہوا نہ متصل پوچھ خانہ
چونٹھ کھمبر میں مدفون ہوئے۔ آپ کے خلف اکبر نواب خواجہ فخر الدین صاحب ایک صوفی صفت اور اپنے والد کے قائم مقام ہیں۔ اس
آگے دائیں طرف پھول کی منڈی میں رہتے جا نکلتا ہے۔ اور بائیں طرف کالے خاں کی مسجد ہوتا ہوا فیض بازار نکلتا ہے
کوچہ چیلان سے۔

گلی راجان

اس میں خواجہ میر علی مرتضیٰ کی بارہوی تھی اب انکی اولاد میں سید ناصر سید صاحب نے اسکا احاطہ کیسی بطور مکان کے بنایا ہوا اور خود رہتے ہیں

میں تشریف لپٹے۔ آپس اکثر مفتی صاحب کی اولاد رہتی ہے۔ چنانچہ

جناب خان بہادر مولوی محمد انوار الحق صاحب خلیف مولوی حسان الحق صاحب

تیسرے مفتی صاحب کا مکان ہے جو حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے۔ مولوی صاحب موصوف نہایت مقدس اور محترم شخصے ذی علم و شکر ازواج۔ فقیر و دست روستا، شہر میں سے ہیں آپ مدت دراز تک میرٹھی اکیڈمی گورنر صاحب راج پوتانہ کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ اس کے بعد حکام نے انراہ قدر دانی و کالت بھر تھور کے عہدہ پر موزر فرمایا تھا۔ لیکن ٹھوٹے عرصہ کے بعد مولوی صاحب نے فوراً اسے کنارہ کشی اختیار کی۔ اب ٹیٹ روڈ کتب بینی و یاد آبی میں بس رہتی ہے ۶۲۔ ربیع الاول کو ہر سال تقریب عرس حضرت شیخ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ مولوی صاحب موصوف مجلس میلاد شریف کمال مخلص منعقد فرماتے ہیں اس جلسہ سے آگے آپ کے بیٹے صاحبزادہ مولوی اصحاب الدین صاحب جو کہ نیک طینت فرشتہ صفت لایق فائز تعلیم یافتہ صالح نوجوان ہیں۔ اس جلسہ سے آگے

والی کی مسجد

ہے۔ ایک برج کی بنی ہوئی ہے۔ اسکی پیشانی پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

شکر کندہ کہ گشت این مسجد	از شرف مسجد گاہ اہل نظر
سال تاریخ از سر و گفتا	گشتہ آباد کعبہ دیگر

والی کی مسجد سے کوچہ تاریخچہ۔ چہرہ لال میان۔ کٹرہ بدہان راؤ۔ کوچہ جلال بخاری کٹرہ شہاب پٹے۔ کٹی مایاں۔ کٹی گٹا مقرر اور تڑپہ سے پھول کی منڈی جانیوں لے راستہ میں۔ فیض بازار تک محلہ سان۔ کوچہ نیل کٹھ۔ سہتہ کوچہ تاریخچہ۔ اولیا مسجد پھول کی منڈی کسی زمانہ میں یہاں کلفرو شوں کی دوکانیں تھیں اس لئے پھول کی منڈی مشہور ہو گئی ہے۔ اس میں جناب

مولوی محمد صبیح اللہ خان صاحب بہادر سی۔ ایم۔ جی

کامکان ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی منشی محمد عزیز اللہ خان صاحب تھا۔ برنیل اختر لونی کے زمانہ میں برینٹھی تھے۔ مولوی صاحب موصوف نے بڑے بڑے علمائے اور خصوصاً اوس شاوکل مولانا ملک علی صاحب علیہ الرحمۃ سے علوم و فنون عربی کی تعلیم پائی۔ ۱۸۵۴ء میں عہدہ منشی کا امتحان دیا۔ ۱۸۵۵ء میں منصف مقرر ہوئے۔ اور ۱۸۵۶ء میں علیگڑھ تبدیل ہوئے۔ اور ۱۸۵۷ء میں تخفیف میں آئے۔ اور ہائیکورٹ کے وکیل مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۸ء تک اول درجہ کی کامیابی حاصل کی۔ اسی سنہ کے اخیر میں سبج درجہ دوم مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۹ء میں سبج درجہ اول مقرر ہوئے۔ اور ۱۸۶۰ء میں اپنے صاحبزادہ منشی محمد سعید اللہ خان صاحب کو (جو اب ہائیکورٹ حیدرآباد کے چوٹی جج ہیں) اولایت بھیجا۔ جہاں انہوں نے بی۔ اے کی ڈگری کیسیرج یونیورسٹی کی اور بیسٹری کی سند لندن میں حاصل کی۔ ۱۸۶۱ء لاہور ٹاؤن ٹھہرول گورنر جنرل اپنے من کے ساتھ مصر لپٹے۔ اور آپ کے صاحبزادہ کو آپکی مدد کے واسطے ہمراہ لیا۔ اس خدمت کے صلہ میں سی۔ ایم۔ جی کا خطاب عطا ہوا۔ مصر سے واپسی پر آپ کے بیلی کے ڈسٹرکٹ جج مقرر ہوئے۔ اور پھر شش جج قرار دئے گئے۔ نومبر ۱۸۶۲ء میں آپکی پنشن ہو گئی۔ ۱۸۶۳ء میں بمقام شملہ ایک کمیشن کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۱۸۶۵ء میں آپ نے دہلی میں ایک بی۔ اے۔ قائم کیا۔ جو کچھ عرصہ جاری رہا۔ اہل ملک کی ناقدرہ والی کی وجہ سے بند کرنا پڑا۔

پہلی گڈ میں تعلیم گاہ کا قائم کرنا قرار پایا۔ سعید احمد خان صاحب اور آپ میں اختلاف لائے ہوا۔ سعید احمد کی یہ بیٹھی تھی کہ بارہ لاکھ روپیہ جمع ہو جائے۔ اوسوقت کام شروع کیا جائے۔ مولوی صاحب کی یہ بیٹھی کہ اول کام شروع کروا جائے تاکہ اوسکی حالت کو دیکھا ملک کی توجہ ہو۔ مولوی صاحب اوسوقت علیگڑھ کے سبج جج تھے۔ انہوں نے جرأت کیے ضلع علیگڑھ

ہزار دلیوں کی ایک ٹیل یہ ہے کہ آج تمام ہندوستان میں انہیں حضرات کا فیضان جاری ہے ان
حضرات کے بعد

مولانا شاہ اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ

نے آبائی خدمت کو سنبھالا اور دین کی ترویج میں مشغول ہوئے علم الہی کے سکھانے میں
پوری کوشش کی آپ کے وقت میں بہت سے لوگوں کو فیض ہوا۔ بڑے بڑے لوگ
محدث مفسر ہو کر نکلے۔ جیسے دہلی میں مولانا شاہ عبدالغنی صاحب محدث خالق اہی مجددی۔

نواب قطب الدین خالصاحب محدث۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث وغیرہ گنج شہر آباد
میں مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب محدث۔ تھانہ بہون میں مولانا شیخ محمد صاحب محدث۔

اسی طرح پانی پت میں مولانا قاری عبدالرحمن صاحب محدث۔ مراد آباد میں مولانا عالم صاحب
محدث۔ شہار پور میں مولانا حافظ احمد علی صاحب محدث۔

غرض کہ تمام ہندوستان میں شاہ اسحاق صاحب کا فیض اب تک اسی طرح قائم ہے بلکہ دن بدن ترقی
ترقی کرتا جاتا ہے ۱۸۵۷ء ہجری میں آپ نے ہجرت فرمائی تو مولانا مخصوص اللہ صاحب اور مولانا
محمد موسیٰ صاحب خلف حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ کو یہ خدمت سپرد ہوئی اور
دونوں صاحب علم دین کی تدریس میں مشغول ہوئے۔ جب ان حضرات نے یہی ۱۸۵۷ء میں
انتقال فرمایا تو صرف مولوی موسیٰ صاحب کے ایک صاحبزادہ میان عبدالسلام جو اس وقت نہایت
صغیر سن تھے اور ایک صاحبزادی یعنی احقر کی والدہ ماجدہ یہ دو شخص باقی رہے۔

اب کوئی شخص خاندان میں ایسا نہ تھا کہ میان عبدالسلام صاحب لہ کے تعلیمی تربیت میں کوشش کرنا
یہ کہ انکو ابائی علم سے ورثہ نہ پہنچا اور تدریس کا کام ان کے دم سے جاری نہوا۔

مکان تک دست برد ہونے لگے غدر کے زمانہ میں خاندان کے دشمنوں کی بن پڑی اور بہت سا حصہ
مکان کا خور و بر و کر دیا۔ مکانات منہدم کر دیے گڑھی تختہ تک بیچ ڈالا ویران زمین سمجھ کر مختلف لوگوں نے
اپنے مکانات بنا لیے ادھر تو یہ بلاناہل ہوئی ادھر یہ مصیبت پڑی کہ گواس جگہ خاندان کے
لوگ ہی رہتے تھے شاہ صاحب کے ورثہ موجود تھے مگر تعلیمی سلسلہ کے بند ہو جانے سے کسی کو خیال
بھی نہ تھا کہ کون کہاں رہتا ہے حتیٰ کہ ولی اللہی نسل کو بالکل منقطع سمجھتے تھے شہاد میں احقر پیدا ہوا

اور کچھ پیش سنبھالا تو دو آنتوں میں مبتلا ہوا ادھر بانی علی وراثت کا خیال ادھر خوردنوش کی فکر کلاہل
سہن عرصہ تک اسی خبیث میں بہنیا رہا آخر تجارت کا ڈھنگ نکالا اور نوشہرہ اند میں ضروری ملکہ حاصل کر کے

گلجامان سے چھتہ آغا جان اس سے آگے راستہ

کلاں محل

شاہجہانی عمارت ہے قلعہ محل کے بننے سے پہلے حضور والا امین مقیم رہے۔ کسی زمانہ میں بہت بڑا محل تھا موجودہ محل اس کے آٹھویں حصے سے ہی کم ہے صدر کے بعد اللہ چنبال صاحب نے بہت کم قیمت کو خرید اب عرصہ سے نازل اسکول ہے۔ اس میں دہلی کنٹری کے ڈل پاس طالب علم داخل کیے جاتے ہیں اور مدرسہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہائے طالب علموں تک فی طالب علم پانچ روپیہ ماہوار ملتا ہے اس زیادہ کو وظیفہ نہیں دیا جاتا۔ اس میں موڈل اسکول بھی ہے جس میں پانچویں جماعت انگریزی تعلیم ہوتی ہے۔ تقریباً ایک ہزار روپیہ ماہوار کرایہ ہے ایشیا کے سبق کے واسطے نہایت عجیب و غریب چیزیں درس کے وقت بچوں اور مدرسوں کو دکھائی جاتی ہیں۔ عقب کلاں محل سے آگے بائیں طرف

مدرسہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ

واقع ہے یہ مدرسہ کسی زمانہ میں نہایت عالیشان خوبصورت مکان تھا اور بہت بڑا دارالعلوم سمجھا جاتا تھا۔ جو وقت روشن اختر محمد شاہ بادشاہ نے ہمارے مخدوم حضرت مولانا شاہ علی اللہ صاحب محدث علیہ الرحمۃ کو پرانی دلی سے (جہان اب ان حضرات کے مزارات ہیں) شاہجہان آباد یعنی موجودہ دہلی میں قدم رنج فرمانے کی تکلیف دی اور اپنے دلربا شاہ کو علم فضل کے قیمتی زیور سے آراستہ کرنا چاہا تو بہ عالیشان مکان آپ کے لیے تجویز فرمایا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا شاہ صاحب شاہجہان آباد میں تشریف لائے اور مع قبائل اسی جگہ رہنے لگے درس تدریس کا سلسلہ شروع ہوا قال لہذا قال الرسول کا چرچا رہنے لگا۔ تمام ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت شروع ہوئی بڑے بڑے نامی فضلاء آکر سندین لینے لگے آپ کی وفات کے بعد آپ کے جابر فرزند مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمۃ۔ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمۃ۔ یہ حضرات ہی اپنے وقت کے مستند عالم ناضل عارف کامل محقق محدث مفسر ہوئے۔ رات دن دینی اشاعت میں مصروف رہے حسبہ لفظ حدیث۔ قرآن کا درس دیتے رہے علمی عمالی فضائل کے بیان سے زبان قاصر ہے

گئی ہے۔

دھرم پورہ
میں جینی اور بیٹے لوگ رہتے ہیں اور عموماً متمول اور خوشحال ہیں۔ اپنی وضع کے بڑے بڑے
عدہ عالیشان مکانات بنے ہیں۔ اس محلہ میں۔

جینیوں کا بڑا مندر ہے

اسکول لائبریری کے راسے اور لالہ موہن لال صاحب جہا جڑوں نے بنایا ہو اگرچہ چونہ اور اینٹ کا بنا ہوا ہو
مگر اسکے بننے میں بہت سارے پیدہ صرف ہوئے اور اندر کی عمارت دیکھنے کے قابل ہے دو منزلہ مکانات بنو ہیں۔
پانچ در کا شرف و دیہت بڑا وسیع دالان سنگ مرمر کا بنا ہوا ستون تک سنگ مرمر کے لگے ہیں تمام دالان میں
سونے کی گلکاری ہوئی ہے دونوں طرف دو مچھلیاں ہیں جن میں موتیوں کی لکھی ہیں صدروالوں کی کچھڑیوں میں
پارسی ناکھ کی موتی رکھی ہے جو سو لاکھ روپیہ کی تیاری کی بیان کیجاتی ہے یہ مندر منٹا بکرینی میں بنا شروع ہوا
اور منٹا بکرینی سات برس کی مدت میں بنکر تیار ہوا۔ بیس لاکھ روپیہ کی قیمت میں سارا کیوں نے اپنے مندر
موافق آہیں پہلی پوچھا کی پانچ لاکھ روپے تمام مندر کی تیاری میں صرف ہوئے پوہ بدی دوج کو یہاں سے
رہے آٹھ لاکھ روپے دھیرج جاتا ہے۔ یہاں پارسی ناکھ کی عورتی رکھی ہوتی ہے ہزاروں سرائوگی نرق برقی
کی پوشاک پہنے ہوئے ننگے پاؤں ہمراہ ہوتے ہیں۔ دوسری شاخ رہٹ کے گنوں میں ہوتی ہوئی اس میں
میں جالنتی ہے جو زیر جاج مسجد واقع ہے اور اصل شاخ کا ایک رستہ چھپی دارہ کو چلا جاتا ہے۔

رہٹ کا کنواں

بہت پرانا اور نامی کنواں ہے۔ شاہ جہاں بادشاہ کے وقت میں پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا تھا اس میں رہٹ
لگا ہوا ہے جو جہ سے رہٹ کا کنواں مشہور ہو گیا ہے اس سے جاج مسجد کے حوض میں پانی جاتا ہے اس کے
پانی کے بڑے بڑے خزانے بنے ہوئے ہیں ادل انیس پانی جمع ہوتا ہے پھر قواڑ سے جو جاج مسجد حوض
میں لگا ہوا ہے پڑھ جاتا ہے یہ کنواں بہت مشہور ہے اور اترا اس محلہ کا نام رہٹ کا کنواں ہو گیا ہے۔ اسی محلہ میں
خان بہادر شمس العلماء مولوی شیخ ضیاء الدین صاحب ایل ایل سٹی
کا مکان بڑا خوب داروغہ شیخ محمد بخش جو قوم سے ہے اور موضع بسنی تحصیل دہلی کے قدیم باشندے تھے ان کے
بچھے بیٹے ہیں داروغہ صاحب سرکار انگریزی میں تھانہ داری کے عہد پر عہدہ تھے تھانہ شیخ دہلی کے دن جب
سرکاری فوج شہر میں داخل ہوئی تو وہ اپنے مکان ہی میں موجود تھے لاعلمی میں گولی کے زخم سے مار گئے
مولوی صاحب کے جدا بھائی شیخ غلام حسین اور شیخ غلام حسن دونوں بھائیوں کی شکوہ و تبلیغ دہلی میں ہو گیا اور
دہلی میں ہی جس سے وہ اپنا گراہ کیا کرتے تھے اور دونوں بھائی وہاں بڑے نیرست اور چھتے والے اشخاص شمار ہوتے تھے

اپنے خاندان کے بزرگوں کی تصانیف کے شائع کرنے پر کمر باندھی اور مطبع احمدی قائم کیا جس میں خصوصاً اپنے خاندان کے حضرات کی تصنیفات اور عموماً دیگر کتابیں طبع ہوتی ہیں۔ ان حضرات کی بہت سی مصنفہ کتابیں غدر میں تلف ہو گئیں۔ مگر پھر حق نے جدوجہد کے بہت سے رسائل کہیں کہیں سے حال کے چنانچہ وقتاً فوقتاً طبع ہوتے رہتے ہیں۔ گرمائی اور کم انگلی اور فکر معاش نے مدرسہ اور درس تدریس کے مشغلہ سے قاصر رکھا ہے نہ قاصد سے نہ صیغے نہ معنی نہ دیکھنے کے ذریعے ماننے پر ذریعہ

جامع مسجد کا شمالی دروازہ

پایہ والوں کے بازار کی طرف واقع ہے۔ اس طرف انتالیس سیڑھیوں سے نیچے اتر کر دائیں بائیں چکر کی شکل ہے۔ سہ راہا ہو گیا ہے۔ جانب مشرق سرد کے مزار کو جاتے ہیں۔ غرب کی جانب چادر ٹی میں چلے آتے ہیں۔ دروازہ کے سامنے

پایہ والوں کا بازار

ہے۔ اس میں آتش باز اور پائے والے بیٹھتے ہیں۔ جو جہیز وغیرہ کے لئے چوکیاں اور پلنگ اور دیگر سامان تیار کرتے ہیں۔ اس بازار میں لالہ زارین داس رشتگی کا بیچ منزلہ کوٹھا نہایت عالی شان بنا ہے۔ دیواری اور دہرہ کے موقع پر شیشہ و آلات سے سجایا جاتا ہے۔ گیس وغیرہ کی روشنی ہوتی ہے۔ اس کے محاذ میں شرک سے داہنی طرف

شفا خانہ سرکاری

ہے۔ جامع مسجد سے اتر کر اُس لائن میں اول یہی عمارت آتی ہے۔ یہ شفا خانہ ۱۸۹۸ء میں قائم ہوا۔ ۱۸۹۳ء میں مشرقی دو منزلہ عمارتیں بنائی گئیں۔ ۱۹۰۲ء میں اس کے احاطہ میں زنانہ ہسپتال کھولا گیا ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ لال کنواں۔ صدر بازار اور سالانہ فرج مہر شاخوں کے۔ عریضوں کی دوا۔ خوراک۔ پوشاک وغیرہ سب ملا کر دینا چھبیس ہزار چار سو ستاون روپیہ ہے جو کیشی سے

لتا ہے۔ اب یہہ شرک در یہہ کلاں کو چلی گئی ہے۔ بائیں جانب بیچ منزلہ سے آگے بڑھ کر ایک گلی جاتی ہے اس گلی کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ ایک شاخ استامعا اور وکیل پورہ ہوتی ہوئی دہرہ پورہ پہنچ

اور بازاروں جیسا وسیع نہیں ہے مگر نے انتہا آبادی اور حد سے زیادہ رونق ہے ہیں عموماً از کو ب
جلد ساز بازاران کتب - سادہ کار - صرف - کلاہ فروش - عطر فروش - گلچ فروش - گوٹہ والے
سرمہ والے - جلوائی وغیرہ وغیرہ لوگ بیٹھتے ہیں اس بازار میں متعدد چیزیں بیاں کے قابل ہیں
جسکو ہم ترتیب کے ساتھ بیان کرتے ہیں آخر سہ ماہیہ کے موڑ پر دو چار قدم بڑھ کر بائیں طرف -

لال مسجد

دوکانوں کے اوپر واقع پورے مسجد پہلے بہت ہی چھوٹی بنی ہوئی تھی پھر نے عوزی کی وجہ سے نہایت بوسیدہ
ہو گئی تھی دوکانیں بعض آٹھ سو روپیہ بن پڑی تھیں۔ جناب حاجی محمد حاق صاحب سوداگر
صد بازار نے دوکانیں زمین سے چھڑائیں اور پھر انہیں روپیہ لگا کر از سر نو عمدہ بختہ سنگین مسجد
تیار کرائی۔ نیچے کی دوکانیں بھی نئی بنوائیں پھر انجمن مؤید اسلام کی نگرانی میں ویدی اب یہ مسجد
انجمن کی نگرانی میں ہے یہ روپیہ ماہوار تینوں دوکانوں کا گرایہ آتا ہے۔ انجمن ہی میں جاتا ہے
جو شخص مسجد میں رہتا ہے اسکی خدمت انجمن کی طرف سے ہوتی ہے۔

وہ پندرہ سو روپیہ جو اسکی تعمیر میں صرف ہوئیں ان میں پانسو روپیہ انجمن کی طرف سے بھی جمع
ہوئے تھے۔ لال مسجد سے نکل کر دائیں جانب

کوچہ بلاتی بیگم

یہ عذر سے پہلے بہت بڑا کوچہ تھا اب ٹوٹ چوٹ گیا اسکی اکثر اہل ہنود اور مسلمانوں کے
مکانات ہیں اور بدرالدین علیاں صاحب مہر کن کی مسجد ہے۔ نہایت ہوادار جگہ ہے اس میں
بدرالدین صاحب مرحوم کے صاحبزادہ سعادت اللہ خاں صاحب نے ایک مختصر سا عربی مدرسہ
جاری کر رکھا ہے۔ ایک مدرس پڑھانے کے واسطے مقرر ہیں یہ روپیہ ماہوار پاتے ہیں۔ چار
پانچ طالب علم ہمیشہ رہتے ہیں جن کوئی کس عا ہمارے حساب سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کی
پیشانی پر سنگ باسی پر یہ عبارت کندہ ہے قطعہ تاریخ مسجد بدرالدین مہر کن

شہدیں مسجد بنا صد شکر و احسان
مخودم وقت آنرا زول و جاں
وگر بھیر مساکین مستحقان

برائے حضرت سبحان و رحمان
تمامی بلک خود زرعی و سکنی
ازاں نصفے برائے دارشان بہت

مولوی صاحب اپنے تین خیر خواہان سرکار سے ظاہر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عذر شدہ اشعار میں دھیرج کی پہاڑی پر چل کر
سرکاری فوج پڑی تھی ہم شہر کی خبریں اور اس قسم کی تحریریں بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بنیاد پر مفصلہ دہرا پور کے
بعد وہ دن بیگہ دو بسوہ خام راہنی مولوی صاحب کے نام داگراشت ہوئی اور اب تک انہیں کے نام ہے
گو اس میں ان کے بھائی اور بی بی اعمام بھی حصہ دار ہیں۔

مولوی صاحب پڑنے دہلی کلج کے تعلیم یافتہ ہیں اور مولانا ملک علی صاحب نانوتوی سے بھی آپسکے کچھ
تحصیل علم کی ہے اور مولوی حکیم احمد علی صاحب بوریر والہ سے بھی علم ادب حاصل کیا ہے اور خارج از مدرسہ
مولانا مولوی مفتی محمد صدر الدین صاحب صد الصدور سے فارسی بھی پڑھا کرتے تھے اور مفتی صاحب
موصوف آپ پر شفقت بہت فرمایا کرتے تھے۔

ایام عذر سے پہلے ہی کلج میں مدرس ہو گئے تھے بعد ایام عذر کو عرصہ نورل سکول میں مدرس ہے اور پھر گورنمنٹ
کلج دہلی کے عربی پروفیسر ہو گئے۔ ۱۸۸۷ء میں جب کلج ٹوٹ گیا تو بعض حکام سرشہ تعلیم کی سفارش
سے اکسرسٹنٹ کے عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ دس بارہ برس ہوئے کہ ملازمت سے کنادہ کش ہو کر پٹنہ خوار ہیں۔

گورنمنٹ میں معزز و ممتاز اور چند خطابات سے سرفراز ہیں۔ علم ادب میں چھٹی خاوت رکھتے ہیں اور دو زبان
کے ماہر اور مشاق ہیں مگر انوس ہم لوگوں کی قیمتی سے کہ باوجود اتنی قابلیت اور لیاقت کے مکروہات دنیوی نے
حضرت موصوف کو دس تدریس اور تالیف و تصنیف کی مہلت دی یہی سبب ہے کہ سوا سے ایک سالہ علم طبعی کہ
آب وہ بھی منوع ہو گئی اور کوئی تالیف و تصنیف نظر نہیں آتی شاید اسکا سبب کینقد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
سرشہ تعلیم کے تفرقات کام بہت کر تے ہیں میں بائبل کے ترجمہ کی عبارت کی درستی بھی ہو چوڑھیں ایک سیواٹی
شن پنجاب کی فرمائش سے کی ہے۔ زیادہ تر صرف دلائل اثبات یہی کہ حضرت کے چار صاحبزادوں میں سے ابھی کسی آئیسی کیا
حاصل نہیں کی کہ جس سے امید ہو سکے کہ وہ اپنے والد بزرگوار جیسے اعزاز کو پونچھے یا اسکو قائم رکھے۔ علم و فضل اور
جاہ و عزت مولوی صاحب موصوف کی ہوس ہو گئی انہیں کے دم کے ساتھ ختم ہوتی معلوم ہوتی ہے۔

آب در سبہ کی سیر فرمائیے۔ پنچنر سے آگے بڑھ کر بائیں طرف کو چراتا حاد جو جامع مسجد کا شمار تھا اسکے نام
سے مشہور ہے اس میں سادہ کاروں کے مکان ہیں اس سے آگے تھراہد واقع ہوتا ہے شفاخانہ کا احاطہ برابرتھا
باتھ چلا آ رہا ہے تھراہہ پر چھپرک دامن تھ شفاخانہ کے قریب قریب اس سڑک میں رہتہ جابلانہ ہی جو جامع
مسجد سے شمالی جانب آ کر چاندنی چوک جابزوالی سڑک میں آتی ہے اور تھراہد سڑک کے سپرہ آر جی میں منگانی ہوا اس سڑک کے

دریہ کلاں

شروع ہو گیا ہے عذر سے پہلے اس بازار کا نام درہے بہا تھا اب اس کو دریہ کہتے ہیں۔ گوچہ بازار

تردوشی کو سراوگیوں کے مذہب کے موافق اس مند میں ہمالیج براج دان ہوتے ہیں۔ اس مند کو مذہبی کلس سے آراستہ کیا ہے۔ اندر بہت سے مکانات بنے ہیں مگر سراوگی غیر مذہب کو مند کے اندھالے دینے میں ادھر می کی بات جانتے ہیں اسلئے اندر کی کیفیت نہیں لکھ سکتے۔
کوچ سبٹھ سے آگے دائیں جانب احقر کے مطبع کے متعلق

دوکانِ اسلامیہ

ہے جس میں تجارتی کتابیں ہتی ہیں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب مولانا شاہ عبدالغزیز صاحب اور اس خاندان کے دیگر بزرگوں کی تصانیف اور کتبِ نینت و تصوف وغیرہ فروخت ہوتی ہیں
دوکان کی فہرست آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتی ہے
دوکانِ اسلامیہ کے مقابل

حافظ محمد اسحاق صاحب روشتنائی مصطفائی

کی دوکان ہو۔ اول درجہ کی سیاہی جو روانی اور چمک میں بے نظیر ہے اور عالی قسم کے قلم فروخت ہوتے ہیں۔ آپ کی وینداری اور خوش سالگی قابلِ تعریف ہے اس سے آگے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

گلاب دھی کی دوکان

ہے اس کا عطر دُور دُور مشہور ہے۔ بہت پرانی اور نامی دوکان ہو۔ یہاں سے چوڑائی کے قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

کناری بازار

آتا ہے یہ بازار بہت مشہور معروف ہو اسکی وسعت آدھ بازاروں جیسی نہیں ہے بلکہ آبادی اور رونق زیادہ ہے۔ اس میں اکثر گوٹہ والے۔ ٹوٹی والے۔ کانٹی والے وغیرہ بیٹھتے ہیں اسکے اندر حسبِ میل محلہ آتے ہیں اول بائیں جانب گوٹہ عالم چند پھر گلاب بازار (اس میں سے دھرم پورہ کو کہتے جاتا ہے) اس سے بائیں جانب چھتہ پر کتاب سنگم ہے اس میں بابو ہر گوبال سنگم صاحب

بریں تقسیم اگر حجت کند کس
 زحاکم منخ کردندش مسلمان
 آہی تابخشگر این را انگہ دار
 ز بیج و برین غصبت و جلا نقصان
 بگو سال از سر اللہ نقشی
 مساکین جاے بدرالدین علیخان

اس کوچہ میں

خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب سب جسٹس راجہ - مینو نیل کشن

فیلو پنجاب یونیورسٹی

کا مکان ہے۔ خان صاحب موصوفہ بخشی محمد انعام اللہ خان صاحب کے صاحبزادہ ہیں جو نانہ سابق
 میں ریاست الوریہ بخشی فرج تھے۔ لائق فائق۔ انگریزی خواں۔ مدسائے شہر میں سے ہیں
 گورنمنٹ کی جانب سے سب جسٹس راجہ اور آئری اکسپریسٹس کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ شاہ
 ولی البنی صاحب نقشبندی سے ارادت رکھتے ہیں۔ فقیر دوست۔ مخیر آدمی ہیں۔ کچھ عرصہ
 بزرگان دین کے فرارات کی مرمت اور زیارت کا بہت شوق ہے۔ فقرا کی عزت۔ بزرگان
 دین کے آستانوں کی خدمت کو اپنے لئے سعادت کا باعث جانتے ہیں۔
 اس کوچہ کے منہل بائیں جانب۔

الف خان صاحب سیما ہی فروش

کی دوکان ہے۔ اعلیٰ درجہ کی سیما ہی۔ قلم اعلیٰ، پیش قیمت ٹوپیاں فروخت ہوتی ہیں۔
 یہاں سے تقریباً گیارہ قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب۔

کوچہ سیٹھ

واقع بحاس میں تمام ہندو ہی ہندو رہتے ہیں۔ اس میں

جینیوں کا چھوٹا مندر

ہے اسکی تیاری پوہ مندی دوج سہ ماہی بکرمی میں شروع ہوئی اور سن ۱۸۹۰ میں متی سنگھ بدی

کار مکان پر آب پانی کے مشہور ساہوکاروں اور اہل ہنود رئیس صاحبان کے معزز رؤساء شہر دہلی میں سے ہیں
اعلیٰ درجہ کے رئیسوں میں شمار ہوتے ہیں۔ گڑھ والوں کا خاندان مشہور ہے جس سے شہر کا بچہ بچہ
واقع ہو۔ نہایت لیٹنٹ۔ منکسر المزاج متواضع رئیس ہیں اور اپنے خاندان کے گدی نشین میں
کناری بازار سے آگے بڑھ کر بائیں جانب۔

مسجد شرف الدولہ

واقع ہو یہ مسجد سرمد قائم ہے اور پکی کرسی دیکر بنائی ہے اسکے بچے دوکانیں واقع ہیں نہایت خوبصورت
خوش منظر مسجد ہے چونہ اولینٹ سے بنی ہے مگر برج سنگین ہیں سنگ مرمر کے معلوم ہوتے ہیں مگر
کچھ ایسی زردی لے ہوئے ہیں کہ اسکے سنہری کلسوں اور پتھر کے رنگ میں مشابہ پڑتا ہے کناری
بازار کی طرف کا برج تقریباً ۴۴ برس کا عرصہ ہوا بارش کے صدر سے ٹوٹ گیا تھا بارہ برس کا
عرصہ گزرا کہ پھر بنوایا گیا ہے ایک رتہ اس برج میں کم ہے ایسا سلی جھوٹا ہے عذر سے پہلے اس کے
متعلق ایک مدرسہ اسلامیہ بھی تھا مگر اب سکا پتہ تک نہیں ہو اسکی پستانی پر سنگ مرمر پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

در زمان شبہ خورشید سریر

ناصر الدین کہ محمد شاہ است

شرف الاولیٰ بنا فرمودہ

این دو بیت الشرف علم و عمل

سال تیغ بنا گفت خرد

قبلہ حج ارادت کیشاں

مسجد سے آگے بڑھ کر دائیں جانب گلی کنجس پھر کمرہ شروع آتا ہے یہیں ایک مسجد اور مسجد متعلق ایک
ہے اور وہی محلہ میں لالہ گل مل تاجر کتب کا مکان ہے یہیں کتب میں خودخت ہوتی ہیں یہ کمرہ شروع
سے آگے بائیں جانب کوچہ جمل واقع ہے پھر۔

خونی دروازہ

آجنا ہے یہ دروازہ درپہرے سرد واقع ہو کبھی محلوں بنا ہوا تھا اب انوں طرف کے پائے باقی ہیں کہتے ہیں
نادر شاہ کے حکم سے اس جگہ قتل عام ہوا ہزاروں جانوں کا خون ہوا اسلئے اس دروازہ کو
خونی دروازہ کہتے ہیں۔ اسکے سامنے بڑا بازار ہے جس میں چاندنی چوک وغیرہ سب
شامل ہیں یہ بازار قلعہ کے لاہوری دروازہ سے فتحپوری تک تقریباً ۱۶۰۰۰ قدم
کے طول میں واقع ہے شاہی زمانہ میں کئی بازار الگ الگ ناموں سے مشہور تھے

سپرٹنڈنٹ مینوٹیل کٹیجے تھے ہیں اور یہیں

راے صاحب باجو جگل کشتور صاحب و مینوٹیل کیشنر

کا مکان ہے۔ راے صاحب قوم کا ایسے کے اعلیٰ اشخاص ہیں سے ہیں شہر کے مشہور پٹیلوں اور کٹیجوں میں سے سمجھے جاتے ہیں مینوٹیل کیشنر بھی ہیں۔ اس خدمت کے صلہ میں راے صاحب کا اعزازی خطاب حاصل کیا ہے۔ اسی جگہ

لالہ سلطان سنگھ صاحب مینوٹیل کیشنر

رہتے ہیں۔ لالہ صاحب جینی صاحبان کے اعلیٰ نمبروں میں سے ہیں۔ آپ کے نزدیکان محکمہ کسٹ کے بڑے مشہور اور عزت دار گماشتہ تھے۔ لالہ صاحب موصوف بہت لائق نوجوان شہر اور مینوٹیل کیشنر میں شمار ہوتے ہیں پختہ تراب سنگھ کے محاذ میں وائیں جانب دھوبلی واڑہ ہے۔ اس میں

نواب غلام نبی بخش خاں صاحب مرحوم

کی اولاد ہے۔ نواب ذہن الرحمن خاں صاحب کا مکان ہے جو کہ متولی اور مالک مسجد روشن الدولہ و کا زیر مسجد کے ہیں۔ خوش اخلاق۔ طہنار۔ لائق و فائق نوجوان ہیں۔ مسجد کوڈ میں ایک مختصر سا مدرسہ القرآن بھی جاری کر رکھا ہے۔ طلباء کو وظیفہ بھی دیتے ہیں۔ دھوبلی واڑہ سے آگے بائیں جانب چیلپوری ہے۔

بابو راج نرائن صاحب سیرٹاٹ لالا

رہتے ہیں شہر کے نامی اشخاص اور سیرٹو نہیں شمار ہوتے ہیں۔ آگے بڑھ کر وائیں جانب کٹرہ روشن الدولہ اور پھر بائیں جانب تائیں کٹرہ اور کٹرہ خوسا لالہ سے اور فوگرہ ہے آگے کا ایسٹرننگ واقع ہے۔ پھر یہ سہتہ چھوٹے ڈیرہ ہے۔ بالواڑہ ہوتا ہوا نئی ٹرک کو قطع کرنا بازار بلباران میں جا نکلنا ہوا بالواڑہ

راے بہاؤ لالہ سری کشن صاحب ہو گڑوالہ و مینوٹیل کیشنر
و آنریری مجسٹریٹ

سے آتے ہیں قلعہ کے لاہوریدروازہ کے سامنے بتا چکے ہیں۔
دریہ سے آتے ہوئے خونی دروازہ سے بائیں جانب چلتے ذرا آگے چلکر بائیں جانب

سکھوں کا مندر
ہیرو پور میں ۱۶۷۷ء میں بتا ہوا ہے کہ تیغ بہادر سکھوں کے نوین گرو کی مادھو پور اور سکھوں
مندر کے مابین گزرتھ صاحب رکھی ہیں۔ جہاں جہ صاحب پٹیالہ دراجہ صاحب جیندونا جہاں اسکے خراج کے متعلق ہیں۔
کہتے ہیں کہ اورنگ نے یہ عالمگیر کے وقت میں تیغ بہادر کا سر کاٹا گیا اور جہاں جہاں خون کے قطرے گرو
سکھ لوگ اُسکو اب کا مقام خیال کرتے ہیں انکا سر کوئی انہیں کا چلا اورنگ آباد لیگیا اور طر موضع
رکاب گنج بیرون اجمیریدروازہ صنلع دہلی میں مدفون ہوئے ہیں بھی ایک مندر بتا ہوا ہے کہ وہی مندر
کے مغربی گوشہ میں ایک مسجد تھی جو عذر کے بعد منہدم کر دی گئی اور پھر وہ جگہ مندر میں شامل کی گئی۔
کہتے ہیں کہ مقدمہ بھی ہوا مگر راجہ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔
اسکے متصل ہی لین میں۔

کو توالی

یہ موقع ہمیشہ آفت خیز رہا ہوا ایک زمانہ میں یہاں دریا چلتا تھا اور بھنور پرتا تھا سینکڑوں کشتیاں غرق ہوتی
تھیں پھر جنگل ہو گیا اور شیر گھنے لگا پھر ایک عرصہ تک اس میں مدرسہ اسلامیہ رہا اور مولانا نظام الدین عرف
کالے صاحب نیرہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب علیہ الرحمۃ اسکے متولی رہے۔ اب کو توالی ہے۔
لوگ پکڑے جاتے ہیں اور عذاب بگھکتے ہیں۔ اسکی پانچ شاخیں پانچ موقعوں پر واقع ہے۔ قاضی کا وطن
فیض بازار۔ کشمیریدروازہ۔ پھاڑ گنج۔ سہیل پور۔ اسکے متعلق حسب ذیل پولس ہے۔ دو اسپتال
چار ٹی ان پکٹر۔ پچاس سارجنٹ۔ چار سو مشین گانٹیل۔ ہیں صاحب سپرنٹنڈنٹ کا دفتر ہے۔ تمام
پولیس کا ماہواری خرچ تقریباً ۱۰ لاکھ ہے اور سالانہ خرچ ۱۰ لاکھ ہے۔ دو پور ہے جو کیشی دیتی ہے
اس کے متصل ہی جانب

سنہری مسجد کو توالی

یہ مسجد نہایت دلچسپ سر بازار واقع ہے اگرچہ صرف چوند اور اینٹ کی بنی ہے مگر نہایت خوش وضع تعمیر ہوئی
ہے اسکے بیچ سنہری ہیں اسی سبب سے سنہری مسجد کہلاتی ہے۔ اسکو نواب روشن الدوٹا طر خاں نے

قلعہ سے نکل کر اردو بازار شروع ہوتا تھا کوٹوالی کے موقع پر تریپولہ اور کوٹوالی کا بازار کھلتا تھا۔ گھنٹہ گھر کے موقع پر چاندنی چوک مشہور تھا فچوری کے سامنے فچوری بازار سے نامزد تھا اس وقت نام بازار چاندنی چوک ہی نام سے مشہور ہے۔ یہ بازار نہایت وسیع ہے۔ اور حد درجہ سرسبز ہے۔ بیچ میں پٹی ہوئی ہنر جاتی ہے۔ اس بازار میں بڑے بڑے سوداگروں اور جوہریوں کی دوکانیں ہیں۔

خونی دروازہ سے نکل کر دائیں طرف چلے قلعہ کی طرف جا رہے ہیں دائیں طرف دو چار قدم چل کر سرکاری۔ انگریزی یونیورسٹی وغیرہ کی کتابیں فروخت ہوتی ہیں اور آگے بڑھتے تو اس طرف کوچہ سکھانڈ ہے اس سے آگے ایک بڑی عایشان جوہلی میں ہندو کلج واقع ہے اس میں تے۔ ایک تعلیم ہوتی ہے اسکے ابانی مانی رہے بہادر لالہ سرکشن واس صاحب گڑوالے ہیں۔ ہر کے اس طرف اگر جا گھر۔ اس کے آگے۔

دہلی لندن بنک

واقع ہے۔ یہ اصل میں متحدہ کی بیگم جاگیر دار سرحد کی کوٹھی ہے۔ پھول بستے۔ ہرکانا سے آہٹ نہایت ادبی کرسی دیکر بنائی گئی ہے۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۸ء میں بینک ہو۔ دہلی لندن بینک سے آگے۔

پتھر والا کنواں

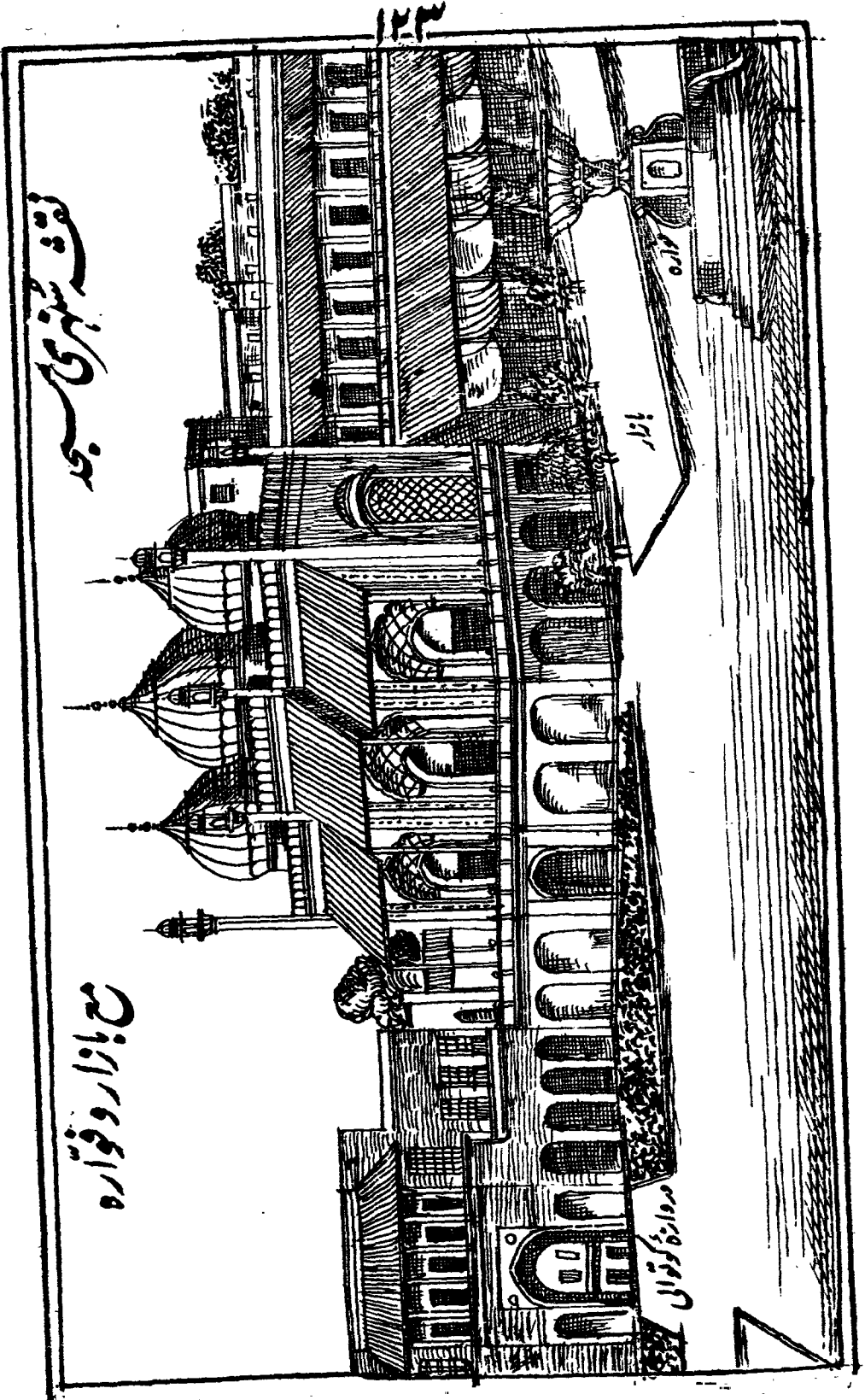
مشہور ہے اسکا پانی نہایت ہلکا اور شیرین ہے اکثر دوسا سے شہر اسی کا پانی پینے میں۔ صبح سے شام تک خوب جگمگات رہتا ہے اس سے آگے بائیں طرف۔

آیا گنگا دھر کا سوال

ہے اس کو آجی گنگا دھر ہاراشٹ برہمن ساکن پونانے تقریباً سو سو برس ہوئے جب بنایا ہے۔ ساون کے ہر سو مو اور شور اتری کو اس میں بہت کچھ مدق ہوتی ہے کناری دی اکاوشی سے مادوس تک سانبجھاں اور جھانجھاں نکلتی ہیں تمام سوالہ شیشہ آلات سے سجایا جاتا ہے ۶ ناہاجم ہوتا ہے کہ کھوسے سے کھو اچھلتا ہے۔ اس میں جتنا مندر اور گوپال جی کے مندر بھی شامل ہیں اس سوالہ کا گزارا صرف چوہا دے پر ہوتا ہے اس کے متصل

سراوگیوں کا مندر

ہر شری رگ پھر دیکھتے ہیں ایک سو پچاس برس کی تعمیر۔ مندر ہی چھوڑا ہے واقع ہو جو کہ ہم ٹھنڈی شرک



سوق سنه‌زی بجد

ساح بازار و قناره

بازار

میدان کوه‌گویی

۱۲۲ء ہجری میں جوایا ہے اسکے پیشانی پر یہ استعارہ کندہ ہیں۔

بہد بادشاہ ہفت کشور سیماں فر محمد شاہ داور

بنذر شاہ بھیک آن قطب فاق شایں سجد بزینت در جہاں طاق

خدا بانی است لیک از روی احسان نام روشن الدولہ ظفر خاں

تاریخش ز ہجرت تا شمار است ہزار و یکصد و سی و چار است

خدا کی شان ہو یا وہ زمانہ تھا کہ نادر شاہ نے اسیں بیچکر قتل عام کا حکم دیا تھا۔ خدا کے گھر میں سے قماری فرمان جاری ہوتے تھے تمام شہر میں ملک الموت کا پہرا تھا یا اسوقت رحمت نازل ہو رہی ہے دینی علوم پڑھانے جاتے ہیں۔

مدرسہ امینیہ

قائم ہے۔ مدرس عربی فارسی کی چھ لکڑیاں پڑھاتے ہیں۔ یہ مدرسہ ۱۳۱۵ ہجری سے قائم ہے مولوی امین الدین صاحب نے اپنی غایت سعی اور نہایت کوشش سے جاری کیا ہے جو غریبوں کے لئے لیکن خواندگی کے اعتبار سے شہر کے اور متمول مدارس کی نسبت بسا غنیمت ہے۔

ہم سڑک کی طرف سے مسجد کا نقشہ دکھاتے ہیں جس میں بازار کی طرف کا رخ خوب واضح طور پر معلوم ہوتا ہے اور سڑک اور بیچ میں کے درخت برابر دکھائے دیتے ہیں۔

اس مسجد کے سامنے چوک پڑتا ہے بیچ میں

قوارہ نار تھہ بروک

واقع ہے۔ ۲۷ یا ۲۸ برس کا بنا ہوا ہے۔ دس ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوا ہے اسکے اوپر دہات کا نہایت فزنی کوٹہ ہے پھول پتے بنے ہیں تمام قوارہ پر سمنٹ (انگریزی مٹی) سے استرکاری ہو رہی ہے سننے ہیں کہ دلی میں یہی اول ہی قوارہ کیلئے آئی تھی اسکے محاذ میں مشرق کی جانب سڑک کے گوشہ پر

راما تھیٹر

واقع ہے عجیب غریب خوش منظر نہایت بلند عمارت ہے ۱۸۹۰ء میں رائے بہاؤ

کبھی نے اسکو ایسٹ انڈیا ریلوے کے ہاتھ ایک لاکھ ہینڈھ ہزار روپے کو فروخت کر دی۔ اس کے متصل تراجمہ واقع ہر پنج میں چوکی جنگلی واقع ہے ایک راستہ دریا کی طرف جاتا ہے اور ڈاکخانہ کے قریب بدیل کے پاس چوراہہ سے ملتا ہے چوکی جنگلی کے محاذ میں شمالی جانب کاٹ کا پل ہے۔ نیچے کو ریل جاتے ہی بہت بڑا لمبا پل بنایا ہے اس پر سے اتر کر کچھری ضلع اور کشمیر پور واڑہ۔ گنڈا وغیرہ جلتے ہیں۔ چوکی کے متصل ملکہ کے باغ کا دروازہ ہے۔ اب باغ کے قریب قریب سٹیشن چلتے تھوڑی دور چلکر

ریلوے اسٹیشن

آجاتا ہے یہ اسٹیشن بہت بڑا اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اسٹیشن اور دریا کے مابین کا پل (جو ۱۹۶۰ء میں بنا ہے اور ۱۹۶۰ء سے) ۱۹۶۰ء میں بنکر تیار ہوا اور یکم جنوری ۱۹۶۱ء کو یہ پل جاری ہوا غرض دور دور تک اتنا بڑا اور ایسا خوش نامہ اور اسٹیشن نظر نہیں آتا اور روز بروز وسعت ہوتی جاتی ہے آجکل تو کیا کہنا ہے بہت بڑا وسیع جگہ میں ہو گیا ہے نیز اور بھی بڑھانے جانے کی خبریں ہیں۔ ۱۹۶۰ء سے تمام اسٹیشن پر بجلی کی روشنی قائم کی گئی ہے تقریباً ۳۴ ہند روشنی کے ہیں اس وقت علاوہ مال گاڑیوں کے ۳۴ سواری گاڑیوں کی آمد برآمد ہے۔ یہ اسٹیشن پانچ شاخوں کا جگہ ہے۔ ایسٹ انڈیا ریلوے۔ نور تھ ایسٹرن ریلوے۔ راجپوتانہ مالوہ ریلوے۔ دہلی مراد آباد ریلوے۔ سڈرن پنجاب ریلوے۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ پورب لین کی ۴ گاڑیاں آتی ہیں پانچ جانی ہے۔ اسپرٹ پنجاب لائن کی۔ پانچ آتی ہیں۔ پانچ جانی ہیں۔ علی ہذا راجپوتانہ کی تین۔ دہلی مراد آباد کی دو۔ ریتک کی دو۔ کل ۳۴ گاڑیاں ہوں اسٹیشن کے متعلق بہت بڑا مسافر خانہ ہے۔ درجہ سوم کا ٹکٹ مسافر خانہ سے ملتا ہے۔ درجہ اول و درجہ دوم کا ٹکٹ اور ٹکٹ فائدہ کا ٹکٹ اسٹیشن پر ملتے ہیں۔ گو

اسٹیشن کے قواعد

کا کھنا ہماری تاریخ سے چندان مناسبت نہیں رکھتا مگر عام فائدہ کی غرض سے مختصر طور پر تحریر کرتے ہیں۔ تمام اسٹیشنوں پر مدرس کا وقت ہو جو کلکتہ سے تین منٹ پہنچ کر اور الہ آباد سے سات منٹ پہنچ کر اور دہلی تیرہ منٹ آگے ساگرہ سے دس منٹ آگے۔ بمبئی سے تین منٹ آگے ہو۔

لالہ رام کشن داس صاحب نے زکیر صرف کر کے بنائی جو اسکے اندر عمدہ عمدہ رنگ آری کی تصویریں بنی ہیں۔ تماشوں کے موقعہ پر جس کی روشنی کچھاتی ہے۔ کل کے ذریعہ سے پنکھے چلا جلتے ہیں۔ اس میں کمپیناں تماش کرتی ہیں اسکا دوسرا دروازہ برابر کی گلی میں واقع ہے اسی گلی میں

اندر پرست بنگالی سکول

ہے۔ ۱۹۹۶ء میں قائم ہوا۔ اس میں صرف بنگالی طلباء تعلیم پاتے ہیں جو تعداد میں تقریباً ۵۰ پانچ مدرس تعلیم دیتے ہیں وہ بھی بنگالی ہیں۔ اسکا تعلق کلکتہ یونیورسٹی سے ہے۔ مالو ہر چنڈ گھوس ہینڈ کلرک ڈقڑو سٹرک انجینیر ریلوے اسکے سکریٹری ہیں ممبروں کی تعداد بچپن ہے۔ جس میں بابو ڈاکٹر ہیم چندر سین اور ہیم چندر سانیال صاحبان وغیرہ شامل ہیں۔ اسکے متصل گاڑیوں کا ڈاکٹر ہے۔ اس میں ایمریل میڈیکل ہال پر لیس ہے جسکو ڈاکٹر ہیم چندر سین صاحب نے جاری کر رکھا ہے اس کے برابر ڈاکٹر صاحب موصوف کا شفا خانہ ہے اس کے پاس شمال کی جانب

بازار کوڑیا پیل

واقع ہے اور سٹرک کے دوسری طرف ملکہ کا باغ ہے اور بھی ایک دروازہ ہے کوڑیا پیل کے بازار میں عموماً بوٹ (انگریزی جوتا) بنانے والے لوگ بیٹھتے ہیں۔ اب دائیں جانب آبادی ہے اور بائیں جانب ملکہ کے باغ کی چار دیواری۔ اسٹیشن کو جا رہے ہیں۔ دائیں جانب کٹرہ شائستہ خاں برف خانہ۔ کٹرہ چاہ اند آرا۔ کلن کی چھوٹی سرائے۔ توپخانہ کی سرائے برف خانہ کی سرائے۔ آتے ہیں اس سے آگے۔

مورسرا

ہے غدر سے پہلے اس جگہ کاغذی محلہ تھا۔ غدر کے بعد ۱۹۶۲ء میں مہلٹن صاحب اکثر نے تقریباً ایک لاکھ پانسو ترہ روپے کی لاگت سے سرائے بنائی اور اسکا نام مہلٹن سرائے مشہور ہوا اسکے بعد مور صاحب انجینئر نے اسکے اوپر پیتل کی تصویر لگا دی اس وجہ سے مور سرائے کہنے لگے۔ سرائے میں

کی ہر ہے اسکے دوسرے کنارہ پر

کیمبرج مشن دہلی

واقعہ ہر مشن ۱۸۵۶ء میں قائم ہوا۔ گذشتہ عرصے میں تیرہ سو ساہوگیا تھا اسکے پچیس سال میں پھر قائم ہوا اسکے احاطہ میں کئی چیزیں ہیں ایک بڑی کوٹھی جو بارہ ہزار کو نیلام میں خریدی گئی ہے یہ کوٹھی اصل میں نواب بہادر جنگ خان کی تھی جو ضبط ہو گئی تھی۔

ایک گرجا بسکا بنیادی پتھر ۱۸۶۶ء میں کلکتہ کے پشپ صاحب نے اپنے ہاتھ سے رکھا تقریباً ۵۰۰ روپیہ صرف ہوا اور اسی سال میں تیار ہو گیا اس میں ایک اونچا چو پہلو منار ہے اور میں گھنٹہ لگا ہوا ہے وقت عبادت کے وہ گھنٹہ بجتا ہے اور اسکی آواز عیسائی لوگ عبادت کی واسطے جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک سینٹ سیٹھن کیتھڈرل - اس میں عیسائی مذہب کی کتابیں رہتی ہیں۔

اس مشن کے متعلق ۱۸۵۶ء میں اسکلن صاحب نے کلان مسجد کی طرف ہندو مسلمان کی لڑائی کی تعلیم کی ہے مشن کھولا۔ اور ریواڑی - کرنال - شکر وغیرہ مختلف مقاموں میں اسکی شاخیں جاری ہیں اسی کے متعلق ۱۸۶۶ء میں زناہ شفا خانہ کھولا گیا اور ایک ڈاکٹر میس صاحبہ علاج کے لیے مقرر ہوئی شفا خانے ۱۸۶۳ء میں چاندنی چوک کے اندر عمارت تیار کی گئی ۱۸۶۳ء میں انکی اسکول میں چاندنی چوک میں مشن سے قائم تھا کالج کلاس کھولی گئی۔ ۱۸۶۳ء میں نو عیسائیوں کے رہنے کو متعدد جگہ بستیاں بنائی گئیں۔ اول سٹی پادری لیفر سے صاحب دیا گنج میں تعمیر کرائی۔ دوسری سٹی مس گرجا اور مکان کیتھڈرل پادری مینٹینڈ صاحب نے اجیر ریواڑہ تیار کرائی۔ تیسری سٹی سبھری منڈی میں بنی اس مشن میں حسب ذیل پادری رہتے ہیں۔

۱۔ ریورینڈ ایس ایس آلٹ صاحب - ۲۔ ڈبلیو ایس کیلی صاحب - ۳۔ جی ایس - ۴۔ ٹرن صاحب - ۵۔ این - ۶۔ مارشن صاحب - ۷۔ ایس بیٹن صاحب ۱۸۶۹ء میں اس مشن میں سے صلیب نکلی۔ عیسائی لوگوں نے اسکی لکھی کی نہایت خوشی منائی اور اپنے تمام تعلقین کو جمع کیا۔

مشن سے آگے ٹھی کا کٹرہ - مولوی حفیظ اللہ خان صاحب کی مسجد - اس مسجد میں مولوی صاحب ہر پیر کو فجر کے پچھ بجے سے دس بجے تک قرآن و حدیث کا وعظ فرماتے ہیں واقعی آپ کا وعظ پڑانے مولویوں کے وعظ کا نمونہ اور یادگار ہے اس سے آگے

۲- تین برس تک کا بچہ مفت جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ بارہ برس تک کے بچے کا نصف کرایہ لگتا ہے۔
 ۳- اول درجے کے مسافر ڈیڑھ من۔ اور دوم درجے کے مسافر تیس سیر اور درمیانی درجہ والا تیس سیر اور تیسرے درجہ والا پندرہ سیر بوجہ مفت لیجا سکتا ہے۔ آدھے ٹکٹ والے بچوں کے لئے نصف بوجہ مفت ہو سکتا ہے۔

۴- جو لوگ لمبا سفر کرتے ہیں وہ سٹوویل چیکر جو بیس گھنٹے ٹھیکرتے ہیں لیکن ٹھیکرتے وقت میں ریل کا نام اور وقت اور تاریخ روانگی اسٹیشن ماسٹر سے ٹکٹ پر درج کرائیں۔

۵- اگر کبکو درجہ یا گاڑی (رزرو) یعنی خاص کرائی ہو تو آنکو موٹا اسٹیشن صاحب گنج دینا پڑے گا۔ آدہ آباد ٹونڈلہ دہلی اہلالہ۔ کالکا کے اسٹیشن پر کم از کم اڑتالیس گھنٹے پہلے اطلاع دینی ہوگی

مددیت

کوئی شخص دوپہے کا پلٹ فارم لئے بغیر اندر نہ جائے۔ ٹکٹ لینے کے بعد ٹکٹ کو دیکھ لے اور اسکا نمبر علیحدہ پاکٹ تک میں لکھ لے۔

اسٹیشن سے آگے باغ کے ختم پر تراہہ واقع ہے۔ یہی مغربی سڑک کا بلی دروازہ جاتے ہی چوٹی سڑک فنجوری جاتی ہے اسکے شرقی گوشہ پر ملکہ کے باغ کا دروازہ اور غربی گوشہ پر احمد پائی کی سڑک واقع ہے۔ یہ سڑک دور دور مشہور ہے۔ آگے احمد پائی کی مسجد پھر اسکے متصل شب سہاے کی سڑک ہے آگے ایک گرجا اور سینٹ شیغیز کتب خانہ کا دروازہ ہے اور بائیں طرف

گلی باغ دیوار

واقع ہے اسکے گوشہ پر سڑکے دیوار کا واس ہو۔ یہ گلی نیل کے کٹرہ کو جاتی ہے اس کے اندر نہایت عالیشان و صوم سالہ ہے۔ چھتال والوں میں سے لالہ امر او سنگھ صاحب نے بنوایا ہے نہایت خوبصورت استعماری عمارت ہو۔ اکثر اہل ہندو دیر و نجات سے آگے یہاں ٹھہرتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ غربا کے لئے سادہ سادہ رہتے ہیں۔

گلی باغ دیوار اور سڑکے دیوار کا واس سے آگے چکر داییں طرف گندمی گلی آتی ہے اس میں لالہ سالک رام صاحب کیل اور اسے چھن داس صاحب سڑک گنج کامکان ہو۔ آگے پھر سڑک فنجوری سبھی ہے۔

اب احمد پائی کی سڑک کے پاس تراہہ سے مغربی سڑک پر کابلی دروازہ کی طرف چلیے۔ بائیں ماتھ سادہ تھان

گوئیں جب کا فر اور نگ آباد میں ہے اور شاہ دوست محمد صاحب خلیفہ ابو العلی صاحب کے تھے۔ تقریباً دو سو برس سے آپ کا یہاں نزار ہے۔ آپ کا ۲۵-۲۶ جمادی الثانی کو عرس ہوتا ہے شاہ فرہاد صاحب کے ایک خلیفہ مولانا برہان الدین صاحب تھے جن کا فرات مقدس موضع بھینتا پور ضلع کھنڈ میں ہے اور مولانا برہان الدین صاحب کے دو خلیفہ تھے شاہ عزت اللہ صاحب دوسرے خلیفہ رکن الدین عزت گھسیٹا صاحب خلیفہ آبادی۔ شاہ عزت اللہ صاحب کا فرات قصبہ بگڑ ضلع شیخاوالی ریاست جیپور میں واقع ہے ان کے دو خلیفہ ایک ارادت اللہ شاہ صاحب اونکے خلیفہ قمر الدین صاحب اون کے خلیفہ شاہ سلطان صاحب اور اون کے خلیفہ شاہ حاجی صاحب اونکے خلیفہ شاہ الہی بخش صاحب اونکے خلیفہ شاہ عبداللہ صاحب سلمہ سلمت الی ہیں جن سے سلسلہ اور فیض اب تک موضع بھینتا ضلع شیخاوالی ریاست جیپور میں باقی ہے۔ اور شاہ ارادت اللہ صاحب کے دوسرے خلیفہ محمد قاسم شیخ حالی اونکے خلیفہ مجدد محمد شفیع خاں صاحب اونکے خلیفہ محمد حسن صاحب اونکے خلیفہ آغا محمد داؤد صاحب چدر آبادی۔ آغا محمد داؤد صاحب کی ذات یار کرت سے فیض اور سلسلہ شاہ فرہاد صاحب کا بڑے زور شور سے چدر آبادی میں قائم ہے آپ بہت بڑے مختبر نیکبخت۔ صالح صاحب فیض ہیں آپ ہی نے اپنی ذات خاص سے اس بارغ کو جس میں شاہ فرہاد صاحب علیہ الرحمۃ کا فرات ہر محلہ روپیہ کو خرید کر گجرات فیض محمد ابن میان حسام الدین صاحب محمد جانشین شاہ عزت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تفویض میں دیدیا ہر پورچی صاحب موصوف ضلع شیخاوالی علاقہ ریاست جیپور کے سنہ والہ میں حضرت شاہ فرہاد صاحب کی نزار کی خدمت کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور جو کہ بارغ ٹولہ ۱۰ سالانہ وصول ہوتا ہے اسے کام میں لے کر منڈی کے قریب پتلپورہ میں آٹے کی میل کے متصل چھوٹی سی مسجد کی پشت پر احاطہ کے اندر

حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ

کا فر ہے۔ آپ مجددی نقشبندی تھے آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی شہید رحمہ اللہ علیہ تک چہ و سطوں میں پھونچتا ہے۔ آپچی والد ماجد کا نام احسان اللہ و والد کا نام شیخ محمد ظہیر بہ نواب الہر الدین خاں کے والد کا نام شیخ محمد نعقی۔ انکے والد کا نام حضرت دلیل اللہ الصمد شیخ عبداللہ المعروف بیٹا گل و التخلین بوحدت۔ انکے والد کا نام حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید۔ ان کے والد ماجد کا نام نامی حضرت مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد برہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور آپ کا سلسلہ باطنی باتح و سطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تک اس طرح پوچھتا ہے

لا احاطہ
کہ یہاں سے
آبادی کے
محلہ بھینتا

بارہ درمی - امیں ہندو مسلمان امیر غریب سبط کے لوگ بہتے ہیں نیز یہ گلی جشن خان کے ملک
 میں جا نکلتی ہے۔ آگے چلکر دائیں طرف ریل کا پیل ہے اور یہ سیدھی سڑک کا بائیں طرف
 چلی گئی ہے۔ کابلی دروازہ کے متصل۔

بھولوشاہ کا مزار

ہے آپ قادر پور سلسلہ کے بزرگ ہیں ۱۲۰۱ھ میں انتقال ہوا مسنت روز الست سے تاریخ وفات
 نکلتی ہے۔ آپ کے مزار کے برابر آپ کے خاص مرید شاہ محمد حفیظ صاحب کا مزار ہے انکے برابر انکے
 صاحبزادہ شاہ غلام محمد صاحب مدفون ہیں۔ ۱۹ مرحوم کو بھولوشاہ صاحب کا عرس ہوتا ہے
 اب پھر راستہ دونوں طرف پھٹ گیا ہے۔ سیدھا راستہ

سبز مینڈی

کو جانا ہی۔ پچ بہت بڑی مینڈی ہی۔ چونکہ اس طرف باغات وغیرہ زیادہ ہیں۔ ہر قسم کا میوہ اور ہر طرح
 کی ترکاری افراط کے ساتھ موجود رہتی ہے انبوں کے موسم میں دُور دُور سے آتے ہیں اور سی
 جگہ فروخت ہوتے ہیں اور نسبت اور جگہوں کے ارازان کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس جگہ خاصی آبادی
 مستقل قصبہ معلوم ہوتا ہے ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ اگر پھل شہر سے فاصلہ ہے مگر آبادی بڑی
 بڑھتے اسوقت یہ قصبہ اور شہر دونوں ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس طرف کئی باغ مشہور اور سبیر
 کے قابل اور کئی بزرگوں کے مزار زیارت کے لائق ہیں۔

جیسے محلدار خاں اس میں بہت بڑا اور خوبصورت حوض بنا ہوا ہے روشن آراغی باغ میں
 اس بلغ کے متصل حضرت بازید اللہ مہو کا مزار ہے۔ آپ چشتیہ خاندان کے بہت بڑے بزرگ
 بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا عرس بھی ورجادی الاول کو ہوتا ہے چھٹی ٹولیس کی کاٹھن
 سا باغ ہے مگر جن بنا ہوا ہے اسکی کو بھی اور چھوٹا سا حوض قابل دید ہے۔ اس بلغ کے
 متصل دوسرے باغ میں مغرب کی جانب

شاہ فریاد صاحب علیہ الرحمہ

کا مزار ہے۔ آپ بہت باخدا عارف کامل ابو العالی خاندان میں سے ہیں آپ خلیفہ شاہ دوست محمد

ثم الدفی سے ہوا۔ ستمبر بمبئی گلی کبھار والی کے قریب

شاہ عبد الرزاق

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے قادر یہ خاندان کے بزرگ ہیں ۴ شیب ہر روز صفر المنظر کو آپکا عرس ہوتا ہے
بھولو شاہ کے مزار سے بائیں طرف تیلی واڑہ کو رہتہ جاتا ہے پنج میں

حافظ عبد الرحمن صاحب قادری علیہ الرحمہ

کا مزار ہے بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے ستند اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں آپکی توفیق تحریر و تفسیر ہے
آپ کی نسبت لوگوں کی زبانی اور بہت کچھ سنا جاتا ہے مگر تحقیق حال مفصل ہو کسی جگہ سے سننا
ہیں ہوا۔

آب ریل کے پل پر چلیے۔ پل اوتر کر تراہہ ہوجاتا ہے۔ دائیں طرف گندہ نالہ۔ سید مولوی عبد الرزاق
کو رہتہ جاتا ہے۔ بائیں طرف چھوٹے دروازہ کو ٹرک جاتی ہے۔ سیدھی سڑک مورید روانہ کو
جاتی ہے۔ اسی طرف چلیے۔ دائیں ہاتھ

شیخ سبحان بخش صاحب کا ناتھ بروک ہوٹل

ہے۔ اس میں سب قسم کے لوگ بھرتے ہیں آگے بڑھ کر متصل ہی مورید روانہ ہے دروازہ
ٹوٹ گیا ہے۔ اس سے آگے چل کر متحدہ سڑکیں ہیں جو ڈویژنل کوٹ۔ پولیس کین
کوٹھی جناب کشن صاحب بہادر۔ وکٹوری گسٹ ہاؤس اور دیگر مقامات میں جاتی ہیں
ایک طرف موزنگ پوسٹ۔ لاری ہوٹل ہوتی ہوتی ستمبر بمبئی چلی گئی ہے۔
اس سڑک سے راستہ چھٹا ہے جو مندر بھیرول جی ہوتا ہوا فٹگڈہ پھونچ جاتا ہے۔

فٹگڈہ کامتارہ

قابل عبادت ہو تمام سنگ مرخ سے بنی ہو۔ نہایت خوبصورت اور خوش منظر ہے اسکے پانچ درجے ہیں
چاروں طرف زینے بنے ہیں اور جانیکے لیے اندرونی زینہ قائم ہے اسکے اوپر ٹھیکہ تمام شہر کا
مجموعی نظارہ ہو سکتا ہے یہ عمارت عذر کے ان لوگوں کی یادگار میں تعمیر ہوئی جو غدر میں ہی ستمبر تک مارے گئے

آپ کو فیض باطن حاصل ہوا حضرت خواجہ ضیاء اللہ سے انکو حضرت خواجہ محمد زبیر سے انکو حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی سے۔ انکو حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ امیر مہموم سے۔ انکو حضرت مجدد الفقاہ شیخ محمد ظہور قادیسی ہندی رحمۃ اللہ علیہم جمیع سے غرض کہ شاہ صاحب علاوہ شرافت جسی منسی وفضائل علم ظاہری کے سلوک باطنی میں کبھی اپنے وقت کے حید صاحبین تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلی علیہ الرحمۃ نے آپکی تعریف میں کتاب سیر المرشدین کے حاشیہ پر یوں فرمایا ہے کہ حضرت شاہ محمد آفاق سلمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں ہیں اس خاندان کی نسبت سرگرمی کے ساتھ حاصل کی ہے۔ اور اسوقت حلقہ اور مراقبہ اور افادہ نسبت میں ممتاز ہیں۔) شاہ صاحب کے مرید ہزار ہا اور خلفا بے شمار تھے جن کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں اور ان میں صرف دو خلفاء کے نام نامی لکھے جاتے ہیں جن کے نام ہندوستان میں مرید اور مریدان مرید اور صدہا خلفاء اکمل اور خلفا اول کے خلفا بابر فیض موجود ہیں اول مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی۔ دوسرے مولانا شاہ نصیر الدین صاحب دہلوی جن سے حاجی امداد اللہ صاحب خفی ہاجر بیت اللہ نے اول ہی اول جیت اور استفاضہ حاصل کیا زمان شاہ کابل کا بادشاہ۔ شاہ صاحب سے بہت عقیدت رکھتا تھا جس کا فرار سر ہند شریف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۃ مبارک کے سامنے ایک بڑے گنبد میں ہے شاہ صاحب کی ولادت ۶۶۰ ہجری میں ہوئی تھی اور ماہ محرم الحرام روز چہار شنبہ ۱۲۵۰ ہجری کو دفن ہوئی اور سی تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ اس رباعی سے آپ کی تاریخ انتقال نکلی ہے۔

چون جناب شاہ آفاق از جہاں کرد رحلت سو سے جنات نعیم
گفت سال جلالتش خیر حزین خلد راما و اے او کن اے کریم

حضرت کا جہاں اب فرار ہے اس جگہ حضرت خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کو (جو کہ آپ کے دادا) غسل دیا تھا اور تختہ غسل کا اسی جگہ رکھا تھا اور اس جگہ کو حضرت نے نہایت عقیدت مندی کے ساتھ خواجہ صاحب کی اولاد سے تبرکاً خرید فرمایا تھا اور وصیت کی تھی کہ بعد انتقال کے اسی جگہ دفن کیا جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپکی دو صاحبزادیاں بی بی امت العائشہ بیگم عرف مینڈھو جو میاں نثار رضا بن نثار احمد سے منسوب تھیں اور دوسری بی بی امت الفاطمیہ بیگم عرف بتی صاحبہ پیشین احمد رسا بن میاں سیر بادشاہ سے یا ہی گئی تھیں انکے بطن سے دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ اول گوہر آری بیگم جو میاں عزیز احمد صاحب کے نکاح میں ہیں دوسری گیتی آری بیگم جو کا عقد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب دہلی سے ہوا ہے

۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

اسکے محاذ میں بازار در سہ خورد ہے جو تراہہ سے گزرتا مالو وارہ ہوتا، مو انہی سڑک پر جانگنا ہوتی۔
 زنا نہ ہسپتال سے آگے گلی لیبوہ اسکے مقابل بائیں جانب موقی بازار ہے جو مالو وارہ میں جالٹا ہے۔
 آگے بڑھ کر دائیں جانب کٹرہ دولت رام سری رام آگے بائیں جانب نواب صاحب کا کٹرہ
 کسی وقت میں ایسکے دفتر تحصیل تھا۔ اس سے آگے۔

کوٹھی حاجی علیجان

ہے۔ بڑی نامی کوٹھی جو بر قسم کا اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑ اور ٹوپیاں وغیرہ قیمتی ایشیا فروخت ہوتی ہیں
 اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ چوہاں۔ دائیں جانب کوچہ جہا جانی۔ آگے دائیں جانب

دفتر روہیلکھنڈ ریپو

اس میں گدہ مکٹیسر۔ مراد آباد وغیرہ کا کٹ ملتا ہے اسکے بالا خانہ پر آکہ آباد بینک ہے۔ اس سے آگے
 دائیں جانب ڈاکٹر ہیرالال صاحب کا شفا خانہ آگے بائیں جانب کٹرہ اشرفی
 پھر دائیں جانب کوچہ نٹواں۔ اس میں بینک اپراٹریا ہے بائیں جانب کوچہ چانچن
 آگے بڑھ کر

گھنٹہ گھر

ہے نہایت بلند اور خوبصورت مینارہ ہے تقریباً ۶۷ فٹ ۶ انچ میں پچیس ہزار پانسو روپیہ کی لاگت
 سطح زمین سے چوٹی تک ایک سواٹھائیس فیٹ بلند بکرتیار ہوا ہے اس میں بہت بڑا گھنٹہ لگا ہے
 جو پانچ سو روپیہ کو ولایت سے خرید کر منگایا گیا ہے محصول وغیرہ میں مالو وارہ صرف ہوگا
 یہ گھنٹہ چاروں طرف سے وقت بتاتا ہے۔ پوہ۔ اداہ۔ پونہ تک بجاتا ہے رات کو اسکی آواز
 تمام شہر میں سنائی دیتی ہے۔ اس میں یہ عجیب غریب صنعت رکھی ہے کہ جب وقت پاؤ گھنٹہ پر
 سوتی جاتی ہے تو چار گھنٹے بجنے کی آواز آتی ہے۔ اور جب آدھ گھنٹہ پر سوتی جاتی ہے تو آٹھ گھنٹہ
 بجنے کی آواز آتی ہے۔ اور جب پون گھنٹہ پر سوتی پھونکتی ہے تو بارہ گھنٹے بجنے کی آواز ہوتی ہے
 جب پورے گھنٹہ پر سوتی جاتی ہے تو سولہ گھنٹے بجاتا ہے پھر جو وقت ہوتا ہے بجاتا ہے۔ ہر جا
 دعام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ پاؤ بجایا آدھا۔ یا پونا۔ اسکے ادیر ایک پھلی بنی ہوئی ہے۔

اس سے چند قدم کے فاصلہ پر

راجہ اشوک کامنارہ

ہے۔ یہ منارہ چھل میں تیسری صدی قبل مسیح میں راجہ اشوک نے میرٹھ میں گاڑا تھا ۳۵۲ء میں فیروز شاہ بادشاہ نے وہاں سے اکھڑوا کر اپنی کوشک شکار محل میں نصب کرایا۔ ۱۳۱۷ء میں سلطان محمد تغلق نے اسے بائیں طرف چھوڑنے کے لئے اور ایک مدت تک اسے سطح پر لایا گیا۔ ۱۸۶۷ء میں گورنمنٹ انگریزی نے اسکو اکھڑوا کر اسکا نصب کرایا۔ اس پر انگریزی زبان میں یہی مضمون لکھا ہے۔ اس کے متصل ہی ہندو راؤ کی کوٹھی ہے اس سے آگے۔

پیر غنیمت کی درگاہ ہے اسی جگہ پانی کا حوض ہے جس میں چند اول سے پانی آتا ہے اور اس حوض میں صاف ہو کر تمام شہر میں بھوپنچایا جاتا ہے اس سے آگے پرانی چھاؤنی کو راستہ جاتا ہے جہاں آجکل جنگل میں تنگل ہو رہا ہے۔

آب شہری مسجد سے فچتوری کی جانب چلیے۔ شہری مسجد سے آگے بڑھ کر

مسکھ لال حلوانی گھنٹہ والا

یہ مشہور دوکاندار ہے۔ ہکا فلائند۔ لوند دور دور مشہور ہے۔ بہت نفیس ہوتا ہے اس سے آگے دائیں جانب کوچہ سنگیاں بائیں جانب حویلی جگمگ شور۔ اس سے آگے۔

مشن سکول

ہی جو کیمبرج مشن واقع نہر سعادت خان سے متعلق ہے اس میں انٹرنس تک تعلیم ہوتی ہے اس سے آگے دائیں جانب

زمانہ ہسپتال مشن

ہے۔ چھتہ سنگین عمارت ہے کئی ہزار روپیہ کی لاگت سے ۱۹۰۷ء میں پادری و نٹر صاحب کی مدد سے بنایا گیا ہے اس میں ایک ولایتی میڈیکل مشنری لیڈی اور کئی ہندوستانی عورتوں کی مستورات کے علاج کے لئے ہر وقت موجود رہتی ہیں مفت علاج ہوتا ہے اسکا تعلق بھی آیس۔ جی۔ جی۔ کیمبرج مشن سے ہے۔ ایک ہزار روپیہ سالانہ کی کمیٹی سے مدد ہوتی ہے

اس نفس مکان میں کئی چیزیں ہیں دفتر کمیٹی۔ عجائب گھر۔ پبلک لائبریری

کمیٹی

اس وقت کوئی کمیٹی قائم ہوئی اور یکم جنوری ۱۹۳۵ء سے اسکا عملدرآمد شروع ہوا اسکے بعد ٹوٹ گئی مگر ۱۹۳۶ء میں پھر مستقل طور پر قائم ہو گئی۔

اسکے ممبر اور فنڈ حسب ذیل ہیں

اول میجر ایم ڈبلیو ڈگلس بہادر ڈپٹی کمشنر و پریسڈنٹ
آپ نہایت دہتر منتظم۔ بیدار متغز۔ لائق فائق۔ مستعد۔ جروس۔ معاملہ فہم۔ منصب مزاج۔ خوش خلق
شخص ہیں۔ آپ کے زمانہ میں بے عواظوں کا پورا تدارک ہو گیا۔ رشوت ستانی بالکل معدوم ہو گئی۔
اہل علم نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے اپنے مناصب پر قائم رہنے لگے دفاتر کی صفائی اور انکی تکمیل
تعمیر کے قابل ہے۔ ہر راتحت اپنی فوض منصبی کو نہایت امانت اور دیانت داری کے ساتھ پورا کرتا ہے
معاملات کی تحقیق نہایت خوبی کے ساتھ کیجاتی ہے۔ امیر غریب کی یکمان ستانی ہوتی ہے۔
ہر دلغیزی حد سے گزر گئی ہے ادنیٰ شخص بھی عرض کرنا چاہتا ہے تو نہایت توجہ کے ساتھ سنتے ہیں
آپ ہی کے زمانہ میں جامع مسجد میں موزہ بوٹوں پر چڑھانے کی عمرہ رسم جاری ہوئی۔ جامع مسجد کے
دروازوں کے سامنے اوپر کی سیڑھی پر پتھر کے ستوں لالٹینوں کے لئے بنوائے گئے ایسے مشفق
حاکم کا ہونا شہر کے خوش قسمتی کی علامت ہے۔

- | | | | |
|----|--|----|---------------------------------|
| ۱۔ | راے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب سینئر | ۱۔ | کنوٹمنٹ مجسٹریٹ بہادر سینئر |
| ۲۔ | خان بہادر محمد الہی بخش خان صاحب | ۲۔ | صاحب پنیر اسٹنٹ کمشنر بہادر۔ |
| ۳۔ | وائس پریسڈنٹ سینئر | ۳۔ | صاحب سول سرجن بہادر۔ |
| ۴۔ | عنا خان صاحب چیکم ڈپٹی ایمرین احمد خان صاحب۔ | ۴۔ | ایگزیکٹو انجینئر پروشل ڈویژن۔ |
| ۵۔ | علا لاکھ شہباز صاحب | ۵۔ | کلائن کرک پیٹرک صاحب بہادر |
| ۶۔ | علا لالہ سلطان سنگھ صاحب | ۶۔ | راجہ لالہ ہریان سنگھ صاحب جوینر |

وائس پریسڈنٹ۔

یہ ممبر تھے جو گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہوئے اب وہ ممبر ہیاں رکھے جاتے ہیں جو علاقوں
کے لیے مقرر ہوئے ہیں۔

اسکے چاروں طرف مشرق مغرب کے صرف بنائے گئے ہیں۔ اس قعر کو

چاندنی چوک

کہتے ہیں کسی زمانہ میں گھنٹہ گھر کی جگہ شمن حوض بنا تھا اسکے ہر طرف سوگڑ سے سوگڑ میں شمن بازار تھا اسی کو چاندنی چوک کہتے تھے اس چوک کے گرد اب بھی دوکانیں بنی ہیں۔ اکثر بازاروں کی دوکانیں میں شام کو ہر قسم کے سودے والے بیٹھتے ہیں اس چوک کے چاروں سمتیں ملاحظہ فرمائیے۔ مشرقی سمت کی سیر تمام ہو چکی ہے۔ دائیں جانب شمال میں۔

ملکہ کا باغ

ہے۔ یہ باغ اصل میں جہاں آر بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ نے بنایا تھا ۴۰ گز طول ۴۰ گز رکنے میں تیار ہوا تھا۔ عجیب غریب مکانات بارہ دریاں بنی ہوئی تھیں گو ہوقت وہ شان نہیں رہی مگر پھر بھی خوش منظر مقام ہے بشہر کے وسط میں اس سے بہتر کوئی سیر کی جگہ نہیں ہے۔ آجکل پرانے درخت کاٹ دیئے گئے ہیں۔ نئے نئے چمن لگے ہیں جگہ جگہ بیچ پڑے ہیں۔ بیچوں بیچ میں نہایت خوبصورت گول چوترا بنائے اور اُدھر اُدھر گھاس جھی ہے گلے دھرے ہیں۔ بیچوں بیچ ننھے ننھے میں متصل ہی حوض بنایا گیا ہے اسکے قریب ایک پتھر کا تر شاہ حوض دھرا ہے جس میں توارہ لگا ہے سوچ سے نہر نکل گئی ہے۔ تمام باغ میں چھوٹی چھوٹی نالیاں بہتی ہیں۔ ایک طرف مگنا بنا ہے اس میں اونیری مجسٹریٹ پچھری کرتے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہاں چڑیا گھر تھا۔

اس باغ کے باج دروازے ہیں ایک دروازہ ڈاکٹر ہیم چندر صاحب کے ہسپتال کے سامنے گز چکا ہے۔ دوسرا کاٹ کے پل کے سامنے۔ تیسرا احو پانی کی لکڑی کے سامنے اور دو دروازے گھنٹہ گھر کی طرف۔ آجکل اسٹیشن کے محاذ میں ایک سڑک اور نکلی ہے جو بیچ باغ میں کو چلی آتی ہے چونکہ اس سڑک نکلنے کے اول سے زن کلارک صاحب تھے اور دراصل انہیں کا عندیہ تھا ایلے یہ سڑک انہیں کے نام سے موسوم ہے۔ اور کلارک گیٹ یا کلارک روڈ کہلاتی ہے۔ باغ میں اسی دروازہ کے متصل جو گھنٹہ گھر کے سامنے واقع ہے ایک نفیس عمارت بنی ہے۔ ۱۹۳۳ء میں بنی شروع ہوئی اور ۱۹۳۶ء میں بند کیا ہو گئی اسکے سامنے پہلے باغی کی سنگین تصویر بنی تھی اب وہ دوسری طرف نصب کر دی گئی ہے اور یہاں اسکی جگہ ملکہ منظم کی تصویر لگا کر اور نصب کر دی گئی

کل آمدنی ٹاؤن ٹیکس تقریباً اٹھاون ہزار چھ سو سات روپیہ ہے۔

(۳) یکم جنوری ۱۹۰۶ء سے تمام شہر میں بجلی کی روشنی کا معرفت جون فیلمنگ کمپنی انتظام کیا گیا جسکا دفتر چاندنی چوک میں ہر اوقات تمام شہر میں پتیا لیس ہنڈے روشنی کے موجود ہیں اور مبلغ پانسو روپیہ ہمارے کیٹی سے بطور ٹھیکہ کے دیے جاتے ہیں اور مارچ ۱۹۰۶ء تک بائیس ہزار چھ سو ستانوے روپیہ تن آئے پانچ پانی گہنی روشنی کو کل مصارف وغیرہ کے دیئے گئے۔

(۴) اسی سال ۱۹۰۶ء میں چاندنی چوک کی درمیانی پٹری پر سات سبیلین پختہ بڑی نمایاں دارگاہ جشن تاجپوشی ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہند اکثر روساے شہر اور بیرونجات نے اپنی لاگت سے کیٹی میں انتظام سے بنوائیں۔ لاگت فی سبیل تقریباً سات سو پچاس روپے آئے ہیں اور دو سبیلین ریل کی سٹر پر بنائی گئی ہیں جسکا پتہ معہ نام روساے حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ مقابل غونی دروازہ مشرق کی جانب مٹی ہوئی جینی صاحبان دہلی کی جانب ہے۔
- ۲۔ مقابل مندر سکھ صاحبان۔ سیدھے بھجن لال صاحب کلکتہ کی جانب سے۔
- ۳۔ مقابل گل لبسوہ۔ مرکنٹائل ایسوسی ایشن دہلی کی جانب ہے۔
- ۴۔ مقابل کوچہ نٹواں۔ راجہ بہادر اللہ بہر دیوان سنگھ صاحبہ اس پر پینٹ کیٹی اور زیری مجسٹریٹ کی جانب ہے۔
- ۵۔ مقابل کوچہ قابل عطار۔ حاذق الملک عیلم محمد عبد المجید خان صاحب مرحوم مغفور کی جانب ہے۔
- ۶۔ مقابل کٹرہ نیل۔ راجہ بہادر لال شیو پرشاہ صاحب اور زیری مجسٹریٹ کی جانب سے۔
- ۷۔ مقابل کوچہ برجنا تھ۔ لالہ مدن گوپال صاحب کی جانب ہے۔
- ۸۔ سٹرک ریگولیشن پٹری شمالی متصل سافر خانہ۔ راجہ بہادر لالہ سری کشن صاحب سینیل کشر فار زیری مجسٹریٹ کی جانب ہے۔
- ۹۔ سٹرک ریگولیشن پٹری جنوبی متصل چکی چکی۔ لالہ ایسری پرشاہ صاحب در بھنگہ کی جانب ہے۔

ٹاؤن ہال

یہ بہت بڑا عالیشان اور خوشنما کرہ ہر اسکی ۱۹۰۶ء میں بنیا ڈپٹی۔ آٹھ برس کے عرصہ میں ایک لاکھ چھپس ہزار چار سو پچھتر روپیہ کے صرف سے کل عمارت مع دیگر کمروں کے بنکر تیار ہوئی ٹاؤن ہال کے جنوب شمال میں بڑی بڑی محرابیں بنی ہوئی ہیں دیواروں پر نہایت عمدہ کام ہوا ہے فرش پہلے بھی پختہ تھا مگر آج دربار کے موقع پر تقریباً لیس روپیہ کی لاگت سے سنگ مرمر کا فرش بنایا ہے۔ جو طرز زری بڑی چوکھٹوں میں بڑے بڑے موزین صاحبان انگریز اور ہندوستانی صاحبوں کی تصویریں بنائیں۔

ان نمبروں کے نام جو علاقوں کے منتخب ہوئے	ان نمبروں کے نام جو علاقوں کے لیے منتخب ہوئے	ان نمبروں کے نام جو علاقوں کے لیے منتخب ہوئے	ان نمبروں کے نام جو علاقوں کے لیے منتخب ہوئے
۹۰۸	۷	۷	۱ ہسٹریل صاحب بیرٹھریٹ لا
۷۱	۸	۷	۲ لالہ بچھی نراین صاحب
۷۱	۹	۳	۳ خانصا غلام محمد حسن خانصا جی اتے
۱۳۱۲	۱۰	۵۰۲	۴ صاحب بابو جگنیشو صاحب
۱۲	۱۱	۶	۵ حکیم احمد سعید خان صاحب
۱۵	۱۲	۷	۶ خان بہادر محمد اکرام خان صاحب

مسٹر ایف ہری صاحب بہادر مینوٹیل کمیٹی کے سکریٹری

پنہ نصف مزاجی غرا نوازی ایچکا ذاتی جوہر ہے۔ خوش اخلاقی۔ ہر دلنیزی۔ آپکی طبعی بات ہو۔ حق گوئی حق شناسی عالمگیر ہو گئی ہے آپ کے دم سے کمیٹی کو نہایت فروغ حاصل ہے۔ تمام شہر آپ کے محاسن۔ مکالمہ کا ثنا خوان ہے۔ انتظامی قابلیت میں ہمعصروں سے ممتاز ہیں۔ غرض بہت کچھ خوبیوں کے شخص ہیں۔

کمیٹی کی کل سالانہ آمدنی تقریباً ۵۲۹۶۵۷ روپے اور سالانہ خرچ تقریباً چار لاکھ ستاون ہزار چالیس روپہ ہیں۔

سالہ ۱۹۲۶ میں تمام شہر میں نل لگائے گئے بیروں کشمیر دروازہ متصل احاطہ ٹامس صاحب دہلی سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر چندراول پیننگ اسٹیشن ہے وہیں سے ایجن کے ذریعہ کنوؤں میں سے پانی حوض میں لایا جاتا ہے جو کہ تنگدہ کے متصل واقع ہے اور وہاں سے تمام شہر میں نلوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔ نلوں وغیرہ کے نصب کرنے میں تقریباً بارہ لاکھ آٹھ ہزار تین سو نو روپہ کمیٹی کے صرف ہوتے ہیں۔ آمدنی سالانہ تقریباً پچیس ہزار روپے اور خرچ سالانہ تقریباً چالیس ہزار روپہ ہے۔

(۲) یکم جنوری ۱۹۲۶ء سے ماؤس ٹیکس قائم ہوا ہے اگرچہ رعایا نے عرض معروض اور غل و شوشیہ مگر کچھ ساعت ہنوتی۔ حیثیت کرایہ کی آمدنی پر آدہ آنہ فی روپہ ٹیکس لیا جاتا ہے۔

علاقہ نمبر ۲ کے سربراہ جن صاحب نے انکا انتقال ہو گیا۔ ابھی تک انکی جگہ کوئی نمبر منتخب نہیں ہوا۔ اس علاقہ کا کام عارضی لالہ شہباز صاحب انجام دیتے ہیں۔

- ۲۲- خان بہادر غلام محمد حسن خان صاحب - بی۔ اے سیونسل کسٹرن
 ۲۳- کرنیل جیمس کسٹرن صاحب جی۔ بی
 ۲۴- راے بہادر لالہ ہر دیان سنگھ صاحب جو نیر وائس پریسڈنٹ کیٹی ڈیہلی۔
 ۲۵- معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ پسر شاہ عالم بادشاہ مرحوم
 ۲۶- ای۔ کوپر۔ سی۔ بی۔ ڈپٹی کسٹرن ڈیپٹی کسٹرن جے ڈیو پلٹن صاحب کسٹرن ڈیپٹی پیش کردہ
 نواب مالیر کوٹہ۔ اسکے قریب کمرہ میں مغرب کی جانب۔

پبلک لائبریری

ہے جس میں اخباروں اور انگریزی و اردو اور دیگر کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود رہتا ہے۔
 یہ لائبریری سنہ ۱۹۱۹ء میں جیمز ڈیو پلٹو۔ ڈوگلز صاحب ڈپٹی کسٹرن کی سعی اور کوشش سے قائم
 کی گئی ہے۔ اس میں ہر خاص عام کو جانے کی اجازت ہے۔ جو نئے نئے فرسے اب تک اور ہرگز
 سے ۶ بجے تک کھلی رہتی ہے۔ اسکے متصل جانب شمال

عجائب خانہ

ہے ایس طرح کے مژدہ جانور اور عجیب عجیب چیزیں اور نادار نادر تصویریں موجود ہیں۔
 بجے فجر سے ۱۰ بجے تک کھلا رہتا ہے۔ ہر شخص بلا فیس جا کر دیکھ سکتا ہے۔
 ٹاؤن ہال کے شمال میں ایک چوتھرہ چڑھاڑھے چھ گز طول اور ساڑھے چار گز عرض رکھتا ہے اور

سنگین ہاتھی

نصب کیا ہوا اسکے بننے کا حال معلوم نہیں کر کیا تھا ہاں اتنا معلوم ہو کہ سنہ ۱۹۲۵ء میں شاہجہاں کے وقت میں
 گوالیار سے لایا گیا دہلی دروازہ قلعہ کے باہر نصب کیا گیا۔ پھر اورنگ زیب عالمگیر نے وہاں سے لے کر دہلی
 اور مگڑھ سے کراڈاٹے ایک زمانہ دراز تک نامعلوم کہیں زمین میں ڈبا دیا یا پڑا۔ مدتوں کے بعد
 سرکار انگریزی کے عہد میں زمین میں ڈبا ہوا نکلا اول درست کرایا گیا اور انگریزی مجسٹریٹ کی کبری
 کے متصل قائم کیا گیا پھر لالہ شمیمو ناتھ صاحب میونسپل کسٹرن کی لاگت سے وہاں سے کھنڈا کر
 سنہ ۱۹۲۴ء میں ٹاؤن ہال کی جنوبی جانب جہاں ملکہ منظرہ فیصرہ ہند کا بت نصب ہوا پھر کھنڈا کر
 اب سنہ ۱۹۲۶ء میں ٹاؤن ہال کی جانب شمال قائم کیا گیا ہر اسکے متصل پشت کی جانب ایک عود سنگین وضع

یہ لائبریری
 سنہ ۱۹۱۹ء میں
 قائم کی گئی
 ہے

جسکی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

۱۔ ملکہ مظہرہ قیصر ہند

۲۔ لفٹنٹ کرنیل سی۔ ڈبلیو۔ ڈیویس۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ گزشتہ دہائی ۱۸۷۸ء

۳۔ خان بہادر محمد الہی بخش صاحب سپینر۔ وائس پریسڈنٹ کمیٹی۔

۴۔ رائے چھٹاں صاحب زیری مجسٹریٹ ۱۸۶۳ء لغاتہ ۱۸۷۲ء مینونپل کمنشنر ۱۸۷۲ء لغاتہ ۱۸۷۲ء

۵۔ رائے بہادر رام گنڈاس صاحب او زیری مجسٹریٹ

۶۔ رائے ہمیش داس صاحب او زیری مجسٹریٹ ۱۸۶۳ء لغاتہ ۱۸۷۲ء

۷۔ رائے بہادر رام سنگھ صاحب او زیری مجسٹریٹ ۱۸۷۲ء لغاتہ ۱۸۷۲ء مینونپل کمنشنر ۱۸۶۹ء لغاتہ ۱۸۷۲ء

۸۔ سر روبرٹ ہلٹن ہارٹ۔ کے۔ سی۔ بی۔ ہمیش کردہ رائے امید سنگھ بہادر۔

۹۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب سب رجسٹرار۔ مینونپل کمنشنر فیلو پنجاب یونیورسٹی

او زیری مجسٹریٹ۔

۱۰۔ ارڈیکل صاحب بہادر ہمیش کردہ لالہ نراین داس گوڈ والہ۔

۱۱۔ رائے بہادر لالہ سہیل بخش داس صاحب گوڈ والہ۔

۱۲۔ ایل او ف ایلیگن اور کمار ڈیون کے۔ ٹی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ بی۔ پی۔ سی۔

ڈیپارٹمنٹ گورنر جنرل ہند ہمیش کردہ لالہ چھٹاں صاحب

۱۳۔ خاندان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب او زیری مجسٹریٹ و مینونپل کمنشنر۔

۱۴۔ جے۔ سی۔ پیری صاحب چیرمین اول مینونپل کمیٹی دہلی ہمیش کردہ منظور

۱۵۔ برگڈیئر جنرل جون ہلٹن۔ سی۔ بی۔ جی۔ جی۔ دہلی کے وقت ستمبر ۱۸۷۵ء میں فوت ہوئے

۱۶۔ لارڈ شوکان صاحب بہادر ہمیش کردہ مرزا الہی بخش صاحب۔

۱۷۔ کرنیل۔ اے۔ آر۔ ای میکیری شمال کمنشنر

۱۸۔ او زیریل مسٹر ہرٹ کلارک۔ ای۔ سی۔ ایس۔ ڈیپٹی کمنشنر اور کمنشنر

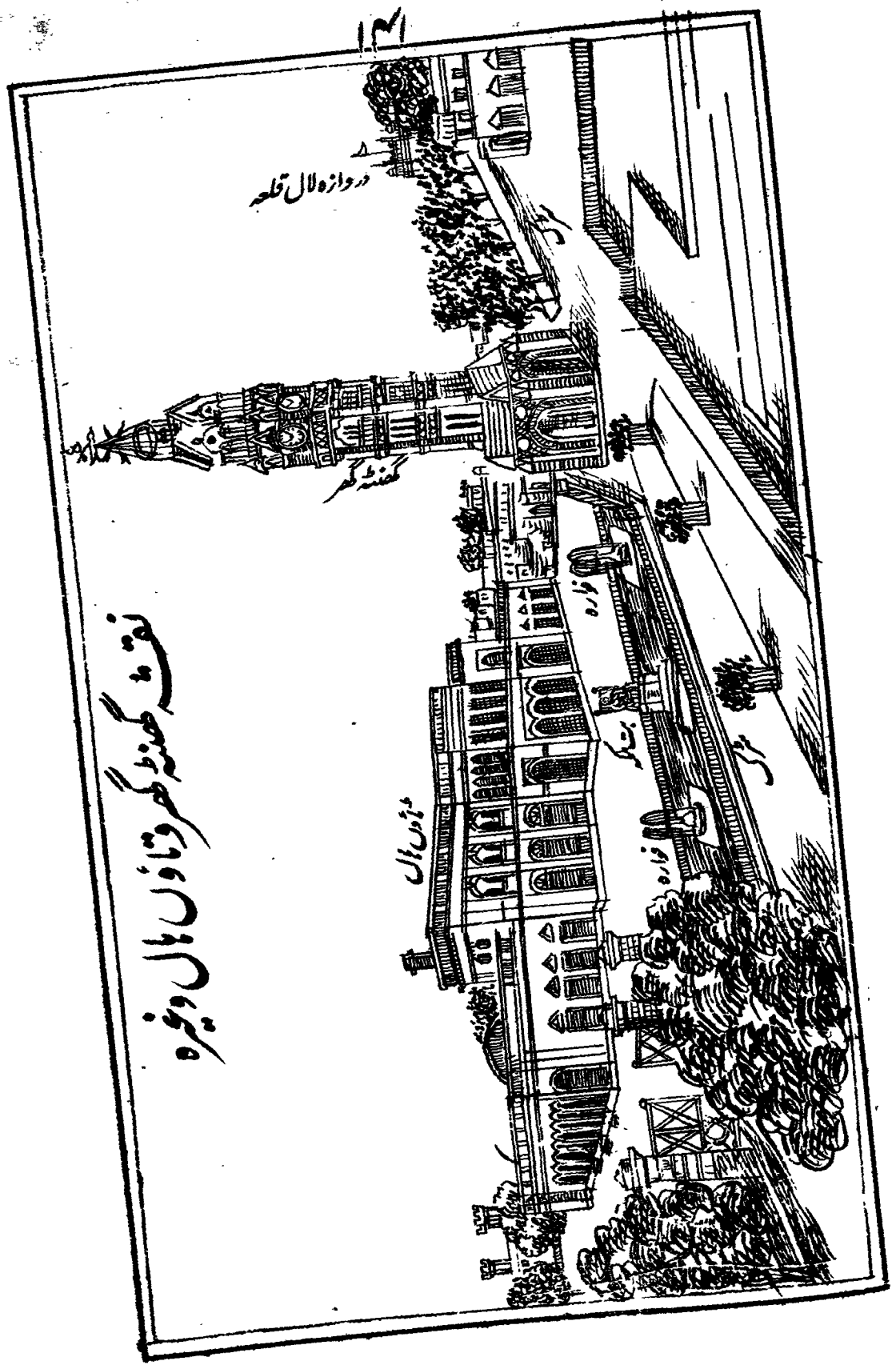
۱۹۔ ایل کیننگ جی۔ سی۔ پی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ گورنر جنرل و اول ڈیپارٹمنٹ

ہمیش کردہ لالہ ہمیش داس صاحب

۲۰۔ سر روبرٹ شوگری ہارٹ کے۔ سی۔ بی۔ لفٹنٹ کمنشنر پنجاب ہمیش کردہ جے۔ سی۔ پیری۔

۲۱۔ رائے صاحب بابو جگن کھنڈ صاحب وکیل چیف کورٹ و مینونپل کمنشنر۔

نقش گھنٹہ گھر و تاورن ہال دیگرہ



دروازہ لال قلعہ

تاورن ہال

فارہ

بستک

فارہ

دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اسکے قریب ہی

سنگ مرمر کا ترشا ہوا حوض

ہے ایک پتھر کا بالکل بے جوڑ۔ اتنا بڑا پتھر اور ایسا بڑا بے جوڑ حوض دیکھنا اکثر حکم پر نہ ہوگا اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا پتھر کرانہ کی کان سے برآمد ہوا صفائی اور شفا فی میں بے نظیر قاشا شاہی حکم کی برقی اسکا حوض بنایا گیا چار گز مربع اور ڈیڑھ گز عمیق حوض بنکر تیار ہوا پائے وغیرہ سب اسی پتھر میں سے نکل آئے جب بننا کر طیار ہو گیا تو کرانہ جو دار الخلافہ سے دو سو کوس کی مسافت رکھتا ہے نہایت احتیاط کے ساتھ لایا گیا اور موتی محل میں رکھا گیا۔ غدر کے بعد سے ملکہ کے باغ میں رکھا ہوا ہے۔
ٹٹاؤن ہال کے جنوبی جانب ایک چمن میں

ملکہ معظمہ قیصر ہند کا بت

نصب کیا ہوا ہے یہ بت ملکہ معظمہ کی وفات کے بعد تیار ہوا اور سن ۱۹۰۶ء میں اُنکا یادگار قائم کیا گیا ہے۔ یہ بت جمیں اسکٹر صاحب ٹیس دہلی کا پیش کردہ ہے انہوں نے ولایت کے ایک بڑے کاریگر سے بہت سا روپیہ صرف کر کے بویا ہے علاوہ بت کی قیمت کے نصب کرنے میں تقریباً اسی لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے ملکہ معظمہ کی یادگار ہونے کی وجہ سے ریل والوں نے اسکا محصول نہیں لیا اس بت کے دائیں بائیں دو حوض بنے ہیں دونوں میں فوارے لگے ہیں آئینہ گھنٹہ گھر اور ٹٹاؤن ہال اور ملکہ کے بت کا نقشہ دیتے ہیں جس سے اسکی خوبی بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔
گھنٹہ گھر کے جانب جنوب

نئی سڑک

واقع ہے۔ یہ بازار تقریباً آٹھ سو ساٹھ قدم لمبا ہے۔ اس بازار میں عموماً گھڑی ساز۔ شمال دو زاور چھپی۔ جرم فروش اور سٹہ والوں کی دوکانیں ہیں۔ یہ بازار غدر کے بعد بنایا گیا ہے۔ اسکے دو طرفہ دوکانیں اور کوٹھے برابر ہوا رہی گئی ہیں شروع بازار سے تقریباً ساٹھ قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب کو حرم خانچند ہوا اور دائیں جانب موتی کٹر ہاؤس کی منڈی ہے اسکے آگے بائیں جانب دفتر بھارت و حرم جہا منڈل ہے جسکے سکرٹری پنڈت دیندیاں ہیں اس سے آگے

جو اس فن میں اجواب ہو آپ کے صاحبزادے کشائیں **حینی لال** صاحب ہیں جو کہ علم موسیقی اور فن بزمی میں کمال رکھتے ہیں۔ بایں جانب راستہ ترابہ میں ہوتا ہوا ایک طرف چاندنی چوک میں جا نکلتا ہے اور دوسری طرف کناری بازار ہوتا ہوا بڑے دربیہ میں چلا جاتا ہے۔ اس میں راہے بہادر لال سرگندہ صاحب ساہوگوڑوالہ میونسپل کیتھ اور انیرری مجسٹریٹ کا مکان ہو اس سے آگے بایں جانب

کٹرہ غفور بخش

ہے۔ آجکل ہمیں کٹھ لکھیا جاتا ہے۔ ایک غل دشور رہتا ہے۔ انہو کیتھ جمع ہوتا ہے۔ شہر کیلئے آفت جان ہو اسکی بدولت ہزاروں امیر فقیر ہو جاتے ہیں اور فقیر روٹوں سے محتاج ہو کر دو دو دانہ بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ اس سے آگے بایں جانب کوٹھی ڈاکٹر ٹھٹھو لال صاحب ملازم ریاست پیٹالہ ہے یہ کوٹھی نہایت عظیم الشان اور خوبصورت بنی ہے اس سے آگے بایں جانب محلہ روشن پورہ ہے اس میں عموماً کایتھ صاحبان کے مکانات ہیں۔ دائیں طرف راستہ بھاٹک میں سے دائی واڑہ گزرتا ہوا بی بی گوہر کے کوچہ سے آگے محلہ چرتہ والاں میں جا ملتا ہے۔ اسی جگہ

حکیم نواب جان صاحب

مطب کرتے ہیں آپ لائق طبیہوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ فن طب میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں باوجود اور کمالات کے اخلاق پسندیدہ میں یگانہ روزگار ہیں حکیم محمود خالص صاحب مرحوم مغفور کے خاندان سے کچھ قرابت رکھتے ہیں۔

نئی سڑک کے بایں جانب راستہ روشن پورہ کو ہوتا ہوا دائیں جانب چھتہ منسکہ راہے سو گزر کر گلی پہاڑ والی سے آگے مسجد کچھو کچھو کو جا نکلتا ہے مسجد کچھو سے آگے۔

راہے صاحب لالہ گردہاری لال صاحب اکیل

کا مکان ہے۔ آپ شہر کے معزز اہل ہنود اور معززین و کلاہ شہر میں سے ہیں عرصہ تک میونسپل کیتھ بھی رہے ہیں لیکن اب اسکو چھوڑ کر دیگر کاروبار و کالت وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سیدھا راستہ چیرہ خانہ سے ہو کر مید واڑہ سے آگے مایواڑہ میں جا نکلتا ہے۔

مکہ چیرہ خانہ میں

گھنٹہ گھر تقریباً ایک سو پینتیس قدم پر دائیں جانب

حوض الی مسجد

واقع ہے۔ یہ مسجد بہت خوشنما اور اچھی بنی ہوئی ہے۔ اس میں ایک حوض بھی ہے۔ اس مسجد کے متعلق تین دوکانیں ہیں جسکا کراریہ تقریباً پینس اوپہ ماہوار ہو۔ اس مسجد کے مہتمم حاجی عبدالغفار صاحب نیرہ حاجی علیجان صاحب مرحوم ہیں۔ اس سے آگے

گلی حاجی علیجان صاحب

ہے۔ اس میں انکا کارخانہ اور مکانات ہیں اس وقت اس میں حاجی عبدالغفار صاحب رہتے ہیں حاجی صاحب بنایت دیندار با وضع خوش اخلاق با مروت شخص ہیں۔ انکی کوٹھی چاندنی چوک میں ہے انکی صفائی معاملہ کی دُور دُور شہرت ہو۔ اس گلی سے آگے دائیں جانب کوچہ خاچند ہے اس سے آگے دائیں جانب کٹرہ راہ سے بہادر لالہ سرمی کشند اس صاحب کوٹھ والہ۔ اس سے آگے دائیں بائیں جانب بازار مالواریہ جو دین جابلتہ بازار لیاہ میں جاٹھلکنا ہوا ہیں پزفر کوٹوں بلنگینی کے مقابل گلی میں

گشتائیں پتالال صاحب سا دھو

کا مکان ہو۔ آپ علم موسیقی اور خصوصاً ستار نوازی میں کمال رکھتے ہیں دہلی اور اسکے گرد و نواح میں اس فن میں آپکا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا جو وقت ستار نوازی میں مصروف ہوتے ہیں تو اسکی آواز کے ذرہ ذرہ اور سارے مین پر تصور کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور نوجووی کے عالم میں سر دھنتے ہیں۔ چھہ راگ اور چھپتیس راگنی انکی اتھنا تھنا ہندی غلام اور گینز ہیں واقع میں فن موسیقی اور ستار نوازی میں بیکتا روزگار ہیں۔ ایسے ہی خوش اخلاق منکر المزاج اور سلیم الطبع ہونے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ اکثر راجگان اور قوآب انکی بہت قدر کرتے ہیں۔ لارڈ کرزن صاحب بہادر ویسراے و گورنر جنرل ہندی سیم صاحب نے بھی خوشنودی مزاج کی چھٹی دی ہو۔ انکے بزرگ ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ قصبہ اوج ضلع میان سے دہلی میں آئے۔ انکے دادا گشتائیں مکھن لال صاحب شاہ عالم کے وقت میں موجود تھے اور حارسان عمر کارنگیری کی طرف سے متقرر تھا چنانچہ عند تک برابر جاری رہی۔ گشتائیں صاحب مصروف ایک باخدا اور تبارک طبیعت فقیر صفت آدمی ہیں۔ اپنے علم موسیقی میں ایک کتاب اذہب و گرتھ تصنیف کی ہے

مولوی حکیم محمد جمیل الرحمن صاحب

لاہران ہوا۔ آپ نہایت لائق و فائق ذی علم فقیر دوست صوفی فن متقی پرہیزگار شخص میں سینٹ سٹیفن مشن کالج کے عربی کے پروفیسر ہیں۔ آپ صاحبزادہ عالم باعمل فاضل بے بدل جامع شریعت و طریقت جناب مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالرحیم صاحب ہادی قادری مرحوم مضمون کے ہیں۔ حاجی محمد عبدالرحیم صاحب ہادی کو طفلی ہی سے تحصیل علوم و تکمیل علم حقائق کا فطرتی شوق تھا چنانچہ جن استاد سے آپ نے ابتدائی قرآن شریف کی تعلیم پائی تھی اون کے فیض صحبت سے اٹھری سال کی عمر میں پیادہ پا منزل بمنزل سوات نیر جناب غوث زمان قطب دوران حضرت انور شاہ محمد عبدالغفور صاحب قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں کلام شریف یاد کیا اور تعلیم علم حقائق کے ساتھ ہی ساتھ صرفہ و نحو و فقہ کی سب کتابیں پوری کیں اور بارشاد شیخ وہلی اگر باقی کتب درسیہ و طب تمام کر کے پھر واپس وہیں جا کر حاضر ہوئے اور عرصہ تک بقیہ تکمیل سارف حقائق میں مشغول رہے بعد ازاں شیخ نے رخصت فرمایا اور ہندوستان کی اجازت دی۔ پس عرصہ سے کچھ عرصہ پہلے وہلی آکر آپ تعلیم و ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہوئے۔ بعد خدا آپ نے علم دین کو ذریعہ معاش نہ بنایا بلکہ ہمیشہ انوکری سے کسب معاش کی۔ آپ کی مفیدہ تصانیف سے صرف میں چستان صرفیہ اور عالم قرأت و تجوید میں مرآت القرآن فارسی مظلوم اور عام پند و نصیحت میں روضۃ النیر و رحمۃ الرحمن فی فکر البنی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانوں کی شادی خورد و کلاں و فتح سنت الاسلام وغیرہ مشہور و مقبول کتابیں ہیں۔ ملک ہریانہ میں خصوصاً آپ سے مخلوق الہی کو سجدہ اہیت ہوتی ہے اور صد ہا رسوم کفر اور بدعت وہاں سے وضع ہوئیں۔ اور سن جناب خیر الانام صلعم زندہ ہوئے چنانچہ بجز ضلع ہنگ میں جامع مسجد اور مدرسہ قوت الاسلام رجیہہ انجلی سہی مشکورہ کا کافی ثبوت اور زندہ یاد گار ہے۔ آپ کی وفات ۱۳۱۳ ہجری ۱۳ مارچ واقعہ پچیس برس کی عمر میں ہوئی مادہ تاریخ قدر صنی المدعہ ہے۔ مزار پر انوار آپ کا خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ میں نیاز رنگا ہے اپنے علاوہ حافظ مولوی حکیم محمد جمیل الرحمن صاحب راشد و ہلوی خلف اکبر کے چار صاحبزادے اور ایک دختر اپنے بعد چھوڑی۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب و خدا اسکول پشاور اول رسالہ۔ مولوی سید الرحمن خان صاحب صوفی۔ مولوی امان الرحمن خان صاحب چنی صاحبی محمد عثمان خان صاحب لیس و خدا نائیب سکول پشاور اول رسالہ ہیں۔ کوچہ لانا کے محاذ میں دائیں جانب

حضرت شاہ صدر حساں علیہ الرحمۃ

کاٹراہی۔ آپ قاضی خاندان میں سے ہیں۔ آپ کا وصال ۸۲۲ھ ہجری میں ہوا۔ ۱۳ و ۱۷ ذیقعدہ کو عرس ہوتا ہے میمان شاہ فیاض الدین صاحب گاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ وہی اس خدمت کو بجا لاتے ہیں۔ شاہ صاحب صوف کے پیر مرشد

مخدوم شاہ عالم صاحب

تھے جنگاڑ موضع وزیر آباد ضلع سیالکوٹ میں ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۳۶ھ ہجری میں ہوا۔ ۷ و ۸ جمادی الاول کو عرس ہوتا ہے۔ دونوں عرسوں کیلئے موضع مولد بند شاہی وقت سے جاگیر میں چلا آتا ہے اور شاہ فیاض الدین صاحب کے اہتمام میں ہے۔

اور اسی محلہ میں بابو مادھو نرائن صاحب ہیڈ کلرک میونسپل کمیٹی رہتے ہیں۔ روشن پورہ سے آگے دائیں جانب دیوانخانہ راجہ شوقی رام ہے اس میں مولوی صاحب صاحب وکیل رہتے ہیں نہایت ذی علم دیندار خاندانی پرورش لائق خالق آدمی ہیں۔ اس سے آگے دائیں جانب بابو مدن گوالیال صاحب برسرٹایت لاکھنجان ہے۔ آگے جا کر یہ بازار شاہ بولا کے بڑھ پر چاڑھی بازار میں جا ملتا ہے اب گھنٹہ گھر سے فچوری کی جانب چلیے۔ چند قدم چل کر جنوب کی جانب

کوچہ راتمان

ہے۔ اس میں دندان ساز اور مصوّر اور تمام مسلمان لوگ رہتے ہیں۔ یہ رہتہ ایک بڑج کی مسجد کے پاس ہو کر بازار بلہاراں میں جا نکلتا ہے۔ شروع کوچہ پر ایک مسجد ہے۔ پہلے یہ مسجد چھوٹی ہی تھی ۱۳۱۲ھ ہجری میں غفور بخش صاحب سوداگر چترہ والے نے اپنی عالی ہمتی سے اس کو بہت دست دیکر دو منزل بنوایا۔ اور کے درجہ میں مدرسہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے سے بچے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اس مسجد کی جنوب میں ایک بہت بڑا عرص سنگین بنا ہوا ہے اسکے اوپر مکانات بنے ہوئے ہیں۔ جس میں طلباء رہتے ہیں۔ اس مسجد کے پنج کی کفالت غفور بخش صاحب سوداگر چترہ والے کرتے ہیں۔ اس میں

بازار بلیماراں

ہے۔ یہ بازار تقریباً آٹھ سو قدم کا ہے جس عوامی پیمانہ بند صندوق فروش۔ عطار اور ریشم والوں اور ہنپاڑوں کی دو کائیں ہیں۔ آگے بڑھ کر تھوڑے فاصلہ پر بائیں جانب گلی سوداگراں و کٹر چکر محمد حسین خاں ہے۔ آگے وائیں جانب گلی گپتے والاں ہے یہاں پر جرمی کپتے اور ترازو کے پلڑے بتر ہیں اسی جگہ

حاجی عبد الغنی صاحب

کا مکان ہے آپ پنجابی صاحبان میں نہایت بیدار خیر خواہ قوم نامور اور مخیر شخص ہیں آپ موبد اسلام کے بھی نمبر ہیں آپ کے والد حاجی قطب الدین صاحب مرحوم نے تربیت المساجد کے چھڑانے میں نہایت کوشش کی اور اوس میں کامیاب ہوئے اور عرصہ تک اوسکے نگراں رہے چنانچہ تربیت المساجد کے دیگر بزرگانہ آگے جو علی حسام الدین حیدر ہے۔ اس میں

حکیم اسد علی خاں صاحب مضطر

کا مکان ہے آپ حکیم بزرگ علی خاں صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ خاندانی طبیب ہیں۔ تشخیص بھی نہایت خوب ہے شاعری میں بھی کمال رکھتے ہیں مضطر تخلص فرماتے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ حکیم محمود خان ہے۔ اس میں آجکل

مدرسہ نعمانیہ

ہے اسکے ہتھم اور منظم مولوی عبدالرشید صاحب خلیف مولوی عبد الحکیم صاحب مرحوم ہیں اس میں بچوں کو قرآن شریف اور دینی اور نبوی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیدیٹی سے چالیس روپیہ سالانہ کی مدد ملتی ہے اس سے آگے وائیں طرف کٹرہ بجاوڑیاں ہے اسکے متصل ہی دو کائیں جمال الدین و جمید الدین عطار اور فیض الحسن عطار کی ہیں۔ ہر دو دو کائیں بہت مشہور اور معروف ہیں۔ ہر قسم کی عمدہ دوائیں موجود رہتی ہیں۔ فیض الحسن وغیرہ عطاروں کو قریب

حکیم غلام رضا خاں صاحب

کی جو علی ہے۔ اس وقت شریف خانی خاندان میں سب سے بزرگ آپ ہی شمار ہوتے ہیں

کوچہ قابل عطار برائے باجہ فروش لوگ تھے ہیں۔ کوچہ رانان کے آگے بڑھ کر علی العفوف حلو سوہن نامی
 کی دوکان ہے یہ دوکان تقریباً دو سو برس سے قائم ہو دوسری کسی دوکان پر اس سے پہلے حلو سوہن نہیں ملتا دوڑ نہ دیکھا ہی اور
 مشہور دوکان ہے۔ اس سے آگے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر کٹرہ بنارسی اس میں یا شکر ہے یہیں کپڑے کی تجارت تھی
 اسکے محاذ میں کریم بخش نان بابائی کی دوکان ہے جو جنگلی بہاری روٹی مشہور و معروف ہے صبح کو کھانا یا دالوں کا
 تار بندار ہوتا ہے۔ نان بابائی کی دوکان سے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر گل سیدانی تھیں جانب کوچہ نیچہ بندان
 اس سے آگے تقریباً چالیس قدم کے فاصلہ پر تھیں جانب کٹرہ قطب الدین ہے یہیں کپڑے کی منڈی ہے دوکاندار یہاں
 کپڑا لیا کر بیچتے ہیں یہیں جنت فروشوں کی دوکانیں ہیں یہیں قیمت اور خوش وضع جوتے فروخت ہوتے ہیں۔

گل سیدانی سے آگے

کٹرہ نیل

ہے اس میں عموماً کھتری صاحبان متمول اور خوش حال لوگوں کے مکانات ہیں۔ شروع ہی میں
 رائے بہادر لالہ شیو پر شاہ صاحب اور نریر می مجسٹریٹ
 کا مکان ہے۔ آپ کھتری صاحبان میں سب سے مغزز اور ممتاز خاندان کے ممبر ہیں یعنی رائے بہادر لالہ
 رام کشن اس صاحب متوفی کے جانشین ہیں آپ کے اخلاق اور عادات کا ہر شخص تراج ہو آپ بہت بڑے روسا و شہر میں سے
 گئے جاتے ہیں آپ کے مکان کے محاذ میں ایک مسجد ہے اور اسکے نیچے دوکانیں واقع ہیں۔ مسجد وقف ہے۔ دوکانوں
 کا کر ایہ رائے بہادر صاحب کی لیکت ہے جو خدا جانے کیا قہقہہ ہے آگے بڑھ کر
 رائے بہادر لالہ ہر جیان سنگھ صاحب ایس پریسڈنٹ مینونپل کمیٹی انڈیا مجسٹریٹ
 کا مکان ہے آپ بھی کھتری صاحبان کے منتخب آدمیوں میں سے ہیں اور شہر کے اہل ہنر و صاحبان کے مغززین لوگوں
 میں شمار ہوتے ہیں۔ نیز اور نریر می مجسٹریٹ اور وائس پریسڈنٹ کمیٹی ہیں۔ آگے تین کانوں کے اوپر ایک

بڑوالی مسجد

واقع ہریان میں دوکانوں کا کر ایہ تقریباً چھ سو پینے یا سو اسی سو سال قبل آباد اسلام میں جاتا ہوا وہی سکی لگائی کرتی تھی
 اور جو شخص اس مسجد میں رہتا ہے چار سو پینے یا سو اسی سو سال سے اس کی خدمت کی جاتی ہے۔ آگے جا کر بھرات سنگھ دیوار
 سے ہو کر لالہ رام کشن صاحب کے دھرم سالہ کو ہوتا ہوا چھتہ جاں نثار خان جانے والی سڑک میں
 جا ملا ہے۔ یہی سڑک پر لالہ چھٹی نرائین صاحب مینونپل کمیشن
 کی کوٹھی ہے۔ آپ بھی کھتری صاحبان کے ممتاز ممبروں میں سے ہیں۔ بااخلاق خوش وضع
 با مروت شخص ہیں۔ مینونپل کمیشن بھی ہیں۔ کٹرہ نیل کے محاذ میں

مطلب وقت تھا جبکہ صاحب طرح کھیلتے تھے اتنے میں ڈولی آئی حکیم صاحب نے بغض و بے رحمی سے کہا کہ ڈولی میں ہاتھ ڈالا اور بغض کراہتا ہے فوراً ڈولی کا پردہ الٹ دیا اور فرمایا کہ قطارہ ڈولی میں ٹھیک آتی ہے اسکے علاوہ بہت سے قصور مشہور ہیں چونکہ حکیم صاحب کا مزاج بڑا ہوا تھا اکثر ایسی باتیں سرزد ہوتی تھیں کہ بعضوں کو ہنستے ہنستے کچھ دو بتا دیتے اور وہ لوگ مزاح سمجھتے اور درحقیقت وہ انکا علاج ہوتا تھا۔ غرض تمام ہندوستان میں آپکا سکہ بٹھا ہوا تھا۔ حکیم محمد خان صاحب علاوہ علمی لیاقت و ذاتی شرف کے فقیر دوست درویش نواز تھے۔ ایروں کی مطلق پر دانہ کرتے فقیروں کا دم بھرتے۔ دیوبند ضلع سہان پور میں شاہ صاحب ایک مجددی صاحب خدمت تھے حکیم صاحب ہمیشہ ولی سے دیوبند تشریف لیتے اور سیاہ پانچ گنی کئی روز تک ان کے ساتھ رہتے۔ حکیم صاحب نے عبد الرحمن صاحب بنیا جو کہ اکمل فقیر اور عظام مشائخ سے تھے جنکا بزرگ حضرت سلطان نظام الدین علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے قریب ہی موجود تھا اور انکا وظیفہ فرمایا ہوا حکیم صاحب ہمیشہ بعد مغرب وظیفہ رکھتے تھے اور کچھ بعد انکے صاحبزادہ حافظ الملک حکیم عبد الباقی صاحب مرحوم کا یہی طریق رہا غرض کہ حکیم صاحب نے محسوس کیا صاحب بنیاد آزاد متغنی المزاج تھے یہ فقیر کی صحبت ہی کا اثر تھا۔ دوا کا محض بیانہ تھا اور جو مرکیض آتا بہت جلد شفا پاتا حکیم محمد خان صاحب نے اپنے بڑے صاحبزادے

حاذق الملک حکیم عبد الحمید خان صاحب

مطلب میں بیٹھے۔ علی علی وجاہت نے زانیہ کو منخر کر لیا اس خاندان میں یہ بات بھی قابل تریف ہے کہ اگر کے لوگوں سے مطلق فیس نہیں لیتے ایمر غریب سب کا علاج برابر سٹیج تشفی اور تسلی سے کرتے ہیں۔ حکیم عبد الحمید خان صاحب نے اپنے زمانہ میں مطلب کو وہ رونق دی کہ دور دور کی تشخیص اور خلق خداداد کا ڈنکان بج گیا وہی حکیم صاحب نے اپنے آبا و اجداد کے نام کو روشن کیا چونکہ ولی لکھنؤ کے اہل کمال میں ابتدا سے چشم کجلی آتی ہے شوہر کی باہمی مناظروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں اعتقاد کے خیال سے بھی باہم تضاوت کی نسبت ہے اسلئے اکثر بعض معترضوں کے اظہار سے مقابلہ ہوتا مگر کوئی لگانہ کھاتا۔

۱۳۰۰ ہجری مطابق ۱۹۰۱ء میں آپ نے ایسے بڑے اور مفید کام کی بنیاد ڈالی جس سے تمام ہندوستان آپکا ممنون احسان ہے یعنی ۳۳ جون ۱۹۰۱ء میں مدرسہ طبیعت کی بنیاد ڈالی اور ایک سال جلسہ کیا جس میں مغزین سربراہ درہ لوگ شریک تھے۔ اس جلسہ میں مدرسہ کا افتتاح ہوا

ہنایت فاضل وقابل آدمی ہیں۔ ہنایت کی محنت بااخلاق۔ باحیثت۔ دیندار۔ علم طب میں طاق و تیز
ریاست بردواں وغیرہ میں عرصہ تک تعلق رہا مگر اب ملی ہی میں مطب فرماتے ہیں آپ کے چھوٹے بھائی

حکیم احمد سعید خان صاحب

ہنایت لائق۔ فائق۔ نوجوان۔ علم طب میں فارغ التحصیل ہیں جس مکان میں حکیم و ہسل خان صاحب پہلے
مطب کرتے تھے آپ وہاں مطب کرتے ہیں۔ آپ کی ذہانت اور جودت طبع اور توجہ و اخلاق کی وجہ سے
تھوڑے ہی عرصہ میں مطب کو ہنایت رونق ہو گئی ہے ایک دو دفعہ بیسی بیسی کر بھی معرکہ کے علاوہ
کیتے ہیں علاوہ خاندانی اعوار کے شہر کے میوزیم پبلکیشنز اور مختلف اسلامی انجمنوں کے ممبر ہیں۔

آپ تراہمہ آگیا ہے ایک یہ رستہ ہے جس سے آ رہے ہیں شرقی جانب قاسم جان کی گلی ہے اور سید پارسا
جنوب میں حکیم عبد المجید خاں صاحب کے مکان کے برابر چاؤ ڈھکی میں چلا آتا ہے اول قاسم جان کی
گلی کا حال بیان کرنا ضرور ہے مگر چونکہ مدرسہ طلبیہ واقع ہے اور اس کا تعلق خاص جناب حکیم صاحب
مرحوم سے ہوا سیتے اول حکیم صاحب کے دو لٹخانہ کا ذکر کرتے ہیں۔ حکیم غلام رضا خان صاحب کی جو ملی
سے آگے بڑھ کر باتیں ہاتھ شرقی جانب۔

حاذق الملک حکیم عبد المجید خان صاحب مرحوم کی ملی

کی جو ملی ہے آپ شریف خانی خاندان کے فرزند تھے۔ دلی کے تمام اطباء بلکہ ہندوستان کے مشاہیر حکما ریوانی میں
حکیم محمد شرف خان صاحب کا خاندان مانا ہوا معروف و مشہور ہے اور وہی حکیم شریف خاں صاحب اپنے
زمانہ میں جیتا تھے ایک فن طب ہی نہیں بلکہ دیگر علوم میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے بہت سے رسائل اور جرنل
آپ کی تصنیف میں مگر طبع نہیں ہوئے۔ شرح اسباب پر آپ کا مسوطہ حاشیہ موجود ہے عنقریب طبع ہونے کی
امید ہے۔ حکیم شریف خان صاحب کے بعد ان کے صاحبزادہ حکیم صادق بلخان صاحب نے مطب سنبھالا
اور اپنے والد مرحوم کی طرح زمانہ میں نام پیدا کیا ان کے بعد ان کے صاحبزادہ حکیم محمود خان صاحب کا مشہور ہوا
دور دور کے اطباء لوہان گئے تشخص امراض کے ساتھ قیافہ کو اتنا داخل تھا کہ دور سے مریض کی
صورت دیکھ کر اس کا مرض بتا دیتے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق نسخہ دیتے یا نسخی میں وہی
حاصل تھا کہ علاوہ امراض کے اور بہت سی باتیں بتا دیتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب
نے محض امتحان کے لئے ایک رتھی کو ٹھولی میں بٹھا کر کہاں ساتھ کر حکیم صاحب کے مطب میں لایا

علاج کے لئے آتے ہیں گویا آپکا دیوانخانہ مریضوں غریبوں اور ہر قسم کے اہل حاجات کا لجا بنا ہوا ہے
خدا سے تعالیٰ ایسے کرم خاندان کو ابد الابد تک قائم رکھے۔

حکیم صاحب کے دیوانخانہ کے مقابل دوکانوں کے اوپر نہایت خوبصورت مسجد پر حکیم صاحب مرحوم کی سعی سے
ابھی نہایت رونق ہو گئی ہے اب پہلے قائم جان کی گلی میں چلے اسکے بعد حکیم صاحب کے مکان
سے جاوڑی میں آجائیں گے۔

گلی قاسم جان

میں بڑے بڑے شریف لوگ آباد ہیں گلی میں گھسکر دائیں طرف مدرسہ عنایت اللہ خاں اس سے آگے

غلام بنی خاں صاحب

کامکان پر آپ خاندانی نہیں ہیں۔ لائق۔ فائق با وضع شخص ہیں نواب محمد سعید خاں صاحب سے قربت
رکھتے ہیں انکے مکان سے آگے بائیں جانب

نواب محمد سعید خاں صاحب طالب

کی جو ملی ہو نواب صاحب موصوف نواب محمود ضیاء الدین صاحب بہادر مرحوم کے صاحبزادہ رؤسا و لوہارو میں سے
ہیں نہایت ذہین۔ ذکی۔ ذمی علم۔ خوش طبع۔ خوش مزاج۔ موزون طبع۔ بلند خیال شخص ہیں۔
مرزا غالب مرحوم سے تلمذ رکھتے ہیں۔ طالب تخلص کرتے ہیں۔ نہایت پاکیزہ کلام ہے۔ ہانپنو
روپیہ ہاہوار باست سے وظیفہ پاتے ہیں۔ آپ کے مکان سے آگے۔

نواب شجاع الدین خاں صاحب تالپان

کامکان پر نواب صاحب موصوف نواب شہاب الدین خاں صاحب مرحوم کے خلیفہ اکبر اور نواب ضیاء الدین صاحب
مرحوم نیرگان میں سے ہیں۔ نہایت خوش خصال شیرین مقال۔ خوش طبع۔ خلیق آدمی ہیں فن شعر
میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں تالپان تخلص کرتے ہیں۔ چار دیوان ضخیم النوع سخن پر سخن آپکی اوکا
موجود ہیں۔ طبیعت آپکی بدرجہ غایت حاضر ہے حتی کہ روزانہ تقریباً چالیس ساٹھ شعرا و فن شعرا سے کہہ لیتے
ہیں اور اس فن میں نواب حسین علیخان مرحوم شاداں تخلص اور آواز اور فصیح الملک دلغ و ہلوی تو تلمذ ہے۔

اور بعد ازاں روز افزوں ترقی ہوئی شروع ہوئی گو مدرسیں کئی مدرس لائق رکھی گئے مگر قانون شیخ حکیم صاحب
خود پڑھاتے تھے باوجود مریضوں کی کثرت اور ضروری کاروبار کے طلبا کا سبق ناغہ نہ کرتے ہمیشہ اپنے معمول
پر سبق پڑھاتے مسائل طبیبیہ اور جزوری کا رآمد قانون کے مضامین بر زبان یاد تھے پڑھاتے وقت
عجیب عجیب نکات بیان کرتے۔ خوبصورتی خوب سیرتی۔ خوش بیانی۔ خوش اخلاقی بہت ہی صفتوں سے
موصوف تھے بڑے حید طلبا فارغ التحصیل آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتے اور نہایت خوش ہو کر
جاتے اکثر لوگوں نے آپ کی تقریریں سنی ہیں وہی عجیب غریب باتیں بیان فرماتی ہیں حکیم صاحب کے
حلقہ درس میں بیٹھ کر بلابالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بوعلی سینا بھی بیان کرتا تو اتنا ہی کرتا۔ انہیں کھفتوں
کی وجہ سے آپ نے بہت بڑا اعزاز پیدا کیا سرکار دولتہ دارا انگریزی سے طوق الملک کا خطاب عطا ہوا
مگر فوس ۲۳ صبح الاول ۱۱۱۱ ہجری بروز پنجشنبہ فجر کے وقت انتقال فرمائے۔ آپ کے جانشین

حکیم واصل خاں صاحب رئیس دہلی

ہیں جو حکیم محمد خان صاحب کے بھٹے صاحبزادہ اور حاذق الملک مرحوم سے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کی نہایت
حذاقت محتاج بیان نہیں اپنے بہائے صاحب کے قدم بقدم ہیں گویا آپ میں اور حکیم صاحب مرحوم میں
سربرس تفاوت نہیں بلکہ اخلاق کے لحاظ سے کئی درجہ بڑھے ہوئے ہیں چونکہ آپ اپنے والد بزرگوار ہی
کے زمانہ سے مطب کرتے ہیں اور آپ کے والد کو آپ سے خاص نسبت تھی اسلئے آپ کو خاص نسبت
اپنے بڑے بہائے صاحب کے انتقال کے بعد خاندانی مطب کی مسند پر آپ ہی متمکن ہیں اسی طرح سسر کی اول
جماعت کو قانون غیرہ کا درس دیتے ہیں غرض جملہ امور احسن الوجہ انجام دیتے ہیں۔ کیونکہ
اس خانہ تمام آفتاب است * آپ کے دوسرے بھائی

مولوی حکیم حافظ اجمل صاحب

ہیں۔ جنگی علمی قابلیت اور مجالس کی حالت اور تالیف اور خلاق روشن خیالی۔ سیدگی طبع نہ شرم بلکہ تمام ملک کے
تسلیم ہے اور آپ کے متعلق یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ یہ شخص شرف خاندان ہوا ہر فن طبع کے ساتھ منطق و ادب میں
بھی یدِ کلوئی رکھتے ہیں۔ اردو۔ فارسی۔ عربی زبان میں اشعار لکھتے ہیں حقیقت میں ایسی جامع قابلیت کا
آدمی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے اخلاق آپ کے اوضاع و اطوار نہایت ہی تعریف کے قابل ہیں
بحیثیت طبیب باشی حضور نواب صاحب بہادر امپور آپ کا رامپور میں قیام رہتا ہے دور دور سے لوگ

تفسیر حقانی - نامی شرح حسامی وغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ مناظرہ سے خاص طور پر
 مناسبت ہو تجرید و نوں توفیق کے قابل ہیں سابق میں مدت تک مدرسہ فقہوری کے صدر مدرس رہے
 آپ مکان پر رہتے ہیں مسئلہ کے طور پر دو چار سبق بھی پڑھاتے رہتے ہیں حیدرآباد سے معمولاً ظیفہ پاتا
 ہیں تمام شہر اور بیرونجات کے مغزین آپکا اعزاز کرتے ہیں۔ نہایت لائق فائق نے کلمہ شخص
 ہیں آگے بڑھ کر دہلی طرف کوٹھی نواب لوہارو اسکے محاذ میں کوچہ راہمان و جوگی وارہ
 واقع ہیں ہی کوچہ میں میر معظّم صاحب کا مطبع فاروقی ہے اس میں اکثر دینیات کی کتابیں
 طبع ہوتی ہیں۔ میر صاحب توصیف نہایت شریف ینک بخت سنگ المراج آدمی ہیں۔ اس سے آگے
 بائیں جانب گلی بوجران ہے اس سے آگے بارہ وری کو رہتہ چلا جاتا ہے اس میں قاضی ابوالخیر
 خلف قاضی محمد میر صاحب خشتی نظامی کامکان ہے۔ آپ نہایت جوان صالح ہیں اس سے آگے
 بھاٹک رشید خان ہے یہ رہتہ نئی سڑک کو کاٹتا ہوا ایوانہ میں جا ملتا ہے اس سے آگے
 خویلی شیر افگن خاں ہے اس میں مطبع نظامی ہے اس سے آگے دائیں جانب گلی رہے
 باور شیوہا ہے بل پھر بائیں جانب کٹرہ گردھر محل۔ دائیں جانب لوہا شخارہ و لوہان
 اسکے محاذ میں گلی بڑوالی بھردین جانب گلی میران والی آگے بلدین ٹرٹ کٹرہ بلاتل
 اس سے آگے گلی دلکشہ راے خزانچی اس کے مقابلہ میں جانب گلی پاسیاں۔ آگے
 یہ رہتہ حوض والوں میں ہو کر لونیوں کے بازار سے نکل کر چاڑھی میں جا ملتا ہے اور دایں طرف
 گلی چکر پتیا میں ہو کر چاڑھی میں آتا ہے با محلہ دتاں سے نکل کر قاضی کے حوض پر آ جاتا ہے
 بابو گدار ناتھ صاحب وکیل بھی اسی طرف رہتے ہیں۔

آب پھر جائنڈی چوک میں چلیے داہنی جانب نیشنل کٹرہ ہے بائیں طرف بازار بلباراں واقع ہے
 فقہوری کی طرف جاتے ہیں اس موضع پر آگے نکل کر کوچہ مزاج ناٹھ ہے اس میں راسے بہادر
 لالہ ہر دیان سنگ صاحب دائیں پریسڈنٹ کمیٹی کی کوچھی ہے آگے داہنی جانب کٹرہ روٹوڑی
 پھر بائیں جانب ینک بنگال ہے شہر میں بھونیک بہت نامی ہیں۔

سرکاری لین دین ہی اسی سے ہوتا ہے اس سے آگے بائیں جانب نیشنل بینک ہے و دایں جانب
 کوچہ گھاسی رام ہے اس میں عموماً کھتری صاحبان رہتے ہیں۔ اسی میں بھروں کا مندر ہے
 لالہ شمشیر ناتھ صاحب میونسپل کشر بھی ہیں رہتے ہیں۔ آگے بائیں جانب عیولی حیدر علی
 ہے اس میں لاکھن لال و کٹور علی صاحبان ٹھیکہ دار سرکاری رہتے ہیں۔ سامنے

یاست لوہارو سے معقول وظیفہ پاتے ہیں۔ آپ کے حقیقی چھوٹے بھائی

نواب سراج الدین خان صاحب سائل

آپ نواب شہاب الدین خان مرحوم کے بچھلے صاحبزادے ہیں۔ صاحب لیاقت و ذہانت تیس زائد ہیں فارسی زبان میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ آردو۔ فارسی دونوں زبانوں میں مرزا عالم گم کی ہلز پر تحریر فرماتے ہیں۔ آس سے آگے باتیں جانب جوہلی کالے صاحب ہو۔ اس میں متفرق لوگ کہتے ہیں اس کے دائیں جانب خان بہادر ڈوہڑی ہادی حسین خاں صاحب کی جوہلی ہو۔ آگے بڑھ کر دایہنی طرف

مدرسہ طیبہ

واقعہ یہ کہ ۲۵ شوال ۱۳۰۳ ہجری مطابق ۲۳ جون ۱۸۸۹ء سے جاری ہو اسکے بانی حکیم عبد المجید صاحب مرحوم ہیں اس میں دو لائق ڈاکٹر اور تین مدرس تعلیم دیتے ہیں۔ یونانی ڈاکٹری دونوں پڑھائی جاتی ہیں۔ جماعت اول کو حکیم صاحب مرحوم خود پڑھاتے تھے اب انہی جگہ آگے بھائی حکیم واصل خان صاحب پڑھاتے ہیں اور حکیم صاحب مرحوم کی جگہ آپ ہی سکرٹری ہیں۔ کس مدرسہ کا خرچ تقریباً ۲۷۵ روپیہ ماہوار ہے۔ سو روپیہ کی کمیٹی سے امداد ملتی ہے۔ طلباء وظیفہ بھی ملتا ہے۔ ابتداء سے مدرسہ آج تک چوراسی طالب علم تکمیل کی سند پا چکے ہیں۔ اور مختلف مواقع میں مطب کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس چشمہ فیض کو قائم رکھے۔ اس سے آگے

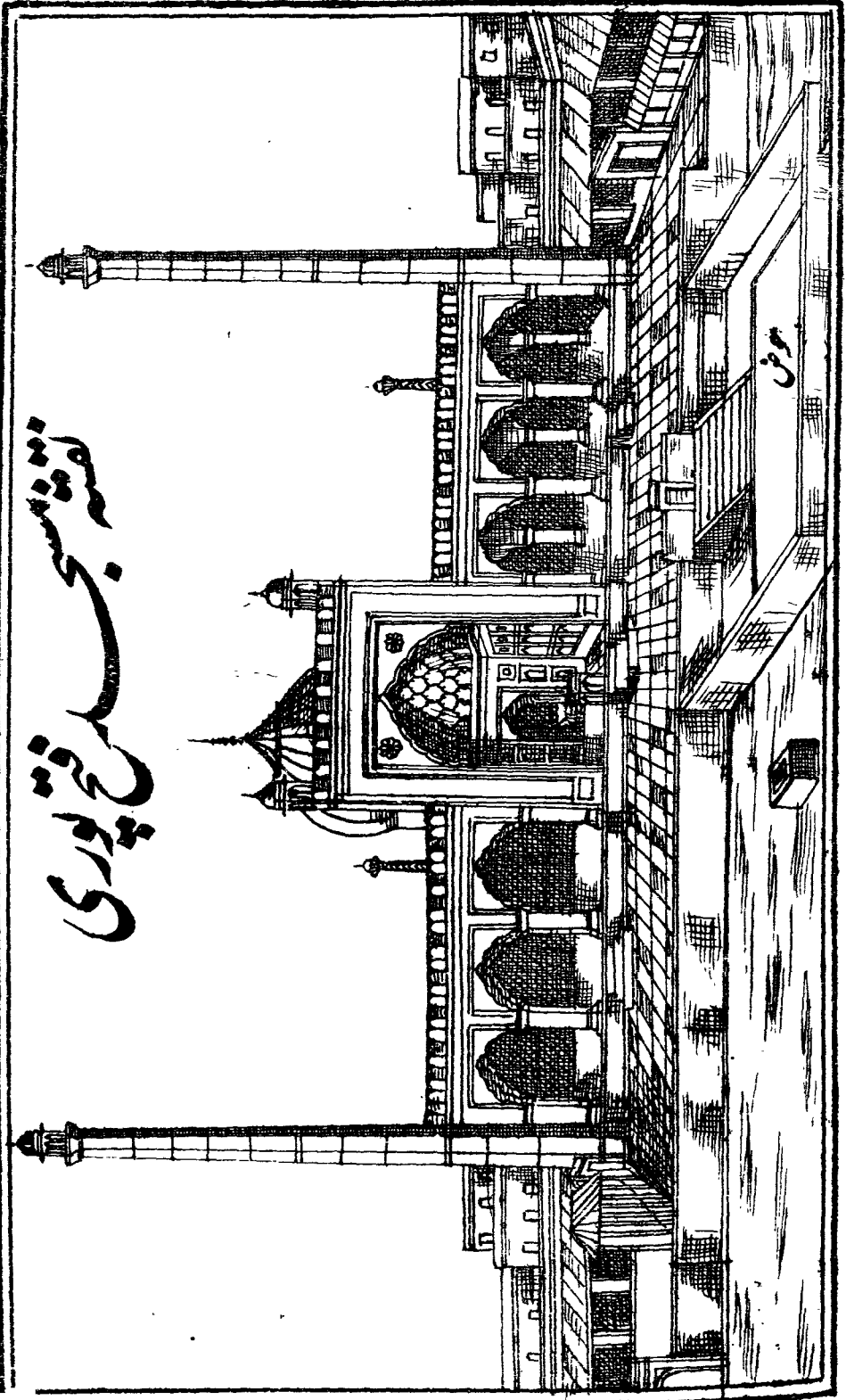
نواب بدھن صاحب

کی جوہلی ہی آپ نہایت لائق خالق خاندانی شخص ہیں روساے لوہارو سے قریبی قربت رکھتے ہیں نہایت خلیق منکر المزاج فقیر دم اور فقیر دست آدمی ہیں۔ آپ یہ رہتے آگے بڑھ کر لال گونیش کے بازار میں جا ملا ہے۔ قائم جان کی گلی ختم ہو گئی۔ اب حکیم صاحب کے مکان سے چاؤڑی کی طرف چلیے۔ دائیں جانب کٹرہ عالم بیگم سے آگے

مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب تفسیر حقانی

کا مکان بڑا آپ نہایت ذی وجاہت اشخاص میں شمار ہوتے ہیں معقول معقول میں کالی سٹیکا کہتے ہیں

تعمیر مسجد چوہدری



چوہدری

مسجد فتح پوری

نظر آتی ہے۔ یہ مسجد اس بازار کے ختم پر واقع ہے۔ نہایت عمدہ۔ خوبصورت۔ سنگین سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کی بنی ہے تمام صحن اور دونوں والاؤن کا فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔

اس مسجد کا طول ۵۴ گز اور عرض بائیس گز ہے کنبہ کے دونوں طرف تین تین در کے ایوان ایوان میں کرسی اور اجارہ میں بہت کاری ہوئی ہے۔ دونوں کونوں پر بیسین بیسین گز کے دو منارے ہیں جو نہایت خوشنما ہے۔ صحن کے آگے سولہ گز سے چوڑھ گز کا حوض ہے۔ اس میں چاندنی چوک کی نہر سے پانی آتا تھا اب چار پانچ سال سے بند ہو گیا ہے۔ مسجد کے دائیں بائیں دالان اور طابعلوں کے رہنے کے حجرے بنے ہیں نقطہ سے اسکی خوبی ملاحظہ فرمائیے۔

یہ مسجد نواب فتح پوری محل یکم صاحبہ زور شاہ بھان بادشاہ نے بڑائی ہے اسکے متعلق بہت مٹی کانیں ہیں غر کے زمانہ میں یہ دو کانیں ضبط ہو گئی تھیں اور پھر ۱۹۰۰ء کو روپیہ کو نیلام ہوتیں لالہ جہانل صاحب نے خریدیں اسکے بعد ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء میں انجن رائدین صلح کل اسلامیہ دہلی کی طرف سے جس میں خواجہ علی احمد احراری وغیرہ شریک تھے واکذاشت جادا و وقفی اور عدم نفاذ نیلام کی درخواست دی گئی چنانچہ اس درخواست پر سرکار دولتمدار نے کامل توجہ اور پورا خیال فرما کر اس جادا کو لالہ جہانل صاحب سے بجاب ۵۰ سینکڑہ سود ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کو خرید لیا اور اسکی عوض میں ایک گاؤں علاقہ بول میں دینا جا مالالہ صاحب اسکے لینے سے انکار کیا سرکار نے ۱۹۰۴ء میں اس جادا کو تحصیل کے قبضہ میں دیدیا۔ گریہ کی آمدنی وغیرہ جمع ہوتی رہی پھر اس گاؤں کو اپنے طور پر ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کو نیلام کر دیا اور ۱۹۰۵ء ہجری میں ایک لاکھ دس ہزار روپیہ صل و باقی سود وغیرہ لالہ صاحب کو دیکر باقی ایک ہزار پانسو روپیہ اور مسجد کی کل جادا دس مہروں کی نگرانی میں دیدی اسوقت سی برابروں میں چلے آئے ہیں اس موقع پر سرکار دولتمدار کی دریا دلی اور عسرت نوازی تحسین کے قابل ہے۔ اسوقت اسکے محترم پسر

- ۱۔ شہزادہ فریادشاہ صاحب او زیری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر دہلی۔
- ۲۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خاں صاحب سب رجسٹرار و او زیری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر
- ۳۔ خان بہادر ڈپٹی محمد امجد بخش صاحب و ایس پریسڈنٹ و او زیری مجسٹریٹ
- ۴۔ خاں صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب او زیری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر
- ۵۔ منشی محمد کرم اللہ خان صاحب رئیس دہلی۔

اور نگر جاری تھا۔ بعد وفات پھر بھی اپنے پیر کی قبر کے برابر دفن ہوئے ماتی اور نزارا کے مریدوں اور عقیدتمندوں کے ہزدونوں حضرات کا عرس سبج الاول کی آٹھویں شب اور نویں دن کو ہوتا ہے پچیس روپیہ سالانہ بابت مصارف عرس اور دو روپیہ ماہوار بابت جاروب کشتی وغیرہ مزارات محمد عمر نقیب کو آمدنی مسجد فچتوری سے ملتے ہیں۔
 مسجد فچتوری کے شمالی دروازہ کے سامنے کا

بازار کھاری باولی

کہلاتا ہے۔ یہ بازار تقریباً ۵۶۰ قدم کے طول میں واقع ہے اس نواح اور گلی کی بڑی بجاری منڈی ہے جس میں ہزاروں کی بڑی بڑی دوکانیں ہیں۔ اسکے آگے بڑھ کر دائیں جانب محلہ ہرید پارچہ ہے۔ اس گلی کی منڈی ہی اس سے آگے گلی کھاری باولی مشہور ہے۔ بیشتر اجک سات منزل کی باولی تھی ۹۵۰ ہجری میں شہزادہ اور اسکے بیٹے سلیم شاہ کے عہد میں بنی تھی اب دوکانیں لگنی ہیں باولی کا نشان تک نہیں رہا اسکے نام سے بازار موسوم ہو گیا ہے۔
 اس سے آگے دائیں جانب کٹرہ حسین بخش ہے۔ اسکے محاذ میں گلی تباشہ واقع ہے اس میں کھانڈ اور یوٹری ٹالے۔ تباشہ والے اور آچار اور ربے والے بیٹھتے ہیں۔ اسی گلی میں

خان بہادر شمس العلماء مولوی ڈپٹی نذیر احمد

صاحب - ایل - ایل - ڈی

کا مکان پڑپور ساء شہر دہلی میں سے ہیں۔ اصل وطن ضلع بجنور ہے۔ بچپن سے تحصیل علم کا شوق تھا۔ قرآن اور فارسی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر مولوی نصر اللہ خاں مرحوم سے جو اس زمانہ میں بجنور کے ڈپٹی کلکٹر تھے علم نحو میں شرح ملا جانی تک اور منطق میں میر تقی میر تک اور فلسفہ میں میڈی تک کتابیں پڑھیں اسکے بعد کلکتہ میں دہلی پنجابی کٹرہ کی اگری مسجد میں (جو غدر کے بعد ٹوٹ جھوٹ گئی) آکر طلباء کے زمرہ میں شامل ہوئے۔ اسکے بعد کوشش اور سعی کر کے دہلی کالج عربی کی دوسری جماعت میں داخل ہوئے اور عرصہ تک بقیہ تکمیل علم میں مشغول رہے۔ کالج علوم کے بعد بڑے بڑے عہدوں پر ترقی پائی اور عرصہ تک کلکتہ میں دہلی وغیرہ پر مامور رہے۔ اسکے بعد حیدرآباد میں ایک منصب قبول پر مقرر ہوئے۔ پشور ہونے کے بعد دہلی آکر تعلیم و تدریس میں تا این دم مصروف ہیں۔ ان کی تصنیفات متعدد کتب سے ہیں۔

۷۱۔ نواب فیض احمد خاں صاحب رئیس دہلی۔

۷۲۔ خان بہادر مولوی محمد الذاہر الحق صاحب رئیس دہلی۔

۷۳۔ مولوی حافظ حکیم اجمل خان صاحب۔

۷۴۔ حکیم لطیف حسین خان صاحب۔

۷۵۔ حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی۔

اس مسجد میں مدرسہ عربی قائم ہے۔ یہیں چار مدرسہ عربی ایک مدرسہ فارسی ایک مدرسہ قرآن کُل چھ مدرسہ ملازم ہیں مسجد کے کُل آمدنی ملاشتہ روپیہ ماہانہ ہے انہیں سے تین روپیہ مسجد میں خرچ ہوتے ہیں اور دو سو پچاس روپیہ مدرسہ کے صرف میں آتے ہیں باقی روپیہ حج رہتا ہے اور وقتاً وقتاً صاحبِ ضرورہ مسجد کے کام میں آتا ہے تمام مجبور و بابت دارا بابت دار بے غرض محض خدا کی واسطے سعی کرنا ہے اپنی ضروریات پر مسجد اور مدرسہ کی ضرورتوں کو ترجیح دینے والے ہی خواہِ خلائق ہیں مگر میرے نزدیک ایک ایسے عالم کے جہتم ہونے کی ضرورت ہے جو دینی تعلیم کا دلدادہ زمانہ کی ضرورتوں پر نظر رکھنے والا۔

تعلیمی نصاب کی فوری اصلاح کرنے والا ہو۔

محض مسجد سے ذرا بچا ہو ایک احاطہ میں

حضرت میراں شاہ نالوں رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے آپ حضرت شیخ حکیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمہ کے ہم عصر ہیں۔ آپ کا وطن تھانیسر ہے۔ اور سلسلہ نسب کنویں و ہٹوں کے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمہ سے جا ملتا ہے۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات حاصل کر کے شاہ جہاں آباد میں وارد ہوئے اور جریم مسجد مخموری میں ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی رفتہ رفتہ آپ کی کرامات اور فیوضات باطنی کا بہا تک شہرہ ہوا کہ چھوٹے بڑے سب آپ کی خدمت میں عیقتہ حاضر ہو کر فیضیاب ہونے لگے۔ بہت عرصہ تک برابر فیض جاری رہا آخر تقریباً اسی برس کی عمر میں وصال ہوا۔ اسی احاطہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کو بعد آپ کے خلیفہ

شاہ جلال علیہ الرحمہ

نے آپ کے حجرہ میں مسند خلافت پر بیٹھ کر تمام عمر یاد الہی میں بسر کی اور تا انتقال اہل دنیا کی طرف التعات نکلی۔ باوجود توکل کے تمام کے وقت ساکین و فقرا کو آپ کی طرف سے کھانا تقسیم ہوتا تھا

۱۹۰۲ء پیر کے دن مغرب عشا کے درمیان ایک سو دو برس کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کے جنازہ کیساتھ بہت بڑا ہجوم تھا۔ شیدی پور میں اپنے فرزند مولوی شریف حسین صاحب مرحوم کے سر ہانے و دفون ہونے آپ کے صاحبزادہ مولوی شریف حسین صاحب مرحوم تو آپ کے سامنے ہی تشریف لے گئے اور جہاں میں رحلت فرماتے تھے اس وقت آپ کے پوتے مولوی عبدالسلام صاحب مسجد کی امامت کرتے ہیں اور دستور طلبہ کو پڑھاتے ہیں۔ اپنے ۱۷ صاحبزادوں کے عدم بھوم ہیں جلدی خدمت اور درس تدریس کی پوری قابلیت رکھتے ہیں۔ مولانا مرحوم کے خویش

مولوی میر شاہ جہاں صاحب

کا مکان بھی نہیں ہے آپ نہایت لائق فائق شخص ہیں فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں مطب بھی کرتے ہیں۔ فن شعر میں کمال رکھتے ہیں۔ مولوی سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد کبڑے صاحبزادہ سید محمود مرحوم کی شادی آپ ہی کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ اسی محلہ میں

مولوی حفیظ اللہ صاحب

کا مکان ہے آپ بہت بڑے لائق فائق شخص ہیں پڑنے لوگوں کے یادگار ہیں۔ پیر کے دن مسجد نہر سعادت خان میں وعظ فرماتے ہیں۔ صرف مسایل بیان کرتے ہیں۔ اسی محلہ میں

حاجی عبدالرزاق صاحب

سوداگر کلکتہ کا مکان ہے آپ پنجابی صاحبان کے اعلیٰ طبقے میں شمار ہوتے ہیں آپ کی بہت بڑی کوٹھی کا تجارتی کاروبار کلکتہ میں ہے ایک جہاز بھی آپکا چلتا ہے۔ نہایت خلیق۔ باحوصلہ۔ مخیر۔ منکر المزاج آدمی ہیں۔ دینی کاموں سے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں اور خوشی سے شریک ہوتے ہیں۔ اسی محلہ کی دوسری گلی میں

حاجی عمر حیات صاحب

کا مکان ہے۔ آپ بھی پنجابی صاحبان میں مغز اور دیندار شخصوں میں تصور کئے جاتے ہیں بہت بڑے نیک صالح بابرکت مخیر شخص ہیں۔ اکثر بزرگان دین کے عرسوں میں اپنی طرف سے حافظ امین الدین صاحب ڈیرے خیل والکے ذریعے روٹی تقسیم کرتے ہیں۔ بزرگان دین کی آستانوں کی خدمت کو اپنے لیے نجات کا باعث جانتے ہیں۔

تعلیم نسواں میں مرآت العروس - بنات العرش - تلوۃ النصح - منتخب الحکایات اور علم صرف میں التعلیم کے المصنف اور نطنجی میں متبادی حکمت اور ناول میں آبن الوقت اور محسنات اور رویا سے صادق اور مجموعہ لکچر وغیر مشہور و معروف کتابیں ہیں۔ اب حال میں آپ نے کلام اللہ شریف کا ترجمہ بامحاورہ سلیس اردو زبان میں تین سال کے محنت اور عرق ریزی سے درست کر کے طبع کرایا ہے اور کئی دفعہ طبع ہو چکا ہے۔ نہایت نفیس ترجمہ ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ مقدود آیات کے ترجمہ میں علمائے محققین کو کلام ہے جسے وَمَا ذَمَّيْتُمْ اِذْ رَمَيْتُمْ لَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی - ڈپٹی صاحب اس موقع پر رمی کا ترجمہ تیر بھینکنا کرتے ہیں اسی قسم کے اور چند موقع ہیں جو ابھی تک فروگزاشت ہو رہے ہیں مگر ڈپٹی صاحب کی منصف مزاجی سے بلکہ کامل مید ہے کہ ذرا توجہ فرما کر اس خوششہ کو درج کر دینگے اور اپنے ترجمہ کو عام مقبولیت کا زیور پہنائیں گے غرض ڈپٹی صاحب اپنی ذاتی قابلیت اور علمی لیاقت میں یگانہ روزگار ہیں خصوصاً فن ادب میں اچھا دخل رکھتے ہیں۔ گلی تباشہ سے آگے بڑھ کر دائیں جانب

پھاٹک حبش خاں

واقع ہے۔ اس میں اکثر زکوب اور بڑے سوداگروں کی دوکانیں اور عموماً پنجابی صاحبان کے مکانات ہیں اور اکثر اہل حدیث صاحبان رہتے ہیں اس پھاٹک میں کئی گلیاں تختب کی مسجد وغیرہ واقع ہیں ایک گلی میں۔

جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمہ

کا مکان جو آپ کا نام نامی آفتاب کی طرح مشہور ہے۔ مولانا صاحب موضوع طبع گدھ صلح میگر کے خاندان سادات سے آئے۔ آپ کے بزرگ شہنشاہ اورنگ زیب کے وقت میں عہدہ قضا براموٹھے ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ نے باقاعدہ تعلیم کس سے پائی ۱۳۲۶ء ہجری میں جو وقت مولانا شاہ سید احمد صاحب بریلوی اور شاہ اسماعیل صاحب شہید دہلوی پٹنہ میں پہنچے تو آپ پٹنہ میں موجود تھے ۱۸ برس کی عمر تھی دونوں حضرات سے شرف نیاز حاصل کیا پھر الہ آباد میں چلے آئے پھر مینے وہاں قیام کر کے دہلی میں تشریف لائے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ کا زمانہ تھا عرصہ تک شاہ صاحب کی محبت سے فائدہ اٹھایا اور حدیث شریف کی سند حاصل کی بنیاد پر اس کی مسجد میں مقیم ہو تا مگر حال اللہ تعالیٰ الرسول میں گزار دی۔ ہزاروں فارغ طالب علموں کو حدیث شریف کی سند عطا فرمائی تقریباً ساٹھ برس حدیث شریف کا درس دیا اب ۱۰ رجب ۱۳۲۶ء ہجری مطابق ۱۳ نومبر

۱۳۰۰ء ہجری میں حرمین شریفین میں حاضر ہوئے چھ مہینے میں مقیم رہے جناب حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے رخصت کے وقت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ اور چار خالواذہ کی سند عطا فرمائی حج سے واپس آکر چند روز تک پھر درس تدریس کا سلسلہ جاری کہا اسکے بعد درس سے بالکل قطع تعلق کر سدا شاد پڑھنے پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہو کر صبح کی نماز کے بعد شہنوی شریف کا درس دیتے ہیں اور آٹھویں دن جمعہ کو مدرسہ حسین بخش میں وعظ فرماتے ہیں

اسی باغیچی میں

شیخ نور الہی صاحب مینو نسل کشنر

کا مکان ہو آپ بھی پنجابی صاحبان میں نہایت مشہور اور ممتاز آدمی ہیں مینو نسل کشنر ہیں مینو نسل کشنر کے کار بار نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ آپ کا ایک انگریزی دوا خانہ بھی ہے۔ شعر و سخن کا بھی شوق ہے۔ اکثر مفید نظمیں لکھتے رہتے ہیں پورا نام تخلص فرماتے ہیں۔

اسکے قریب

حاجی محمد اسحاق صاحب دوا گھر صدارت بازار

کا مکان ہو آپ پنجابی سوداگر صاحبان میں نہایت مشہور اور بہت بڑی شفقتی برہنہ نگار و نیکار و نیکو آدمی ہیں صداما سجد شہر اور بیرونجات کی تعمیر اور مرمت آپ کی بہت سے ہوتی ہے۔ دینی کاموں سے آپ کو خاص دلچسپی ہو گی یادتی کے حاتم ہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تہانوی ثم المسلمی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل ہے اکثر ذکر تشنل کرتے رہتے ہیں۔ جامع مسجد اور مسجد فتح پوری کے ممبر ہیں۔

اسی محلہ میں

حاجی احمد جان صاحب چھتریوں والہ

کا چھتریوں کا کارخانہ ہے۔ ہر قسم کی چھتریاں تیار ہوتی ہیں آپ بھی نہایت باہمت مختیر شخص ہیں۔

عقب جامع مسجد

کا نظارہ بھی تعریف کے قابل ہے۔ دیواروں کی اونچائی بڑوں کی گولائی قطار قطار برجیوں کی خوشناتی۔ پیاروں کی لمبائی عجیب عالم دکھائی ہے۔ نیچے مسجد کے ملوک موقوفہ دکائیں ہیں۔ انہیں ناچ کی منڈی ہے۔ شمالی گوشہ کے متصل ایک مزار ہے۔ دھڑ کا نشان الگ ہے۔ سر بالکل جدا ہے بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ صوفی سر کا پیڑ ہے اور دو سر شرفی دروازہ کے سامنے لوگوں کا مصنیعی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس خاں کے بھانجے آگے وائیں جانب کٹرہ تمباکو اس سے آگے وائیں جانب کوڑھ جلا اسکے محاذیں نیا بانس۔ آگے بڑھ کر کٹرہ دیا شکر اور کٹرہ ہنسی دھرواقع ہیں۔ یہ سائن لاہور ہندو واڑہ تھا جو ٹوٹ بھوٹ کر برابر ہو گیا فیصل کی دیوار میں موجود ہیں اس سے آگے گلارک کینج یہ بیچ گلارک صاحب پوچی عمر کو سن رہی کہ پتھر سے کیا ہندو سلائے گا۔ کہ کینج کہلا گیا ہے اس سے آگے یل اور ہنر کا نیل اور ترکرو وائیں طرف تیلی واڑہ کو سڑک جاتی ہے اس محلہ میں بھی چھوٹا سا بازار ہے سر بازار مسجد میں مولانا عبد الکریم صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ باہر کے رہنے والے ہیں مدت سے ہی جگہ قیام پذیر ہیں نہایت متبرک شخص متوکل شخص ہیں۔ تمام علوم سے بخوبی واقف ہیں ہر فن نہایت خوبی سے پڑھتے ہیں علم حدیث بہت اچھا جانتے ہیں مولانا رشید احمد صاحب کنگوی سلامہ تعالیٰ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نہایت منکر المزاج تنگ طینت آدمی ہیں عموماً پنجابی صاحبان آپکی بہت کچھ عنایت اور خدمت کرتے ہیں۔ بائیں طرف عید گاہ اور لب ہنر خواجہ باقی باللہ کو رہتہ جاتا ہے اور یہ سیدھا بازار

صدر بازار

کہلاتا ہے اس میں بڑے بڑے پنجابی سوداگروں کی دوکانیں ہیں ولایتی سامان اور ہر قسم کا بساط خانہ واڑہ موجود ہے ہاں ہی جگہ حاجی محمد اسحاق صاحب اسحاق صاحب وغیرہ سوداگروں کی دوکانیں ہیں

ہندو واڑہ کا باڑہ

آج کل ہر دن ہاتھ لگی جاتی ہے ہندو جا کر چوک قائم ہو چکا ہے جی کی باپنجھی کہلاتی ہے اس میں

مولانا مولوی محمد کریمت خاں صاحب غلط

کا مکان ہے معتول منقول میں کامل ہندو رکھتے ہیں۔ ۱۳ برس کی عمر میں قرآن حافظ ہوئے ہیں ۱۳ برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت پائی۔ مولانا محمد قاسم صاحب نائٹووی اور مولانا محمد یعقوب صاحب علیہ الرحمہ مدرس اول مدرسہ دیوبند سے حدیث شریف کی سند حاصل کی ریاضی وغیرہ مولانا سید صاحب مرحوم دہلوی مدرس اول مدرسہ دیوبند اور مولوی سدید الدین صاحب دہلوی سے اور معتول کی کتابیں مولانا عبد العلی صاحب رامپوری اور مولانا محمد حسن صاحب پنہلی سے تحصیل کیں اسکے بعد مدرسہ حسین بخش میں پانچ برس تک ہر قسم کی کتابیں پڑھائیں بعدہ درویشی کا مشوق پیدا ہوا مدرسہ کا تعلق قطع کر سٹنٹ سٹیجری میں عرب تشریف لگئے دیگر مقامات کی زیارت سے مشغول ہوئے۔

پیر۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کے انتقال کے بعد مولانا سید احمد صاحب مدرس اول ہوئے

شیخ سبحان بخش صاحب اونیری محسٹری

کامکان پر شیخ صاحب موصوف حافظ عبدلکریم صاحب بالقاب نہیں میرٹھ کے خوش ہیں شہر میں اونیری محسٹری کے عہد پر ممتاز ہیں نہایت خلیق ملنسار آدمی ہیں عرصہ سے دلی ہی میں زیادہ قیام رہتا ہے۔ ایک مکان کے متصل ہی شیخ مدرسہ مینوسپل لٹوڑ ہے۔ ایسے پانچویں جماعت تک تعلیم ہوتی ہے اسکا تعلق بھی شیر پور کے پیرسی ہے آگے بڑھ کر چھتہ شاہ جی مشہور ہے۔ ایسے تمام گرم و سرد عبدالرزاق کا ہے۔ یہ سستا سید ابھجور کی مسجد ہوتا ہے میں دائیں بائیں چھوٹی چھوٹی گلیاں چھوڑنا کناری بازار میں جا نکلتا ہے۔ اسکے محاذ میں بائیں جانب کوچہ میر عاشق ہے۔ اس میں شیخ محمد امین صاحب اور قاضی زکریا صاحب مرحوم اور حافظ نور الدین صاحب اور شیخ جمال الحق وغیرہ شرفاء لوگوں کے مکانات ہیں۔ اسکے آگے دائیں جانب حلوئی کی دوکان کے متصل نانی واڑہ ہے آگے چل کر اسی جگہ

شاہ بولا کا بڑھ

مشہور ہے شاہی وقت میں بجا بڑھ کا بہت بڑا درخت تھا اور شاہ بولا ایک فقیر یہاں بستے تھے چنانچہ بھی وہی جگہ ہی گو آپ وہ درخت جاتا رہا اسکی جگہ نیم موجود ہے مگر نام وہی چلا آتا ہے اور اس موقع پر شاہ بولا کا بڑھ کہتے ہیں اسکے مقابل گلی تپاشہ ہے۔ اس میں رائے سالک ام صاحب ٹھیکہ دار ایفون وغیرہ مسکرات کے عالی شان مکانات ہیں۔ رائے صاحب موصوف نامی گرائی کا قوم کے شرفا دروسا میں سے ہیں اور نہایت لائق - فائق - فیاض طبع - مخیر - ہر دل عزیز - شکر اللہ راج آدمی ہیں ایک دفعہ جو آپ سے ملتا ہے آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ اپنی قوم اور ملک کے کاموں میں دل کھول کر فیاضی کو کام میں لاتے ہیں چنانچہ گزشتہ متواتر محظ وغیرہ مواقع پر نہایت گرہنہا عطیات سے اپنی مخلوق خدا کی خدمت کی۔ مختوڑا عرصہ ہو اگر آپ نے کالاجی میں ایک منیج کے افتتاح کے موقع پر اپنے تمام برادران قوم کا دستہ کو ہر گوشہ ملک سے مدعو کر کے ہزار ہا روپے کے سے انگلی مدارات کی۔ یہ قومی و مذہبی جلسہ ایسا شاندار ہوا تھا کہ جسکی نظیر شاید اس سے پہلے ہمیں پائی نہیں گئی نہ صرف اپنی برادری کی غرارہ بیوگان کی آپ دستگیری کرتے ہیں بلکہ مجسمہ موقع دیکر اقوام کے قابل امداد آدمیوں کی خدمت بھی نہایت خوشی سے کرتے رہتے ہیں ان ہی وجہ سے تمام شہر اور نیز حکام والا مقام اور سب آپ کی نہایت وقت کرتے ہیں۔ اسکے محاذ میں نئی ٹرک کا بازار ہے جو سیدھا چاندنی چوک

شاہ بولا کا بڑھ اور ایفون

تحقیق خدا کو معلوم ہے۔

سجد کی دو کانوں کے سامنے بیدھا چوڑا بازار شاہ بولا کے بڑھ سے گزرتا قاضی کے عوض ہوتا ایک طرف لاکھوں
دوسری طرف اجیریدہ واڑہ۔ تیسری طرف سلیارام کے بازار ہوتا ہمارے مکان دروازہ نکلتا ہے۔

چاوڑی بازار

یہ بازار بہت چوڑا ہے اسلئے کثرت استعمال سے غالباً چاوڑی بازار رہ گیا ہو
جامع مسجد سے قاضی کے عوض تک سات سو بیس قدم کے طول میں واقع ہر نہایت وسیع اور وسیع
بازار ہے۔ اس میں ہر قسم کے سودے والے بیٹھتے ہیں۔ عموماً بزازوں۔ جوتے والوں۔ کاغذیوں۔ پتاریوں
تانبے۔ پتیل کے برتن والوں۔ لہیوں۔ بساٹیوں وغیرہ کی دوکانیں ہیں بارہ بجے رات تک
نہایت رونق رہتی ہے۔ چٹولوں کی لپٹیں اور جینکس۔ دل دو داغ کوتاڑگی بخشی ہیں۔ عمدہ عمدہ
اور گہرے فروخت ہوتے ہیں۔ احمد و طرفہ دوکانوں کی قطاریں لطف دکھاتی ہیں ادھر کوٹھوں پر ارباب
نشاط کی و لفریب ادائیں دل لہجاتی ہیں شام سے پری و مشوں کا جھگٹ ہوجاتا ہے ہر گیارہ بجے
سے سڑکی آوازوں کا سماں بندھ جاتا ہے گویا چاوڑی میں اندکا اکھاڑا اترتا ہے اسے مولانا راج
نے کیا خوب کہا ہے

چاوڑی قاف ہو یا خلدیریں ہے راسخ جھگٹے مہروں کے پریوں کے پرے لہو میں رو
جوتے والوں کی دوکانوں کے خاتمہ پر دینس جانب چلا دروازہ ہو کہتے ہیں کہ اس جگہ چالیس اہل اللہ شہید
تھے جن میں سے ایک لاکھ تلاتے ہیں حکے چلی قبر مشہور ہے اسلئے یہ دروازہ چھلتن دروازہ کے نام سے مشہور ہوا
پھر کثرت استعمال سے چلا دروازہ کہلانے لگا۔ اسکے اندر بائیں جانب مولوی عبدالمجید صاحب کا
درس ہو اور چوڑی والوں اور جامع مسجد کو رہتہ نکلتا ہے دایں جانب شرفاء کے مکانات ہیں۔
اسی طرف مولوی عبدالمجید صاحب کا مرطع انصاری اور حاجی فضل الرحمن صاحب الطاف الرحمن
صاحب کے مکانات ہیں۔

چلے دروازہ کے محاذ میں چھیدی واڑہ خورد واقع ہے۔ اس میں حافظ عبد الکریم صاحب
بالقابہ رئیس میرٹھ کی جائداد ہے۔ انکے کارندے رہتے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف کی
طرف سے عربا کو وظائف تقسیم اور دیگر کام کرنے پر مامور ہیں۔
اسی جگہ۔

ہنایت ہی علم آدمی ہیں خصوصاً نق طب میں تنگناہ کامل کہتے ہیں تشخیص امراض اور بناضی میں مشہور ہیں
ہنایت توجہ کے ساتھ علاج کرتے ہیں سسرکار کی جانب سے مسجد فتحپوری کے ممبر بھی ہیں۔
اسی جگہ گلی میڑوں والی ہوا گئے جا کر

قاضی کا حوض

ہو پڑا مشہور و معروف حوض ہو گو پہلی ہی خوبی اور آرتھکائی نہیں ہے لیکن ٹوٹا پھوٹا کچھ باقی ہے جسے بحری میں جا
معتبر الدولہ نے بنوایا تھا بیشتر اہیں ہنراتی تھی آجکل بند ہے اسکے اندر جزبی دیوار پر سنگ مرمر کے پتھر پر
عبارت کندہ ہو

آب در منبع این نہر جدید کرد چون معتبر الدولہ رواں
باقی غیب بوضع فیض گفت تاریخ بسا فیض ساں

آب یہ بازار بھی اسی حوض کے نام سے مشہور ہے حوض کے متصل چوڑے پر سنہری فروش بیٹھتے ہیں
حوض کے محاذ میں

مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب

کی مسجد اور مکان واقع ہو آپ مولانا مولوی کریم اللہ صاحب کے صاحبزادہ اور شاگرد ہیں حنفی مذہب کے
جدید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ توکل سے بسر کرتے ہیں اکثر اوقات تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔
قنوی نویسی میں کامل عبارت رکھتے ہیں۔ جوہ کے دن آٹھ ننگے سے بارہ پونج تک وعظ فرماتے ہیں
اب اس مقام پر چوراہہ ہو گیا ہے ہم جامع سے چلے آتے ہیں۔ سامنے اجیر پیر وازہ کورٹہ جاتا ہے
دائیں ہاتھ لال کنواں کو جاتے ہیں۔ بائیں ہاتھ سینٹام کے بازار میں آتے ہیں اول سطر و خط
بازار تقریباً ۱۰۰ اقدام کے طول میں واقع ہے۔ دائیں طرف نیشن محل اسکے مقابل بائیں جانب
گلی تھان سنگہ آگے دائیں جانب

کوچہ پالی رام

ہے اس میں متعدد محلہ اور گلیاں ہیں اور اکثر اہل ہنر و کے مکانات ہیں شروع ہی میں لالہ بالا پرا
صاحب اوزیری مجسٹریٹ کا مکان ہو آپ لالہ کنہیا لال صاحب ڈاک والوں کے مندرخانہ میں
سے ہیں خوش اخلاق آدمی ہیں اوزیری مجسٹریٹ ہیں آگے گلی نئی بستی ہو اس میں ڈوچی جی رام
صاحب کی جویلی ہو جو شہ ۱۶ میں لشن سنگہ کو کہ کے ہاڑ سے مارے گئے۔ انکی حسن کارزاری کے

جلا گیا برنجی سڑک سے آگے وہیں جانب گنج لالہ دورا کو پھر بائیں طرف گلی بلوچہ کھانا تھم ہر آئیں آریہ سماج رہتے ہیں
اسکے مقابل دائیں جانب

محلہ عرذہ والاں

ہے اس محلہ میں لالہ سکھ لال صاحب کا غدھی تاجر کتب کی کوٹھی ہے اسکے بالا خانہ پر ڈاکخانہ
اور ناگر گھر ہے اس سے آگے
کا مطب ہی آگے بڑھکر

سنسکرت سکول

ہے اس میں انٹرنش تک تعلیم دی جاتی ہے لالہ رام کشندا اس صاحب ورا سے بہادر لالہ سریش داس صاحب
اسکے سرپرست ہیں پختہ ماہوار کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے اسکے متعلق محلہ دستاں میں ایک اور سکول ہے
جبیں سنسکرت پڑھائی جاتی ہے پختہ سال کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے۔ یہ پختہ بلیماراں۔ گلی کلکھن
بازار لال چاہ۔ قاضی کے عوض پر جانگھتا ہے۔ چرخ والوں کے یا میں جانب کوٹھی نو صاحب
دو جانہ ہے اسکے ایک مکان میں شمام گرم و سرد و عید حکیم واقع ہے۔ آگے بڑھکر دائیں جانب
نیا بازار ہے۔ یہیں باروں کی دوکانیں اور نئے مل جانگھداس کا کارخانہ ڈھلائی لوہا واقع ہے
نئے بازار کے مقابل محلہ چوڑی والاں ہے جو مطب جیتانی سے گزرتا میٹھامل بازار میں جا ملتا ہے
اس سے آگے بائیں جانب کارخانہ جھانل گلذاری لال آگے بائیں جانب گلی مرغان ہیں
و کوٹھریا سکول ہے۔ یہ گلی ستی رام کے بازار میں جا نکلتی ہے۔ گلی مرغان سے آگے دائیں جانب
کوٹھی نئے مل و جانگھداس۔ پھر دائیں جانب کوچہ دیارام۔ یہیں سنکاری کا مدرسہ ہے جس کا تعلق
سکول کشمیریدوارہ سے ہے اس سے آگے بائیں جانب گلی روڑا اجار والی آگے دائیں جانب گلی
حکیم بقا اس میں

حکیم قوام الدین خاں صاحب

حضرت الصدق حکیم حسام الدین خاں اعوف حکیم محلہ مطب کرتے ہیں آپ مشہور خاندانی طبیب ہیں شخص
بھی نہایت پختہ ہر بیماری پر گہرا دست ہر بل فلاق و عادات تعریف کے قابل ہیں نہایت توجہ سے علاج کرتے ہیں
ایم غریب سے یکساں محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں خصوصاً آنکھوں کا علاج آپ کے خاندان کا حصہ ہے
اسی جگہ
حکیم لطیف حسین خاں صاحب
کا مکان ہے مطب بھی اسی گلی میں فرماتے ہیں۔ نہایت خاطرست صوفی شرب بزرگان شہر سے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے

حکیم ہاشم علیخان صاحب

کامطب ہی جو نہایت لائق نوجوان اور مدثر طبیعت کے تعلیم یافتہ و پاس شدہ طلبا میں سے ہیں۔ کچھ عرصہ جہاں چاہا ریاست نیگم گڑھ کے ماں معالجہ کرنے کی واسطے تشریف لیجاتے رہتے ہیں۔ اساتذہ المدد شخصیں اور سعادت اخلاق میں اپنے والد الراجد کے قدم قدم ہیں۔ اللہم زد فرد۔

آپ کے مطب سے آگے دائیں جانب کو چہ شیدی قائم آگے بائیں جانب گلی چہ سومن لال دہیں جانب کو مٹی راے جواہر لال صاحب آگے دائیں جانب ہندو پریس آگے دائیں جانب کٹرہ گوگلہ

اس میں

حبیب شاہ علیہ الرحمۃ

کا فرار ہی آپ کا دیر خاندان کے بزرگ ہیں آپ کے وصال کو دو سو برس کے قریب ہوئے۔ پیر جی اشرف علی صاحب ام اشوال کو عرصہ گزرتے ہیں اور اسی جگہ بستے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب میر بازار مند گھڑبھادریو اسکی پشت پر بائیں جانب کو چہ ما پیدا اس کے متصل گلی ٹکھالیاں آگے بڑھکر وہیں جانب گلی حکیم بن رنگر والی آگے دائیں جانب کٹرہ جانی خاں پھر بائیں جانب ٹرک بندٹ پریم نرائن ایسے رگے بہادر بندٹ جانی ناٹھ صاحب کا مکان ہی راے صاحب بوضوون تھا لائق۔ شریف الطبع۔ منکر المزاج۔ صوفی مشرب آدمی ہیں۔ دہلیوے کے حکم میں بڑے منور عہد پر مامور ہے ہیں اب نشن حاصل کر لی ہو۔ نفاہ عام کاموں میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔

ایسے گلی پھیل والی اور محلہ بدلیاں واقع ہیں یہاں پر ایک عرصہ سالہ ہے۔ آگے بڑھکر یہ بہتہ بائیں جانب چریوالاں کو چلا جاتا ہے اس سے آگے دائیں جانب عقب کلاں مسجد کو سہ جاتا ہے اس محلہ میں مسلمان رہتے ہیں اور اکثر ہندو کشمیری صاحبان آباد ہیں اسی محلہ میں ایک بہت بڑا کنواں اغارہ ہی اس سے آگے سیدھا رہتہ بلبل خانہ کو جاتا ہے جو دائیں جانب شاہ ترکمان علیہ الرحمۃ کے سامنے جا نکلتا ہے اور بائیں جانب بھو چلا پہاڑی کو چلا جاتا ہے شروع رہتہ پر سے بائیں جانب گلی ٹرٹی ہے وہ

سلطانہ رضیہ بیگم مرحومہ

کے فرار پر پونچھ جاتی ہیں یہاں محلہ آباد ہو گیا ہے ایک سنگین احاطہ میں دو قبریں واقع ہیں ایک

صاحب اشرف علی صاحب ام اشوال کو عرصہ گزرتے ہیں اور اسی جگہ بستے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب میر بازار مند گھڑبھادریو اسکی پشت پر بائیں جانب کو چہ ما پیدا اس کے متصل گلی ٹکھالیاں آگے بڑھکر وہیں جانب گلی حکیم بن رنگر والی آگے دائیں جانب کٹرہ جانی خاں پھر بائیں جانب ٹرک بندٹ پریم نرائن ایسے رگے بہادر بندٹ جانی ناٹھ صاحب کا مکان ہی راے صاحب بوضوون تھا لائق۔ شریف الطبع۔ منکر المزاج۔ صوفی مشرب آدمی ہیں۔ دہلیوے کے حکم میں بڑے منور عہد پر مامور ہے ہیں اب نشن حاصل کر لی ہو۔ نفاہ عام کاموں میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔

لاہور امیر الہی صاحب

صلیہ میں سرکار کیرٹھنے آئی بیوہ عورت کو تنور پوپہ پاجواریشن ملتی ہے اس سے آگے گلی اندر والی گلی بری والی
اسیں دھرم سالہ ہو آگے گلی دودھاں پھر لالہ بالکنڈ صاحب سب نجیر کا مکان پھر محلہ آئی
اسیں چوک شاہ مبارک - کوچہ خیالی رام - گلی لہسوہ - چاہ نورنگے آگے -

کوچہ پانی رام سے آگے بائیں جانب گلی مرغیاں یہ گلی چاڑھی میں نکل آتی ہے آگے چلکر دائیں جانب
کوچہ شریف بیگ پھر بائیں جانب کوچہ کاشفزی اسیں دھرم سالہ ہو آگے دائیں جانب گلی اوکھڑ
والی اسیں لالہ بینا مل دھولیا مل ملے سہتے ہیں - آگے لالہ مند کشور صاحب النکیر پوراس کا مکان ہے -
پھر بائیں جانب کوچہ سر بلنڈھاں اسیں لالہ جواہر لال صاحب مینونسل کمشنر کا مکان ہے
لالہ صاحب موصوف ایک نامی گرامی دھولید والوں کی کوٹھی کے قریب ہیں اور نہایت بااخلاق اور
شکر المزاج آدمی ہیں مینونسل کمیٹی کے ممبر بھی ہیں تمام علاقہ آپچی ہر ولعزیزی اور حسن خدمات کا
شکر گزار ہے اسکے آگے دائیں جانب کوچہ ٹی نرسنگ اس ہے یہ کوچہ بھی اصل میں لہسوارم صاحب کی
بنائی ہوئی ہے جن کے نام سے یہ بازار مشہور ہے آج کل مالک سکول لالہ کوپنی ناتھ صاحب ہیں -

حکیم عظیم علی نصاب

اس سے آگے

کا مکان ہے اپنا بیت سلیم الطبع شریف خاندانی طبیب ہیں یہیں مطب کرتے ہیں - آپ حکیم قاسم علی نصاب
برجستہ ہیں - صوفی منش - خوش اخلاق لائق فائق آدمی ہیں - ڈاکٹر اور یونانی بڑے ہوتے ہیں -

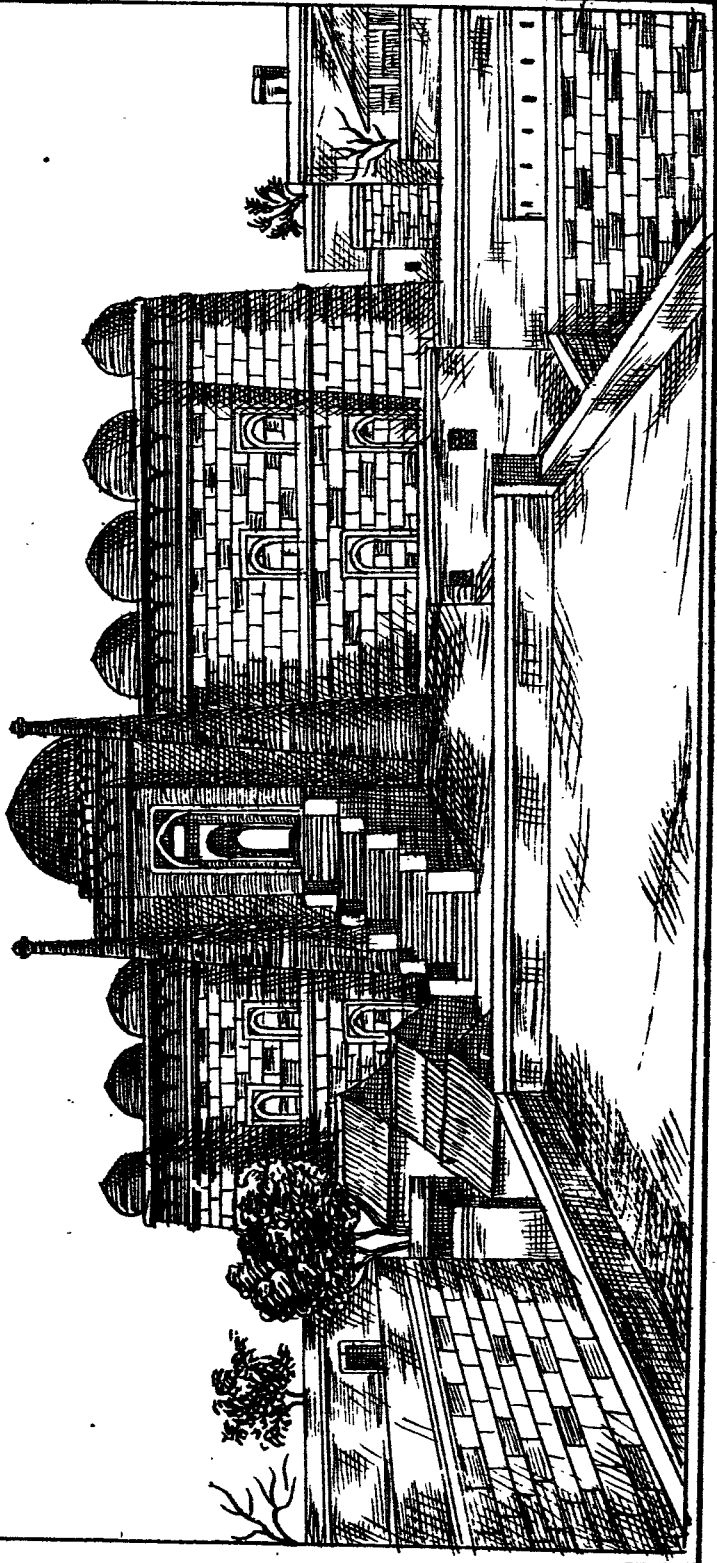
حکیم قاسم علی نصاب پورہ

اس سے آگے

کا مکان ہے - آپ حکیم مولوی احمد علی خاں صاحب کے صاحبزادے ہیں اپنی والدہ ماجد کی گدی پر مطب کرتے ہیں
فن طب میں کامل مہارت رکھتے ہیں - تمام کتابیں حاذق الملک حکیم عبدالحق صاحب مرحوم سے سبقاً سبقاً
پڑھی ہیں قانون تمام و کمال جناب مولانا مولوی صاحب مرحوم سے پڑھا ہے - عرصہ تک حکیم محمد ذوال
صاحب مرحوم کے مطب میں بیٹھے ہیں - نہایت دیندار خوش اخلاق شکر المزاج آدمی ہیں - اکثر
بایوس الحلاج اپنے علاج سے شفا پاتے ہیں - حکیم صاحب علاوہ اعلیٰ طبیب خاندانی ہونیکے شہر کے
ہجرت لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں - سنگے بائیں طرف

تذکرہ آپ ہوج سے مشہور ہیں کہ آپ کے مورث اعلیٰ نے ایک نذر آباد کیا جس میں پورہ بنا نولے آباد ہوئے اور اس محلہ کا نام پورہ
مشہور ہو گیا حکیم صاحب کے والد حکیم مولوی احمد علی نصاب نے محلہ پورہ لالہ کو چھوڑ کر راجستھاں کی عظمیٰ خرید کر وہیں تاشیخا کی قیادت میں
مورث بر پورہ والا چلا آتا ہے ۱۱

مشکلات حرج



سلطانہ رضیہ سلیم کی دوسری بیویہ سلیم کی عوام سکول برچی سچی کی درگاہ کہتے ہیں۔ کئی ماہ میں
 عمدہ مقبرہ بنا ہو گا مگر اب خراب ہو توغذ تک سا کلم نہیں ہے۔ خدا کی قدرت ہو سلطانہ رضیہ ہند کی بادشاہ
 جس سے تمام ملک شاد و آباد تھا اسکی قبر ایسی خراب اور ویرانی کی حالت میں پڑی ہے۔
 یہ رضیہ سلیم سلطان سلطان شمس الدین کی بیٹی ہے بادشاہوں کی تاریخ کے ذیل میں سکا ذکر کر چکا ہے
 ۱۳۲۷ء ہجری میں تخت پر بیٹھی ۳۳ سالہ ہجری میں سلطان معز الدین نے بکڑ کر قلعہ تبرہند میں قید کیا۔
 چند روز کے بعد وفات پائی اور یہاں مدفون ہوئی۔ بلبلی خانہ سے آگے بائیں جانب گلی میں

مولوی عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

غز
 مظاہر الحق

کامکان واقع ہے۔ مولوی صاحب صوف مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب محدث دہلوی مصنف
 کے شاگرد ہیں نہایت متقی پر نیرنگار۔ دیندار۔ متوکل پُرانے لوگوں کے یادگار ہیں۔

آگے بڑھ کر دہلی میں جانب

کالی مسجد

ہے۔ محل میں کلاں مسجد ہے کالی مشہور ہو گئی۔ ۱۳۵۷ء ہجری میں جو تان شاہ الخاٹب جان جہان ابن
 خان جہان وزیر نے فیروز شاہ کے وقت میں بنائی ہے کرسی نہایت بلند ہے پتیلیں میٹر جیسا
 چڑھ کر صحن تک جاتے ہیں دروازہ کی پیشانی پر یہ نسبت لکھا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفضل و عنایت پروردگار در عہد ولت بادشاہ دیندار الوائت تبا یئد الرحمن ابو المنظر فیروز شاہ السلطان
 خدا اللہ ملکہ ابن مسجد بنا کر وہ بندہ زادہ درگاہ جو تان شاہ مقبول الخاٹب بر جان جہان خدا برین بندہ
 رحمت کند ہر کہ درین مسجد یاد بدعا ہے خیر بادشاہ مسلمانان و این بندہ بفاخر و اخلاص یاد کند۔
 حق تعالیٰ ابن بندہ را بامزد و بجزمتہ البنی و آکر۔ مسجد مرتب شد بتاریخ دوم ماہ جمادی الآخر سنہ ۸۰۷
 شمائتہ و سبجاتہ ہجری

اس مسجد کی تمام قطع پٹھانوں کے وقت کی عمارت کا نمونہ ہے یہ مسجد پانچ گہری ہے۔ ہر گہ میں پانچ پانچ دریں
 صحن میں کئی قبریں تھیں جو فرش میں ہمار ہو کر چھپ چھپا گئیں مجھلائے ایک قبر جو تان شاہ جان جہان
 بانی مسجد کی اور دوسری لنگے باب خان جہان کی تھی۔ اس موقع پر ہم کا نقشہ دیتے ہیں جس سے
 صورت اور وضع واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔

کی کوٹھی ہو اور یہیں کان ہو آپ شہر کے مغزراشخاص سے ہیں وطن اصلی دیوبند ہی لیکن عرصہ دراز سے وہ ملی ہی وطن ہو گیا ہے اب عرصہ دراز تک محکمہ نہریں ڈپٹی کلکٹری پر ممتاز سے پشپن ہو جائیکے بعد ملی ہیں اور نیری مجسٹریٹ ڈانس پر سیدنی کیٹی سے سرفراز ہیں لائق فائق تجربہ کار شخص ہیں رفقاء عام کے معاملات اور کاروبار سے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں۔ اکثر اسلامی انجمنوں کے سکریٹری اور ممبر ہیں اس سے آگے دائیں جانب

بکرسٹ ہال (یعنی عیسائیوں کے وعظ مقام)

یہ ہے چونہ اور اینٹ کی نہایت پختہ عمارت بنی ہوئی ہے اس میں عیسائی مذہب کے موافق لکچر وغیرہ ہوتے ہیں اس کا تعلق کیمرج مشن سے ہے اس سے آگے۔ گلی جا جم پوریاں۔ پھر دائیں جانب جو ملی عبدالرحمن ہے جو لٹلہ بوری میں بنی ہے اسکے محاذ میں دائیں جانب جو ملی بل سیک خاں اسکے دروازہ کے سامنے

حکیم حسن اللہ خان صاحب حرم

کی جو ملی کا پچھلا ٹک ہے آپ خاص شاہی حکیم تھے غدر کے بعد اس جو ملی کو نواب علیخان صاحب نے خرید لیا اسکے بخشی انعام اللہ خان صاحب حرم نے خرید کیا اب خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب کے پاس ہے۔

اس جو ملی کے عقب میں جا کر

مولوی سید عبد اللہ صاحب شاہد

کا مکان ہے۔ آپ پیش عربی تھے عمدہ سادات اور اپنے وقت کے صلحیاریں سے ہیں سخاوت اور تواضع میں نہیں کھتے باوجودیکہ عرصہ دراز تک مغزراہ کار یہاں تک کے ریاست سیکٹ کے وزیر بھی رہے پر وہی عادات آپ کی رہیں جو کہ صلح بزرگ کی ہونی چاہئیں۔ جہاں نوازی آپ کی نزدیک دور مشہور ہے۔ علوم ظاہری میں ذی استعداد ہونیکے علاوہ فیوض باطنی بھی آپ نے دو بیج کامل سے حاصل کیے اور خاندان چشمہ صابریہ میں آپ نے دونوں سے اجازت اور خلافت پائی نیشن مینے کے بعد اکثر اوقات قرآن شریف کی تلاوت داؤ کار و اشخالی میں گزارتے ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے چاروں لائق اور مغزراہ کار ہیں سب بڑے مولوی سید محمد صاحب اونسے چھوٹے مولوی سید عبدالغفور صاحب اُن سے چھوٹے مولوی سید عبد صاحب اور سب سے چھوٹے مولوی سید عبدالغفور صاحب ہیں۔ آپ کے بزرگوں کو مشہور جوہی میں حاجی سید محمد ہایوں بادشاہ کی بیوی نے عرب سے لاکر مقبرہ ہایوں کے قریب آباد کیا جب ہی کا نام عرب سے رکھا

کالی مسجد سے آگے دائیں جانب گلی نقا چہاں اس سے آگے دائیں جانب حویلی منظر خان - اس حویلی کا صرف پچاس ملک جو دہر جس سے اسکی فوت و شان کا اندازہ ہو سکتا ہے خدا کی قدرت کہ اپناں میں ایک محلہ آباد ہو گیا ہے جس میں اکثر تیلی رہتے ہیں صرف ایک مکان نامی آدمیوں میں سے

مولوی سید محمد صاحب مصنف فرہنگ اصیف

کا ہے۔ مولوی صاحب صوفی کے نام نامی سے تمام ملک اقصیٰ نہایت لائق و فائق بزرگان قوم میں سے ہیں اور دوزباں کی خدمت میں آپ نے خاص حصہ لیا ہے۔

اس سے بائیں جانب چلی قبر کو رہتہ جا تا ہے اور سامنے ترکمان دروازہ نظر آتا ہے۔

اب حوض قاضی سے لال کنویں کی طرف چلے یہ بازار تقریباً ۱۰۰۰ قدم کے طول میں واقع ہے دائیں طرف گلی حکیم بقا آگے بائیں جانب منڈی تک پھر بائیں جانب

لال مسجد

یہ مسجد ۳۵۰ سالہ ہجری میں مسماہ مبارک گیم نے بنوائی تھی جو ایک انگریز کے گھر میں بیوی کی حیثیت سے رہتی تھی اور اسکی نام جاوید اور ملکیت پر قابض تھی اسی مال میں سے اسے یہ مسجد اور اسکے پاس کا مکان جس میں تھانہ بلبر واقع ہے تعمیر کرایا۔ پندرہ کے بعد مسجد سرکاری قبضہ میں آئی اور پیران پڑی رہی۔ پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ انجنیئر مؤید الاسلام کی درخواست پر سرکار نے واکڈا شہر میں اور انجنیئر نے اسکی درستگی کرائی دوکانیں از سر نو بنوائیں۔ نماز کے جواز عدم جواز میں اختلاف ہوا تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ سے فتویٰ منگایا نماز جماعت شروع ہوئی ایک انجنیئر کی جانب سے تنخواہ مقرر ہے۔ مسجد کے متعلق چھ دوکانیں اور بیچ میں مختصر سا مکان ہے کہ اگر کسی آمدنی تقریباً عیسے ہوتی ہے جو انجنیئر میں پہنچ جاتی ہے۔

اس سے آگے بائیں جانب تھانہ پولس نمبر ۲ ہے اسکے محاذ میں سپیل جہاد یو اس کے اندر لالہ بلاقی داس جین کا میسور رہیں ہے۔ بالو کو از نا تھ صاحب کیل کا مکان بھی یہیں ہے اس سے آگے بائیں جانب بدل بیگ خان کا چھاٹک ہے۔ کسی زمانہ میں بہت بڑی حویلی تھی اب اسکے اندر

خان بہادر دہی لہی جس صاحب سیر میں سید کیسی اور دہی پٹ

شریف خاندانوں سے اکثر رشتہ داریاں ہیں آپکی تصنیفات کثرت سے ہیں آپ نہایت لائق فائق تعلیم تھے
تیز طبع نوجوان خیر خواہ قوم مانے جاتے ہیں علی لیاقت ترجمہ قرآن شریف اور کزن گوٹ سی خواہر
یہ سچا کی لیاقت کا ثمرہ ہو کہ آپ کے اخبار کی اشاعت تین ہزار کے قریب ہے دہلی اور دہلی کے نواح میں اس
لیاقت اور کثرت اشاعت کا اور کوئی اخبار نہیں ہو۔ تمام لوگوں میں وقعت اور شوق کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے
اس سے آگے

صاحبزادہ شاہ عبدالصمد صاحب سلمہ

کامکان ہوا پتا ہوا عبدالسلام صاحب کے صاحبزادہ اور حضرت غلام نصیر الدین عرفا لے صاحب کے نواسی ہیں
نہایت بیچخت صالح بااخلاق مسکین طبع باوقاف ذاکر شغل اپنے بزرگوں کے قدم بقدم عرصہ غلبہ
طاری ہو دنیوی آرائش سے بالکل محترز ہیں اول اپنے والد ماجد سے سینہ سینہ فیض حاصل کیا اسکے بعد
المدبخش صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے اب
رات دن الوداد کرنے میں پوری بریدی کا سلسلہ جاری ہو آپکی صحبت بھی عنینت ہو۔

اسی جگہ خواجہ شہاب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ اینگلو عربی سکول دہلی کا
مکان ہو جو ایک ہر د لغزیز سلیم الطبع شرفا سے دہلی سے ہیں۔ اس سے آگے شاہ گنج ہے۔ یہ
رہتہ گلی شاہ تارا میں جا نکلتا ہے پتنت کے کوچہ سے آگے بائیں جانب کٹرہ میجر
اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ دینا بیگ خاں ہیں

خان صاحب حکیم ظہیر الدین صاحب نیو پبل کشر

ماونیری مجسٹریٹ کا مکان ہے آپ حکیم غلام نجف خان صاحب میں شیخ پورہ علاقہ قیدیوں کے صاحبزادے
ہیں عرصہ سے دہلی ہی وطن ہے شہر کے ممتاز لوگوں میں شمار ہوتے ہیں آپ زیری مجسٹریٹ نیو پبل کشر
اکثر اسلامی بیٹوں کے ممبر ہیں رفاہ عام کے کاروبار میں قدرتی طور پر دلچسپی رکھتے ہیں بہت سے مفید کام
آپکی حسن لیاقت سے انجام پاتے رہتے ہیں اسی جگہ آپ کے صاحبزادے

حکیم رضی الدین خان صاحب

مطب کرتے ہیں قریب میں کمال رکھتے ہیں اعلیٰ درجہ کی شخص ہے۔ تعلیم یافتہ۔ نوجوان خوش خلق
منکرہ المزاج ہیں اس سے آگے دائیں جانب گلی قائم جان ہو جو بیاباں میں جا نکلتی ہے آگے

اب چند سال سے آپ نے عربیہ کو چھوڑ کر یہاں کی سکونت اختیار کر لی ہے۔

اسی جگہ

مولوی محمد سعید صاحب

مدرسہ فارسی و عربی مینوسپل بوڑھ ایم بی ہائی سکول دہلی کا مکان ہے جو نہایت لائق آدمیوں میں شمار ہوتے ہیں
سرکاری مدرسے کے تیلیم یافتہ ہیں۔ فارسی۔ عربی اور ریاضی میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے ہیں شاعری میں
بھی درجہ کمال کو پہنچنے ہوئے ہیں چنانچہ آپ کے دو قصیدے نغمہ قیصری اور آہنگ غم اور
شعری مدرسہ طبیہ جو خاصی چھوٹے چھوٹے سے رسالے ہیں مشہور اور متداول بین الناس ہیں۔ جو
کافی کے دونوں حصے آپ کی تالیفات سے آپ کی ریاضی دانی کا کافی نمونہ ہیں آپ کے والد شیخ
محمد حبیب صاحب مرحوم بادشاہی رسالدار اور شاہیہ پتر قاسم شہر میں سے تھے۔

یہ رہتہ پنڈت کے کوچہ میں جا نکلتا ہے اس سے آگے وائیں جانب لال دروازہ اسکے متصل
دائیں جانب کٹرہ شاہ قاضی اور محاذ میں بائیں جانب کوچہ نور اللہ خاں آگے بائیں جانب

کوچہ پنڈت

اس میں اکثر مغزین شہر کے مکانات ہیں اور عموماً مسلمان آباد ہیں ہمیں اندھا کر دائیں جانب گلی سوارخانہ
آگے اسکے چلک

حضرت شاہ حسین صاحب مودودی حشری

کا مکان ہے آپ حضرت خواجہ مودودی حشری علیہ الرحمہ حضرت شاہ عیاض الدین رحمہ اللہ عرف خواجہ کبھاری صاحب
اولاد میں سے ہیں جگہ مرزا نواز کٹانی ڈھانڈے متصل درگاہ حضرت سید جن رسول نامہ قطعہ ہیں
آپ نیک طبیعت پاک خصلت درویش آدمی ہیں یکم جب کو خواجہ صاحب کا عرس بھی کرتے
آپ کے مکان سے آگے بائیں جانب ایک مکان میں

کرزن گزٹ

ہے اسکے مالک دہتم خباب امر اور مرزا صاحب حشری ہیں آپ خاندان مغلیہ سے ہیں مرزا
ابراہیم بیگ صاحب اسکے صاحبزادے ہیں آپ کے دادا مرزا دین محمد بیگ صاحب گل کے بیٹے ہیں
تھے شہر میں ہندوستان تشریف لائے بڑے بڑے عہدوں پر مرفوز رہے آپ کی پہلی کے

سیون کمانچے۔ کرے۔ کوٹھریاں ہیں۔ صحن میں حوض تہر مختصر سا باغچہ غرض نہایت فرحت بخش اور رونق کامکان ہو غدر میں ضبط ہو گیا اسکے بعد مہاراجہ پٹیل کو رعایت کر دیا گیا اب انیس کے پاس اسکی ہوشیاری برسگامے کے اوپر یہ شعر کندہ ہو
 کر دئے ظفر زینت محل تعمیر قہر بے بدل شد بر محل سال بنا این خانہ زینت محل
 آگے بڑھ کر بائیں جانب گلی مرد ہانی اسپس

مولوی عبدالرشید صاحب امام فچوری مولوی عبدالحمید صاحب

کامکان ہو دونوں صاحب نہایت نیک بخت خوش اخلاق ذہین فکی تیر طبع ہیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب امام مسجد فچوری کے صاحبزادہ ہیں جو بہت بڑے عالم اور درویش تھے نقشبندیہ خاندان میں مریہ کرتے تھے فتویٰ لڑی میں مشہور تھے گلی مرد ہانی سے آگے دائیں جانب کمرہ غلام محمد خان اسپس مطب خادم الاسلام اسپس سے وکیل ہندا اخبار نکلتا ہے اس سے آگے دائیں جا چھتہ زمان شاہ بائیں جانب

گھر کی فراخ خانہ

اسیں اکثر مسلمان شرفاء کے مکانات ہیں اور چند کلیاں اور بڑی بڑی جوئلیاں واقع ہیں اندر جا کر دہلی جانب گلی سموہ پھر گلی راجان پھر کوچہ حکیم حامد خان عرف گلی چاہ شیرین اس میں

حکیم بدرالدین خان صاحب

کامکان ہو آپ حکیم قطب الدین خان صاحب ہکا لیبیکے صاحبزادہ ہیں آج مطب فرماتے ہیں حکیم حسن اللہ خان صاحب مرحوم کے شاگرد ورشید ہیں۔ عرصہ تک اپنے مطب میں رہے ہیں جمیع فنون سے واقف ہیں خصوصاً فن طب میں کمال سمجھتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی شخص ہے معالجہ میں اکثر معاصرین سے فائق ہیں نہایت خلیق۔ دیندار۔ متواضع شخص ہیں اور سچ یہ ہے کہ پڑانے اہل اودہلی کے آپ ہی ایک یادگار باقی ہیں کہتے ہیں کہ حکیم حامد علیخان صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔

حکیم شجاع الدین صاحب

انکے صاحبزادہ بھی بڑے لائق۔ ذہی استعداد۔ خلیق میں شخص چستی۔ علاج باقاعدہ۔ دست شفا رکھتے ہیں۔

محلہ زودگران

اس محلہ زودگران کے اندر تین قبریں ہیں بیچ کی قبر منصور صاحب کی ہے آپ کے متعلق کچھ حالات نہیں ملے اسکے سامنے اندھا کلمہ

مدیر اراوت اللہ خان

ہے اسکے اندر سنگ مرمر کے جو تیرہ پر نواب اردو تندر خان شرف الدولہ کی قبر ہے جو محمد شاہ بادشاہ کے وزیر تھے ۱۷۸۷ء بحری میں انتقال ہوا انہی بائیں جانب لگی زوجہ اور دائیں جانب اُنکے سالنہ نواب موسیٰ خاں کی قبر ہے اسی جگہ

مولوی اموجان حسرتی

کا مکان ہے نہایت دیندار شخص ہیں عرصہ تک گورنمنٹ سکول میں فارسی کے مدرس اول رہے آپشن پائے ہیں مولوی غوث علی شاہ صاحب پانی پتی قادری علیہ الرحمۃ کے خلفا میں سے ہیں۔ مدرسے آگے

مطبع نصرت المطابع

واقع ہے اس میں اکثر رتہ نصاریٰ کی کتابیں طبع ہوتی ہیں اسکے مالک مولوی منصور علی صاحب ہیں فن مناظرہ کے امام مانے جاتے ہیں رتہ نصاریٰ میں انہی بہت سی تصنیفیں ہیں۔ محلہ زودگران سے نکلنے والی نگریہ ڈاکٹر رام سنگھ صاحب شفا خانہ ہے آپ کی تشخیص اچھی ہے نہایت توجہ اور غور کے ساتھ علاج کرتے ہیں بچوں کا علاج خوب جانتے ہیں۔ آگے بڑھ کر گلی دروازہ میر جگہ اسکے نکلے پر سرکاری شفا خانہ۔ آگے دائیں جانب

لال کنواں

ہے یہ بازار اس کنوئیں کے نام سے مشہور ہے اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ شیخ چاند آگے بائیں جانب گلی بہرام بیگ دائیں جانب گلی میر جگہ پھر وہیں جانب گلی سواراں بائیں جانب کٹرہ سپہدار خاں اس سے آگے بائیں جانب

گمرہ زینت محل

ہے نہایت عالی شان شاہی عمارت ہے اسکے اندر بہت بڑے بڑے دالان دروازوں

ہر جمعرات کو نہایت عقیدت کے ساتھ قدم شریف اور خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ میں فاتحہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں ۹-۱۰-۱۱ محرم کو اپنے مرشد کا عرس کرتے ہیں گیارہویں تاریخ صداغور باکو جو فاتحہ میں شریک ہوتے ہیں کھانا کھلاتے ہیں آپاٹھنے کھڑکی فراشخانہ ہی جو شہر پناہ کی تحصیل میں واقع ہے یہ جگہ اسی کھڑکی کے نام سے مشہور ہے۔ کھڑکی سے باہر نکل کر نہر کے پل سے اتر کر بائیں طرف سڑک قدم شریف ہوتی ہوئے زیمیریدروازہ چلی جاتی ہے۔ دائیں طرف لاہوریدروازہ کو نکل گئی ہے پل کے سامنے کچھ بہتے ہیں طرف خواجہ باقی باللہ اور بائیں جانب قدم شریف سے ہوتا نئی عید گاہ سے گزر گیا ہے جو بادشاہ اور زیمیر کی بنائی ہوئی ہے جو کائنات کا نصف فرش پختہ سابق کا بنا ہوا تھا اب تین چار سال کا عرصہ جو احبابی محمدی صاحب ہو اگر صدر بازار دہلی نے چند اہل ایم کی ہمت سے حوض تک پختہ بخود کیا ہے۔

اول حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کی زیارت کو چلتے یہ خطاب آپ کو یہ و مرشد سے عنایت ہوا ہے آپ کا اصلی نام سید رضی الدین احمد ہو گا بل میں ۹۷۲ھ یا ۹۷۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے ظاہری علم اسی جگہ حاصل کیا پھر باطنی فیوض مدینہ منورہ میں حضرت خواجہ گل امکنکی علیہ الرحمہ سے حاصل کیے اور اپنے مرشد کی اجازت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ تاج الدین نارٹولی وغیرہ آپ کے خلیفہ میں آپ ہندوستان میں نقشبندیہ خاندان کے پرانے مانے جاتے ہیں اگر آپ کی ذات بابرکات نہ ہوتی تو یہ طریقہ نقشبندیہ ملک ہند میں نہ جاری ہوتا آپ کے ظاہری و باطنی کمالات و زہد و تقویٰ و اتباع سنت آفتاب کی طرح روشن ہیں آپ کے معمولات شریف یہ تھے کہ بونا۔ کم سونا۔ تھوڑا کھانا اور ہر روز بعد نماز عشا تا نماز تہجد دو ختم قرآن شریف فرماتے اور نماز تہجد کے فجر تک انیس یا سورہ نسیں تلاوت فرماتے جب صبح صادق طلوع ہونے لگتی تو آپ فرماتے کہ الہی رات کو کیا ہوا کہ اس قدر جلدی ختم ہو جاتی ہے۔ آپ کی خوارق و کرامات بیان سے باہر ہیں آپ کی مسجد میں اول کے درجہ میں سنگ ابروی کا سہ درہ قابل دیدار و الاحباب ہیں۔ سنتے ہیں کہ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں کوئی سوداگر ایران سے فروخت کیلئے بادشاہ کی خدمت میں لایا تھا بادشاہ اسکو انہی ہزار روپیہ دیتا تھا اسنے اتنی قیمت کو بادشاہ کے ہاتھ نہ بچا اور حضرت کی نذر کر دیا اسوقت حضرت کے نواسہ حضرت شاہ نظام الدین صاحب دہلی نے مسجد تعمیر کرا کر ہمیں لگا دیا جب مسجد مکمل ہو گئی تو اب ۱۰۷۲ھ ہجری میں سید مظفر علی صاحب نقشبندی متولی نے جو خواجہ صاحب کی اولاد میں ہیں مسجد کی دوبارہ عملاً اجمالی سونا گر صدر بازار کی امداد سے تعمیر کرائی اول درجہ میں وہی سہ درہ لگا کر چالیس برس کی عمر میں ۲۵ جمادی الثانی روز و شب ۱۰۷۲ھ ہجری میں حضرت خواجہ صاحب کا اول

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ

کوچہ حکیم حامد علیخان سے بابتیں جانب چھتہ راجاں داتیں جانب کٹرہ ہتہ وایتیں جانب گلی شامشاہ
 داتیں جانب حویلی مرزا اکبر سنگ قرولی والے کی ہے جو ایک سنجیدہ و متین یاد دہن پڑنے ستر فابکار
 نمونہ ہیں پھر اسی جانب حویلی مولوی ناصر علی صاحب سپرنٹنڈنٹ پرمٹ کی ہے یہ مولوی
 ابو المنصور رام فن مناظرہ کے خلفا بکر ہیں یہ بھی اپنی وضع کی ایک ہی ہیں بڑے خلیق اور وضع
 آدمی ہیں اچھے ناظم و ناظر۔ ذکی الطبع۔ صبیح البصیح شخص ہیں۔

مرزا محمد اکبر علیخان صاحب نکتا

کا مکان ہے۔ مرزا صاحب صحت دہلی کے ایک مشہور دامی و گرامی خاندان کے یادگار ہیں۔ نہایت
 لائق۔ فائق خلیق متواضع شریف الطبع آدمی ہیں راجپوتانہ کی ریاستوں میں بڑے بڑے عہدوں پر
 ممتاز رہے ہیں۔

بابتیں جانب چھتہ جو ہیا داتیں جانب کٹرہ دھوبیان پھر بابتیں جانب گلی انونڈ جی اسکے نانا

انونڈ برہان الدین صاحب نکتا کی مسجد

ہے نہایت خوبصورت بنی ہوئی عرصہ تک انونڈ برہان الدین صاحب شریف فرما رہے انکے بعد
 مولانا قاری حافظ شاہ عبد الغفر صاحب الملقب شاہ مقبول احمد قادری
 انکے جانشین ہوئے دسویں محرم روز شنبہ ۱۲۹۶ھ ہجری کو انتقال فرمایا اور خواجہ محمد باقی باسد
 علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں مدفون ہوئے اب انکے سجادہ نشین

مولانا حافظ قاری شاہ محمد عرصہ الملقب میراج الحق قادری

ہیں آپ شاہ عبد الغفر صاحب مرحوم قادری کے نواسہ و نوکر مولانا فرید الدین صاحب سید واعظ جامع
 کے صاحبزادے ہیں آپ کو اپنے نانا صاحب سے فیوض باطنی حاصل ہوئے میں انہیں کے قدم بقدم
 آپ کے حالات اور مقامات بیان سے باہر ہیں۔ علم و عمل۔ فضل و کمال۔ تجرید و تفرید۔ علم
 کرم۔ سخاوت انکسار۔ آپ کی ذات پر خم ہے مات دن ذکر و شغل سے کام ہے آپ کی صحبت غنیمت ہے
 سال بھر میں تین وعظ فرماتے ہیں اور مشورہ مرحوم کو پڑھیں پھر لکھیں اور کو قدم نشین پھر ہر جب
 فقراء۔ علماء۔ رؤسا و غیرہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں سامعین کو کلی حظ حاصل ہوتا ہے

میراج الحق قادری

اسی تاریخ خواجہ صاحب کا عرس ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کے سرانے سنگ مرمر کی لوح پر تصدیقہ کندہ ہے۔

مرحوم الشرف المکرم افضل رب العالمین

مرحوم الشرف المکرم افضل رب العالمین

منہر فیض الہی صاحب علم یقین
مورد فضل گرامی آل ختم المسلیین
مخوقات اقدس بالسد باقی بالیقین
قطب شاہِ جہان ہم معنی حق یقین
بحر عرفان الہی متقدّم العارفین
این گرامت بہت از محبوب العالمین
شد زمین ہمیش روشن قلوب المؤمنین
ہست ذات خواجہ باقی مرحمتہ للعالمین
لیک بد مشرف یس وہم بہا احرارین
شد وصال غیب آخر لعل راجعین
از وفات قطب دوران تکیگاہ مسلین
حقیقتش گرد درواہم مقصد دینا و دین
تا بیاید نظر رحمت ہم نجات یوم دین
بر محمد خواجہ باقی از اولیائے مقبلین

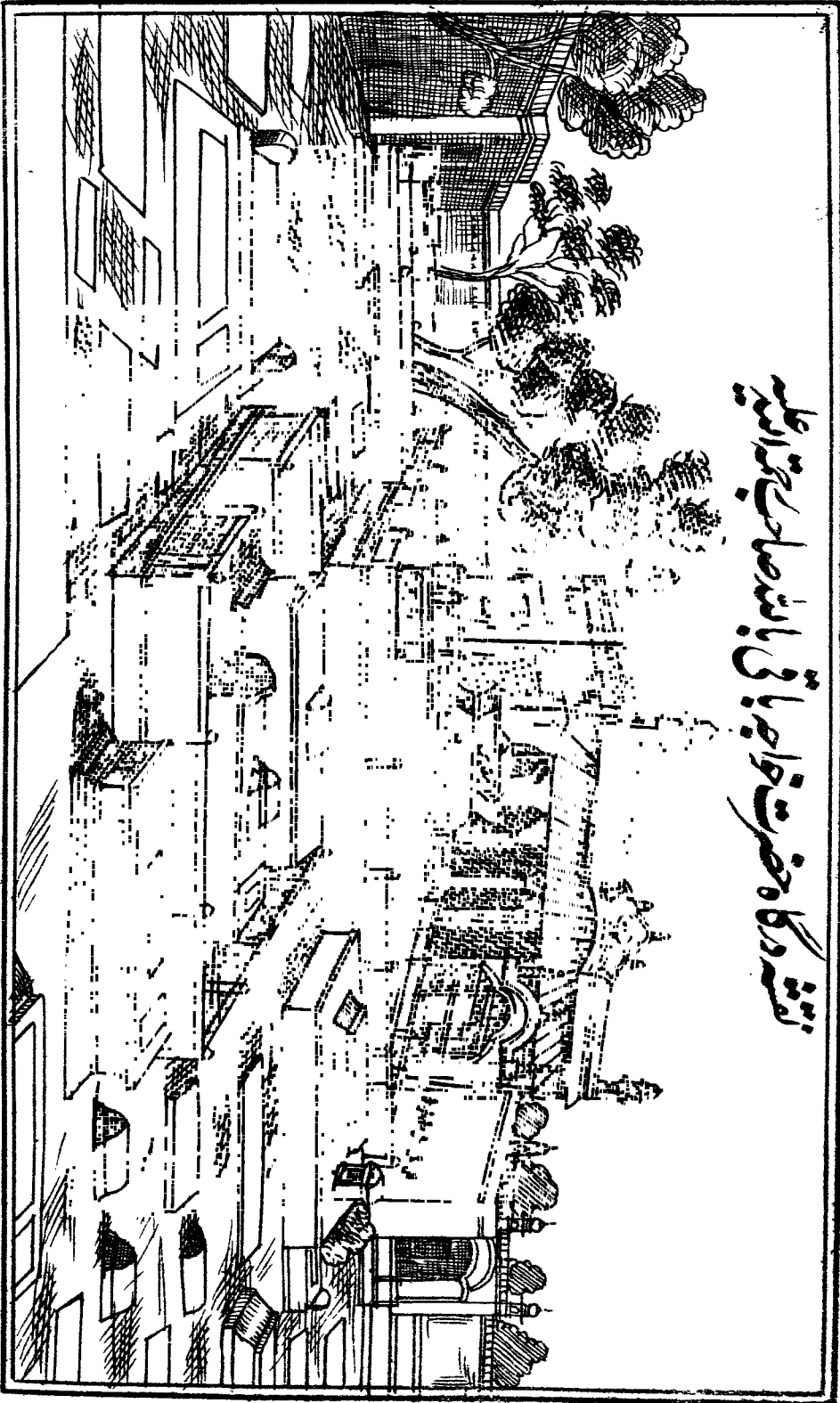
قبلہ ارباب معنی کعبۃ اصحاب دین
حامی دین نبی اکمل امام المتقین
کاشف اسرار مطلق واقف عین یقین
عوث عظیم عودۃ الوثقی اور رب العالمین
کامل عالی طریقہ مہدی راہ متین
راضی مرضی حق بزات و شان تعلیمین
نور بچون برجیش تافت از حق یقین
کے تو نام گفت صبح آن خلاصہ دہلیین
خواجگی امنکہ شد مرد آن شاہ دین
چون کمالش وصل دائم بود معنی و نشین
دان ز ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین
ہر کہ آید بر مزارش از سر صدق یقین
عاجز و عاصی بد گاہش ہی ساید جین
با نازل رحمت رضوان رب العالمین

نقل ایات سابقہ در عہد سجادہ شہیدی میر مظفر علی صاحب قلم آئم ابو العظیم سراج الدین احمد گردید

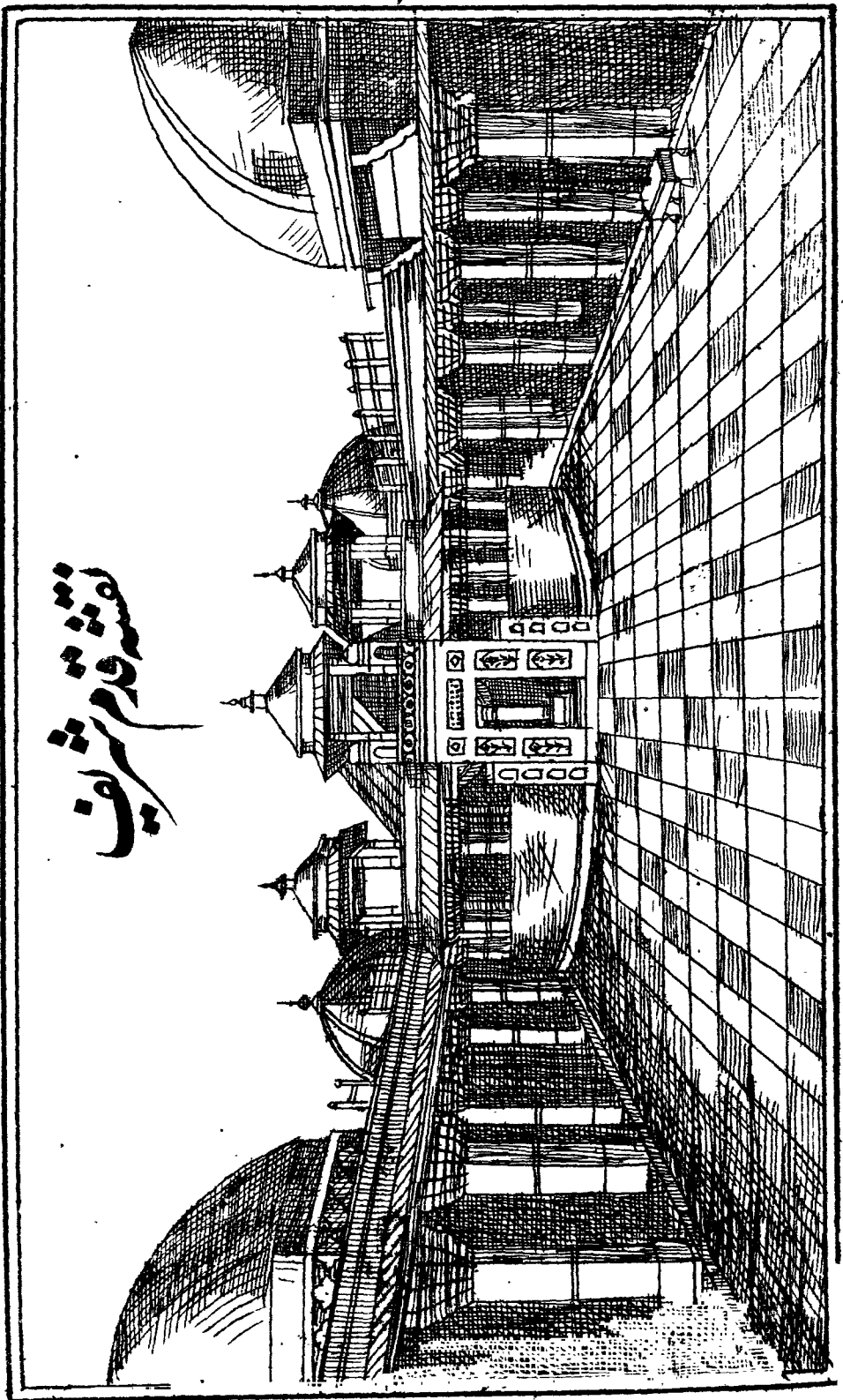
آپ کے مزار شریف سے مشرق کی جانب ایک قبر چھوڑ کر دوسرا مزار حضرت کی والدہ ماجدہ
مرحومہ کا ہوا سن ستانہ میں آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت خواجہ کلان و خواجہ خورد کے مزار
ہیں ہی جگہ نظام الدین احمد عرف شاہ جی کا فرسہ ہے جگہ جمیریدروازہ کے متصل الالب اور
چاٹری میں چھتہ مشہور ہے اور یہیں جہانگیر بادشاہ کے استاد اور مرزا منہر جانجانان کے استاد
اور حافظ قاری شاہ عبدالغریز صاحب الملقب بہ شاہ مقبول احمد قادری اور شاہ عبدالحداد
صاحب نقشبندی اور دیگر بزرگان دین کے مزارات ہیں۔

بیرون احاطہ حافظ غلام رسول صاحب ویران شاعر۔ مولوی محمد عبدالرب صاحب
اور انکی صاحبزاد مولوی ادیس صاحب اور دیگر بڑے بڑے علماء و مشائخ اور شرا کے
مزارات ہیں۔ یہیں

تشریح و گاه حضرت قاجار باقی بالله صلوات الله علیه



مشهد شریف



مولانا میر محمد ذکر یا صاحب علیہ الرحمہ

کافر بڑے آپ بہت بڑے کامل صاحب کرامات ہیں صوفی آبادانی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد ہیں پیرانِ حیرت
 محی الدین غلام رحیمانی علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے ہیں آپ کے والدہ ماجدی الدین اور ننگ ریکے نامی
 میں شاہجہان میں لائے بڑے عہدہ پر مامور ہوئے جب وہ شہید ہو گئے تو آپ صغیر سن تھے لاہور
 چلے گئے وہیں پرورش پائی۔ سن شعور کو پہنچنے کو مولانا شیخ محمد صاحب ہندی عرف شیخ جیاجی کی
 خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر سلوک طے کر کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا پھر تعلیمِ لائقین
 میں مصروف ہوئے کچھ دنوں ملازمت کی پھر تجارت شروع کی اسکے بعد وہی کی خدمت میں غیر کوئی
 تو شاہجہاں آباد میں آئے جاتے جاتے کے قریب ایک مکان لیکر کاغذی کی دوکان کی مگر گمال چھپا
 نہیں رہتا لوگ آپ کی طرف مائل ہوئے بیعت ہونے لگے بہت سے آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے
 جب وفات کا وقت قریب آیا تو سب مریدوں کو بلا کر فرمایا کہ تم لوگوں کو خدا کو جو الہ کرتا ہوں اور صوفی آبادانی
 کو اپنا جانشین قرار دیتا ہوں اور فوراً خرقہ خلافت اور کلاہ و سند صوفی صاحب کو عطا کر کے لوگوں کو
 خصت کیا اور ۹ ذیقعدہ ۱۱۸۵ ہجری شنبہ کے روز آدھی رات کے وقت انتقال فرمایا آپ کا سلسلہ
 طریقت حضرت سید آدم بنوری سے ملتا ہے اس طریق پر کہ مولانا ذکر یا علیہ الرحمہ نے خرقہ خلافت پایا
 مولانا شیخ محمد سندھی سے انہوں نے شاہ محمد قریشی عباسی لاہوری سے انہوں نے شاہ محمد لودھی سے
 انہوں نے پیر محمد خاں لودھی سے انہوں نے سید آدم بنوری سے۔ ۹ ذیقعدہ عصر کے بعد پیر
 احمد بخش صاحب متولی درگاہ حضرت شاہ آبادانی صاحب علیہ الرحمہ آپ کا عرس کرتے ہیں خواجہ صاحب مزار کے جنوبی دروازے
 سے چل کر ایک چار دیواری بن سید فیض صاحب کا مزار پر پہنچے اور وہاں آپ کا عرس ہوتا ہے۔ اسکے آگے جنوبی دروازے کے
 گوشہ میں

قدم شریف

واقع ہو۔ تاحی گرامی درگاہ ہر حقیقت میں شاہزادہ فتح خان کی قبر ہے اسکے اوپر حضرت رسالت بآب
 صلے السدی علیہ وآلہ وسلم کا نقش قدم ہے شنبہ فرور شاہ کے عہد میں آیا جب شاہزادہ فتح خان کا انتقال ہوا
 تو اسکی قبر پر سینہ کے مقابل نصب کر دیا گیا اور قبر کے آس پاس مدرسہ اور مکانات اور مسجد بنا دی گئی
 چار دیواری کے متصل ایک بہت بڑا حوض بنایا حوض یام عمارت فرور شاہ کی بنائی ہوئی ہے قبر کے چاروں
 سنگ مرمر کا کھرا لگا ہے ہر قسم کے لوگ اُسین بانی بھرتے ہیں اور یہاں کے خادم نقش قدم دھو کر

بہت ہی
 شریف

بائیں جانب کوچہ بیلا مل آگے بائیں جانب گلی سرس اس کے متصل عام گرم و سرد مسجد الرزاق و قیاض الدین اس سے آگے گلی مسجد تہوڑ خاں گلی سے باہر نکلے پر

مسجد تہوڑ خان

واقع ہے اسکے پنجے دو دو گائیں ہیں جبکی آمدنی کرایہ تقریباً سات روپیہ ہوا ہے مگر خدا جانے کون صاحب وصول کرتے ہیں اتنا سنا گیا کہ وہ پنڈت کے کوچہ میں رہتے ہیں مگر نام اور صحیح پتہ نہیں ملا مسجد کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسکی خدمت نہیں ہوتی مسجد سے آگے بائیں جانب گلی کنار فی الی اس سے آگے دائیں جانب گلی تبا شہ آگے بائیں جانب گلی سجوگی رام آگے دائیں جانب نیا بالنس آگے جا کر بھیسہ بازار کھاری باولی میں ملتا ہے۔

اب قاضی کے عوض سے اجیریدروازہ کی طرف ایک بازار رہ گیا ہے جسکو

بازار اجیریدروازہ

کہتے ہیں یہ بازار بھی بہت وسیع ہے دو فوں جاقب بڑی عمارتیں اور چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہیں اور پڑانی بڑی بڑی مالیشان جو ملیوں کے چھانگباتی ہیں۔ یہ بازار تقریباً ۷۰۰ قدم کے طول میں واقع ہے اس میں ہر قسم کے لوگ بیٹھتے ہیں مگر بچوں اور چھپیوں کی دکانیں زیادہ ہیں شروع بازار میں دائیں جانب کوچہ فتح النساء کے محاذ میں بائیں جانب کٹرہ راہ کھنے والا آگے دائیں جائیں جو ملی زمینہ یکم پھر بائیں جانب محلہ کڑوڑ ہے آگے بائیں جانب گلی کوہاں اس سے آگے دائیں جانب گلی شاہ تارا (یہ رہتہ کوچہ پنڈت میں جا ملتا ہے) اسکے محاذ میں محلہ بندوق والا آگے بڑھ کر وہیں جانب کوچہ ولوالی سنگہ آگے دائیں جانب جو ملی مصطفیٰ بیگ پھر بائیں جانب محلہ کونڈے والا ہیں چند ولال بھاری لال کا لوبے کا کارخانہ ہے اسکے محاذ میں نہیں جانب گلی ہنسی کوٹلہ والہ آگے بائیں جانب ماہورا آمد بدہ سنگہ کا لوبے کا کارخانہ اس سے آگے گلی بیلا والی سامنے اجیریدروازہ اسکے باہر متصل ہے

مسجد غازی الدین خان

واقع ہے سنگ سڑج کا باہر اسکے تین دروازے ہیں بہت بڑے اور خوبصورت اندر صحن نہایت وسیع شمالاً جنوباً اور پچیسے متحدہ حجرے دو فوں کے وسط میں ایک ایک درہ نہایت وسیع ایک درون کی چھت ہے

و پانی تبرک کے طور پر لوگوں کو دیتے ہیں اور وہ پیتے ہیں اور دُور دُور لیجاتے ہیں اور پتھر پتھر ہتھو میں لے کر خضر دل ایسکے پتے سے نجات ہے پانی قدم شریفین کا آبِ جات ہی ہر سال ۱۲ ذی الحج الاول کو دھوم دھام کا میلہ ہوتا ہے بہت لوگ حج ہوتے ہیں سنکڑوں لگاتے ہیں اور دھمال کرتے ہیں اس دیکھا کی کئی دروازے ہیں ایک دروازہ پڑیا شکار کندہ ہیں۔

نہے گم گمنان رہنا سے محمد ہایت دہندہ ہدا سے محمد
خوش آن مدرسہ منیر و بارگاہی کہ دروے باشد ثنا سے محمد
عشق شتہ در زیر یا او مسلم ہر آن کو شدہ خاکبا سے محمد
منم از سگان سگ کوے او شدہ شیروان از گدا سے محمد
اسکا مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا پانچ چھ سال کا عرصہ ہوا کہ حاذق الملک حکیم علی محمد صاحب
مرحوم و مولانا قاری حافظ محمد عمر صاحب الملقب بہ سراج الحق صاحب کی کوشش سے دو ڈوبالی
ہزار روپیہ کی لاگت سے مرت کرائی گئی قدم شریفین کے متصل ہے گلو کا ٹکڑا مشہور ہے
ایک جگہ اٹلی اوپیل اور نیم کے تین درخت برابر واقع ہیں انکے پاس کنویں کے متصل ٹوٹی سی
چار دیواری ہیں

طوطی ہند میں محمد ابراہیم صاحب ذوق

ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ بادی شاہ دہلی کے ارگتاد آرام فرماتے ہیں اور سر ہانے لگیا
کی لوح لگی ہے اُس میں یہ قطعہ کندہ ہے

اللہ اکبر

طوطی ہند حضرت اُستاد ذوق نے لی گلشن جہاں سے جو بلوغ جہاں کی راہ
سال وفات جو کوئی پوچھے تو اسے ظفر کہہ ذوق جنتی زسر بخشش ا کہ

۱۳۷۱ ہجری

آپ پھر اُس بازار میں چلیے جو کھڑکی فراشتخانہ کے نام سے مشہور ہے یہاں ہو پختے ہی پھر اسی
لال کنوین کے بازار میں آگئے۔ کھڑکی فراشتخانہ سے آگے دائیں جانب کٹرہ بٹریاں

۱۰۔ افسوس انکے شاگرد اور شاگردان شاگرد ہزاروں موجود ہیں مگر کسی کو ہر طرف بالکل ہی توجہ نہیں ہوتی کہ انکے زاری کی
دستی اور چار دیواری کی مرت کرد سے اور انکی یادگار باقی رہنے کی کوشش کرے اگر یہی خصلت ہی تو تھوڑی زمانہ کے بعد
زار کا پتہ چلا بھی دشوار ہو جاوے گا خدا کرے نصیب الملک داغ کو ہر طرف توجہ ہو کہ انکی توجہ سے انکا زار نہایت محکم لائق

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب قیلاؤ اللہ آباد یونیورسٹی رئیس دہلی سکرٹری -

خان بہادر شمس العلماء مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب - اہل - اہل - ڈی -

خان بہادر محمد اکرام صاحب اوزیری اکثر اسٹنٹ کیشنرز و مینوفیکچررز و قیلاؤ پنجاب یونیورسٹی -

خان بہادر ڈپٹی ایلی ٹیچر صاحب و ایس پریسیڈنٹ کمیٹی و اوزیری مجسٹریٹ

خان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب اوزیری مجسٹریٹ و مینوفیکچررز کیشنرز

شہزادہ مرزا آفتاب جاہ صاحب اوزیری مجسٹریٹ و مینوفیکچررز کیشنرز

نواب سلطان مرزا صاحب رئیس دہلی - جٹا نواب مرزا صاحب رئیس دہلی -

مرزا محمد علی بیگ صاحب

مرزا مولوی محمد حسین بیگ صاحب

مدیر سے آگے ٹھکانے کی ٹیکس گئی ہیں۔ بائیں طرف شاہ جی کا تالاب ترکماندوازہ ہوتی ہوئی

دہلی دروازہ چلی گئی ہے۔ - دائیں جانب نہر کے پل سے اوتر کر تہ راہہ واقع ہے۔ - دائیں ٹرک

کھڑکی و اشخانہ خواجہ باقی باسد ہوتی صدر چلی گئی ہے۔ - بائیں طرف خواجہ قطب صاحب کے جاتی ہیں

بید حارستہ پہاڑ گنچ اور دائیں طرف

درگاہ سید حسن رسول نما علیہ الرحمہ

کو چلا جاتا ہے سید صاحب کا نام تمام زمانہ میں شہور ہے۔ آپ اولیائے کبار میں سے ہیں آپ کو رسول محمد

کی جناب میں اتنا تقرب حاصل تھا کہ جبکہ چاہتے زیارت کر دیتے ہی لیے آپ کا لقب رسول محمد شہور ہو

تین سالہ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ - سال وفات اس سے نکلتا ہے (رسول نما رسول باقی شد)

آپ کا مزار ایک احاطہ میں واقع ہے مزار کے سر اٹنے یہ شعر کندہ ہے

حسن رسول نما افتخار آل حسن بولیس توئی نمانی و ثالث حنین

شاہ محمد سجد صاحب - سید ابراہیم صاحب - سید جماعت خان صاحب وغیرہ آپ کے خلفاء

ہوتے ہیں۔ - ۱۱ شہان کو آپ کا غوس ہوتا ہے آپ کے پیرو سید احمد حسن صاحب سجادہ نشین

ہیں۔ - یہی غوس کرتے ہیں۔ - نیکی و نیکوئی متوکل شخص ہیں۔

سید حسن رسول نما کی مزار کے متصل چھیلی والے باغ کے نکلے پر

حوزت جہاں نما علیہ الرحمہ

زنگ سُرُخ کے دالاں ایسی ہی شرقی جانب عربی جانب میں ایک مسجد بہت بڑی نہایت خوبصورت تمام تعمیر
 سنگ سُرُخ کی فرش بھی سنگ سُرُخ کا مسجد کے دونوں پہلووں میں کچھ صحن چوڑ کر سنگ سُرُخ کے دو
 مسجد کے جنوبی دالاں کے متصل سنگ باسی کا جائیدار محجر اسکے اندر سنگ مرمر کا جائیدار دوسرا محجر اس میں
 تین قبریں جن کا سنگ مرمر کا تو عید بیچ کی قبر نواب **عازی الدین خان** بانی مدرسہ کی جو
 سمرقند سے آیا اور گجرات کا صوبہ ہوا اور احمد آباد میں ملک عدم کو روانہ ہوا اور پھر یہاں لاکر دفن کیا گیا
 دائیں بائیں اسکے دونوں لڑکے مدفون ہیں محجر کے سامنے دالاں در دالاں بنے ہیں جو نہایت
 خوش وضع اور موزون ہیں مدرسہ صحن میں بہت بڑا حوض تھا جو بھر کر برابر کر دیا گیا ہے
 پیرسہ احمد شاہ بادشاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں بنا کر اس میں مدرسہ رکھنا پسند کیا
 اور اسکے چاروں طرف خندق کھدوا کر اسکو شہر میں داخل کر لیا غدر سے پہلے عربی - فارسی
 شاستری کے کئے مدرسہ تعلیم کیلئے مقرر کر دیئے اسکے بعد نواب **فضل علی صاحب**
 اعتماد الدولہ وزیر شاہ اودھ نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ اسکے مصارف کے لئے صاحبان انگریز
 کے سپرد کیا چنانچہ سرکار کی طرف سے ایک عمارت اس مضمون کی چھترہ کونہ ہے اور اندر کی
 جانب بیچ کے دروازہ پر لگی ہے عمارت یہ ہے۔

نہر لوج نقشے بانڈولیک جڑے عمل بانڈو نام نیک

بیا و حسنات نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علیخان بہادر شہزادہ لنگ کہ یک لک ہفتاد ہزار
 روپیہ برائے ترقی علوم اور مدرسہ ہذا واقع دہلی خاص مولد و موطن خویش بصاحبان گھنٹی انگریز بہادر
 تفویض نمودند منقوش گردیدہ در ۱۸۲۷ء۔

بیچ کے دروازہ میں دو چوکھٹیں لگا کر گرہ کی شکل بنا دیا ہے اسکو طلباء کے امتحان کا گھر قرار
 دیا ہے یہ مدرسہ کسی وقت دارالاشفا بھی رہ چکا ہے غدر کے زمانہ میں یہ بھی ضبط ہو گیا تھا عرصہ
 تک پولیس لین رہتی رہی دس بارہ برس کا عرصہ ہوا کہ عمائدین کی درخواست پر لائل صاحب کے
 عہد میں واگڈنٹ ہو گیا اور پولیس لائن اٹھا دی گئی اب اس میں **عربی سکول** قائم ہے
 انٹرنس تک تعلیم دیجاتی ہے مسلمانوں کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔

ماہواری بیچ تقریباً نو سو روپیہ ہے۔ سو روپیہ ماہوار گھنٹی مدد کرتی ہے۔ باقی فیس کے روپیہ
 اور ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ کے سود سے اس کا خرچ چلتا ہے۔
 حسب ذیل بارہ ممبر نگرانی کرتے ہیں۔

بڑے بڑے عالیشان مکانات کے نشانات قائم ہیں ایک بہت بڑی مسجد کا نہایت وسیع صحن بھجوتا ہوا ہے۔ البتہ لاٹھ بہت نامی چیز ہے اسپر بہت سی جہاز اگلی زبان اور گلے حرفوں میں کندہ ہے جو بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔ ٹھوڑی سی جہاز شاستری میں کندہ ہے مگر پورے طور پر وہ بھی نہیں پڑھی جاتی جتنے مردوں نے پڑھے جاتے ہیں انکا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(سندسری کی روایت سے ۱۲۲۰ء تک) مہاراجہ سدی پنہین سوہون لکھی لیشن انس این شاہ بہادر معز الدین کجودان عمر دراز مقیاس شرف)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ سلطان معز الدین محمد بن سام غوری نے کوہ سوا لک کے جوہندوستان کے شمال میں واقع ہونے کا یہی نام ہی زیادہ میں اس لاٹھ پر یہ عبارت کھدوادی ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ کوہ کی زبان کے پاس جوہندوستان کے شمال میں واقع ہے دو لاٹھیں پڑھی ہوئی تھیں ہندو لوگ انکی پوٹا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ پھر دونوں لاٹھیں ہمارے دیوتاؤں کے گائیں چلنے کی لاٹھیاں میں انکے ساتھ ہی یہ بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ جو وقت یہ لاٹھیں یہاں سے اٹھیں گی یا ٹوٹیں گی چھٹی پر پڑے گی فیروز شاہ نے یہ سُن کر انکے اعتقاد کو چھٹلانا چاہا اور فوراً ایک لٹھ کو ٹڑھا ڈالا اور دوسری کو یہاں رکھ دیا اسوقت سے فیروز شاہ کی لاٹھ مشہور ہو گئی یہ لاٹھ بالکل ایک پتھر کی بنی ہوئی ہے لوگ اسکو کورنڈ کا پتھر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی اسوقت اوپر موجود ہے اتنی ہی نیچے اوپر ہے یہ بھی مشہور ہے کہ اس لاٹھ کے نیچے خزانہ مدفون ہے چنانچہ خال خال سادہ مزاج لوگ اپنی جاگڑے کے اطراف کو کھودنے لگتے ہیں اور اتفاقاً پڑائی کوئی چیز مل جاتی ہے تو نہایت خوش ہوتے ہیں اور اپنے خام خیال کو بہت بچی بات سمجھنے لگتے ہیں جو جو وہ لاٹھ کا طول اڑتالیس فٹ پنہنہ اونچے ہے اور پتھر کی سٹائی دس فٹ دوسرے اسکا سر ایک طرف سے ٹوٹ گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ بجلی گری اسکے صدر سے ٹوٹ گیا بعض کہتے ہیں کہ گولہ لگا صحیح حاضراً کو معلوم ہے۔

کابلی دروازہ

آگے چلکر پڑانی دلی کا

ہے اسکو لال دروازہ بھی کہتے ہیں نہایت عالیشان دروازہ ہے تمام سنگ خارا سے بنا ہے روکار سنگ کی ہے دروازہ کے اوپر پتھر اور پتھر بہت خوبصورت ہے یہ دروازہ فیروز شاہ کی بسائی ہوئی

دلی کی نشانی ہے اسکے متصل

ہے یہ حقیقت میں پڑانی دلی کی سرحدی خزانہ کی بنیادی تختی (جو جہانگیر کے وقت میں بنجایا گیا تھا اور

کا مزار ہے زبانی اوصاف بہت کچھ سننے میں آئے ہیں مگر آپ کے حالات کن ولادت کن وفات وغیرہ کا پتہ نہیں چلا آسے آگے چٹکیاں ہیں اور دھوبیوں کے کھاٹ میں کورا کپڑا دھلتا ہوا ہے اگر

بھولی بھیساری کا محل

ہے جو ایک بھاڑی پر واقع ہے اسکو بھولا ناں پٹھان نے بنوایا تھا عوام الناس اسکو بھولی بھیساری کا محل کہتے گئے کسی زمانہ میں بہت خوبصورت ہوگا مگر اب کھنڈر پڑا ہے شہر کے تمام برہمن جو علم نجوم سے واقفیت رکھتے ہیں ابجگہ ہوا دیکھنے کو جلتے ہیں اور ایک جھنڈا گاڑ کر ہوا دیکھتے ہیں ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں بہت بڑا میلہ ہو جاتا ہے اس میلہ کو پون پرکشا کا میلاد کہتے ہیں اسکے جانب غرب سامنے۔

حداثا علیہ الرحمہ

کا مزار ہے آپ کا نام آپ کے حالات کسی جگہ سے دستیاب نہیں ہوئے مگر کرامت اور ولایت نام ہی معلوم ہوئی ہے اتنا ثابت ہوا ہے کہ آپ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں تھے غالباً ان تینوں حضرات کا قریب قریب زمانہ ہے

شاہجہان آباد کی سیر ختم ہو چکی اب

پُرانی دلی

کی سیر فرمائیے صرف دو متبرک مقاموں کی حاضری باقی ہے انکے ذیل میں اور بھی برگزیدہ آستانے یا مقامات نظر سے گزر جائیں گے اول حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کی زیارت سے شرف ہونا ہے اسکے بعد حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے دربار سے فیضیاب ہونا ہے چونکہ ہماری نسبت سے حضرت شیخ المشائخ قریب ہیں ایسے پہلے اس آستانہ پر حاضر ہونا چاہیے۔ دلی دروازہ سے سلطان المشائخ کو درستہ جاتا ہے دروازہ سے نکلنے ہی بائیں ہاتھ دریا کے کنارہ

کوٹلہ فیروز شاہ

واقع ہے جہاں بیت اور بنی ایک ٹھہ ہے اسکو فیروز شاہ کی لائٹھ کہتے ہیں غالباً یہ عمارت شہ عہدِ بھری زمانہ فیروز شاہ میں بنی ہے کسی زمانہ میں بہت خوبصورت عمارت ہوگی اسوقت نہایت خراب ٹوٹی پڑی ہے

جانب مشرق
بیت اور بنی
کوٹلہ فیروز شاہ

خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کی زیارت کو تشریف لاتے تو آپ ہی کی خانقاہ میں پھرتے۔ یہ خانقاہ اب جگہ لاپتہ
 واقع تھی بہت بڑی عمارت تھی جہاں بالکل نیچے کو چلتی تھی گاؤ گاؤ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیا
 بھی خانقاہ میں تشریف آدر و نشانہ مجتہدین ہوتیں۔ نقل ہے کہ جو وقت مولانا حسام الدین ادری
 خلیفہ شیخ جمال نسوی دہلی ہو کر واپس پیر کی خدمت میں پہنچے تو شیخ نے پوچھا کہ آن بار سفید چاکو نہ
 یعنی شیخ ابوبکر طوسی کا کیا حال ہے یہاں حج کا ارادہ ہو چکا تھا اور مولانا حسام الدین کو اسکی اطلاع
 تھی اور شیخ طوسی نے پیام بھی دیا تھا کہ شیخ جمال سے ہمارا حج کا ارادہ ظاہر کر دینا لہذا مولانا حسام
 الدین نے عرض کیا کہ او قصد حج دارد یعنی حج کا ارادہ رکھتے ہیں شیخ جمال نے وہیں سے مولانا کو قاف
 بھیجا اور فرمایا کہ تمہارے پیچھے میں بھی آتا ہوں اور یہاں کھڑا ہوں کہ مولانا کے حوالہ کی تہ باعی
 مر پائے ترا سرم نہ شمار اولی تر بجز چہ بود بلکہ ہزار اولی تر
 در غار وطن ساز چو بوبکر از انکہ بوبکر محمدی بغار اولی تر
 آپ کے مزار کے مقابل سلطان جی جاتے ہوئے شکر سے دائیں طرف چار دیواری میں

شیخ نور الدین ملک یار تیران

کا پختہ مزار ہے آپ بہت بڑے عارف کامل صاحب کرامات ہیں لارنگے پہنے ملے ہیں سلطان غیاث الدین
 بلبن کے زمانہ کے مشائخ میں سے ہیں حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ آپکے روضہ پر حاضر ہوا کرتے تھے
 چونکہ زمانہ لما جلتا ہے اسلئے زیارت بھی کی ہوگی مگر کسی کتاب میں لقا مذکور نہیں۔ سیر الاولیاء میں حضرت
 سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ میں ایک روز مسجد کبلہ کھڑی میں نماز کیلئے جاتا تھا تو بہت چلتی تھی
 ادھر میرا روزہ ادھر تو۔ تنگ ہو کر ایک دوکان پر بیٹھ گیا اور پر خڑہ دلیس گذرا کہ آج کوئی سواری ہوئی
 اسپر سوار ہو کر مسجد چلا جاتا اسکے بعد فوراً ہی سعدی کا یہ شعر یاد آیا

ما قدم از سر کینم در طرد و ستاباں راہ بجائے نبرد ہر کہ با قدام فست
 میں نے اس خڑہ سے توبہ کی تیں دن کے بعد شیخ ملک یار تیران کا خلیفہ ایک گھوڑی لایا کہ اسکو قبول کیجئے
 میں نے کہا کہ تو درویش آدمی بھلا تجھ سے کس طرح قبول کر لوں اُس نے کہا کہ تیسری شب ہے کہ میرے شیخ
 ملک یار تیران نے مجھ کو خواب میں فرمایا ہے کہ شیخ نظام اولیا کو ایک گھوڑی دے آ۔ میں نے کہا کہ تمہارا
 ہی پیر نے تو فرمایا ہے میرے پیر نے تو نہیں فرمایا کہ میں لیلوں وہ اُس وقت تو صلے گئے۔
 اُس کے بعد پھر لائے تو میں سمجھ گیا کہ پھر خدا ہی کا فرستادہ ہے میں نے وہ گھوڑی قبول کر لی

قصبہ فریاد وجود ملی سوارہ میل کے فاصلہ پر آباد ہلاوی کا بسایا ہوا ہے جو وقت آئی ویران ہوئی سرسبز کھجی ویران ہو گئی عالمگیر شاہ عالم کے زمانہ تک بالکل خراب ہو گئی تھی انگریزی عمارتیں ہوئی تو انہوں نے جیلخانہ کے لیے اس سے بہتر کوئی موقع نہ پایا لہذا اسکی مرمت کر کے جیلخانہ قائم کر دیا پھر اسکے متصل بنا جیلخانہ اور ہسپتال بنایا اور سنہ ۱۹۰۳ء سے ایک مدرسہ اسکے متعلق قائم ہوا ہے جو نابالغ لڑکے قید ہوتے ہیں انکو دستکاری۔ جیسے زرودزی۔ موچی۔ بڑھی۔ دوزی وغیرہ کا کام سکھایا جاتا ہے تا سن بلوغ انکو وہاں رکھا جاتا ہے۔

سید نبیات خان

(اور ایک جو ملی کے کھنڈرات موجود ہیں) نبیات خان ذات کا راجپوت تھا اور شاہ جہاں بادشاہ کے ساتھ ہو کر جہانگیر کو قید کر دیا تھا اخیر عمر میں شہید ہو کر مراد اسکے قبر شاہ مرداں میں موجود ہے اس جگہ کو یہی کہتے ہیں بھی کہتے ہیں غدر سے پہلے اور کچھ بعد بھی اچھک شہزادے اور شہر کے رئیس تنگ بازی ہرجہ کو کیا کرتے تھے۔ اس جگہ کے سامنے شرقی اور جنوبی گوشہ میں

شیخ محمد صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

کے مزار کا گنبد نظر آتا ہے آپ حضرت شیخ ابراہیم رامپوری قدس سرہ الغریب سے مجاز تھے آپکو دنیا سے بالکل لگاؤ تھا اخلاق و خاکساری بدرجہ کمال رکھتے تھے گوشہ نشینی زیادہ پسند تھی۔ صحبت عوام سے بہت گھبراتے تھے اکثر تنہا رہتے تھے۔ بارہ برس تک خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی رٹوں کی جاگڑ کشی کی رات اور دن عبادت اور وظائف میں مصروف رہتے کھانا اور بنا بقدر ضرورت کام میں لاتے۔ عالمگیر نواسد مرقدہ کا بیٹا محمد معظم شاہ آپکے بھائی و جہ عقیدت رکھتا تھا سنا جاتا ہے جس جو پترہ پر آپ کا مزار ہے آپ کے اور آپ کے خاص عقیدت مندوں کے دست مبارک کا بنایا ہوا ہے ۲۲ مرحوم کو شاہ میر حسین صاحب آپکا عرس کرتے ہیں شاہ صاحب ہی اچھک کی توتلی اور مالک ہیں۔ اچھک کو شیخ محمد کی باتیں کہتے ہیں و جہ بیان کرتے ہیں کہ اس جو پترے کے متصل ایک تالاب تھا جس میں آپ حضور فرمایا کرتے تھے اوسکو باتیں کہتے تھے اسی سبب یہ جگہ بھی باتیں کر کے مشہور ہو گئی۔ آگے چلکر مابین جانب متصل قلعہ ہندون کی سہ دری کے جنوب میں بلند ہی پر۔

شیخ ابوبکر طوسی حیدری

کا مزار پر آپ قلعہ میر شہر کے تھے شیخ جمال الدین بانسوی سے نبیات خان تھا تھا حتیٰ کہ شیخ جمال الدین بانسوی سے

خوبصورتی سے لگایا ہے کہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے ہر محراب اور گوشہ پر خط نسخ اور کتب خط کوفی میں آیات قرآنی کندہ ہیں صحن میں شمن حوض ہے مگر خراب ہے ہر مسجد کے چھت پر جانے کا راستہ بھی عجیب قطع سے بنایا ہے دیواروں میں عمدہ عمدہ شمن بنائے ہیں۔ اس مسجد کی چھت لداؤ کی ایسی خوبصورت بنائی ہے کہ نگاہ اوٹھانے کو دل نہیں چاہتا۔ یہی طبیعت چاہتی ہے کہ اس کو دیکھنے جاؤ۔ چھت کے اوپر صرف ایک گنبد رہ گیا ہے۔ کسی زمانہ میں گنبد کے ادھر او دھر دو چھتریاں تھیں جو اب ٹوٹ پھوٹ گئیں اور دوسری موجودہ عمارت

شیر منڈل

شیر منڈل کا طہر بنانا۔ سنگ مرخ کی عمارت ہے۔ اور جانکا جنوب رو یا دروازہ ہے۔ پنج میں ایک کمرہ سا بنایا ہے چاروں طرف بہت تلی غلام گردش ہے۔ اوپر ایک بڑی ہے اسکا شرقی دروازہ ہے اوپر چڑھنے سے دریا اور جنگل کی عجیب و غریب کیفیت معلوم ہوتی اور سیر دکھائی دیتی ہے۔ جنگل کے سبزے کا لہلہانا اور دریا کی لہروں کا نظر آنا اور ہوا کا سرسرا آنا اور جو طرف میدان کا مثل کٹورہ کے دکھائی دینا اور سبز سبز درختوں کا نظارہ عجیب لطف دکھاتا ہے بیٹھنے کے بعد اٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔

اسکو شیر شاہ نے اپنے عہد حکومت میں بطور سیرگاہ کے تعمیر کرایا چنانچہ شیر شاہ کے حال اسکا ذکر آچکا ہے پھر نصیر الدین ہایون بادشاہ نے اسکو کتب خانہ قرار دیا اور کئی کئی محال بنیے بھی پر کیا کرتے تھے چنانچہ بڑی کچھ کے تعمیر کیے علم ریاضی کی نقوش بھی تک موجود ہیں ایک روز بڑی میں تشریف رکھتے تھے کہ مغرب کی اذان ہوئی آپ نے بیٹھ کر اذان سنی اور دعا پڑھی جماعت کے واسطے بچے آنا چاہا جریب زور دیا کٹھے اتفاقاً جریب طبری پھسلی اور بچے ان پڑی گئی دن بعد انتقال کیا۔ ہایون شاہ نے اقامت پر لے قلعہ سے نکلا آستہ ہایون کے مقبرہ اور عرب سے من جانا ہے خواہ ادھر کو چلے ورنہ اسی بچہ شرک پر تشریف لے گئے۔

لب شرک و این طرف قلعہ کے عین محاذ میں ایک نہایت خوبصورت عالی شان سنگ مرخ کا ایک

مسجد و مدر

دروازہ
کا نظر آتا ہے تاکہ بڑی مسجد اور طرف دو منزلہ حجر سے لداؤ کے ٹپے ٹپے موجود ہیں جسکی خیر المنازل تاریخ ہے۔ اکبر بادشاہ کی انانے جکانام ماہم انگہ نام تھا
ایسی مسجد اور سیر شاہ میں تعمیر کیا تھا۔ مسجد کے بیچ کے در کی پتالی پر مصافحہ

۱۲
اسکی شان لفظ سے لانا خطی

تاریخ انتقال ہولی

اسکے بعد سے ہمارے ہاں گھوڑی ہی اور کبھی موقع نہیں آیا کہ سواری نہ ہو۔
 لکھا ہو کہ جو وقت ملک یار پیران دہلی میں آئے تو اسی جگہ قیام کیا جہاں ہوقت خزاہے شیخ ابوبکر طوسی
 زمانہ میں صاحب خدمت تھے انھانے تنازع ہوا ملک یار پیران نے کہا کہ تجکو میرے پیرنے بھیجا ہے
 شیخ طوسی نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تمہارے پیرنے تمکو یہاں بھیجا کوئی خط کوئی محضر کچھ
 دکھاؤ تو ہم تسلیم کریں انکے پیر کا مقام بہت دور دراز تھا وہاں جانا اتنا بھی بہت ہی دشوار تھا
 مگر ملک یار پیران ان کی آن میں خط لیکر واپس آگئے گویا ایک نماز میں گئے دوسری میں آگئے
 شیخ ابوبکر طوسی نے فرمایا کہ تم بھی یار ملک پیران ہو اسی روز سے ملک یار پیران مشہور ہو گئے۔ اور
 اسی جگہ شیخ ابوبکر طوسی کی خانقاہ یعنی موجودہ مزار کے مقابل مدفون ہوئے نہایت با عظمت
 اور باہمیت جگہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ پر یون کا مقام ہے۔ آگے چل کر بائیں ہاتھ

پُرانا قلعہ

واقع ہے۔ بہت پُرانا قلعہ ہے اس کا مفصل حال بادشاہوں کے واقعات کے ذیل میں
 گزر چکا ہے۔ اجاؤن کے وقت میں اسکا نام اندر میت مشہور تھا پھر شیر شاہ کے وقت
 میں شیر گدہ کے نام سے موسوم ہوا۔ ہمایوں بادشاہ نے اسی تعمیر لائی تو دین پناہ نام رکھا۔
 اس وقت جو کچھ عمارت موجود ہے ہمایوں کے زمانہ کی ہے اسکے تین دروازے بڑے اور ایک
 کھڑکی نامی ہے اسکے علاوہ اور بھی کئی کھڑکیاں ہیں ایک دروازہ جو شمال غرب کی طرف
 واقع ہے بت سے بند ہو لوگ اسکو طلاقی دروازہ کہتے ہیں۔ اسکی توجہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
 اس دروازہ سے فوج کشی ہوئی اور دروازہ بند کر دیا کہ اگر بغیر فتح کئے آکر گھولیں تو انہر طلاق
 مگر پھر فتح ہوئی دروازہ اسی طرح بند رہا مگر پھر معلوم نہیں کہ کس بادشاہ کے زمانہ میں دروازہ
 بند ہوا اس قلعہ کی تمام فیصل سنگ خارا کی نہایت مضبوط اور عریض بنی ہوئی ہے۔ کسی زمانہ میں
 بہت خوبصورت ہوگی مگر اب جا بجا سے ٹوٹی ہوئی ہے۔

قلعہ کے زیر فیصل غرب کی جانب مسلمانوں کا قبرستان واقع ہے۔ آیام عذر میں اکثر شہر کے معزز
 یہاں دفن کئے گئے ہیں۔ اندر نیندار لوگ آباد ہیں۔ پچھلی عمارتوں میں سے صرف دو عمارتیں
 باقی ہیں ایک

جکو نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے قلعہ کے ساتھ تعمیر کرایا نہایت خوبصورت خوش قطع خوش ضمن
 بنی ہے پانچ درہن تمام مسجد سنگ خارا کی بنی ہے یہ کار میں سنگ شخ اور سنگ مرمر اس

یہ کتبہ کندہ ہے۔

بہوران جلال الدین محمد
 جو ہم بیگم عصمت بنا ہے
 دلی شد ساعی این بقعہ خیر
 شہاب الدین احمد خان نادل
 زہے خیرات این بقعہ خیر
 کہ شد تاریخ او خیر المنازل
 اس مسجد کے متصل جنوب کی جانب میدا کچا رستہ نومحلہ کو جا رہا ہے اس طرف چلئے۔ ریل کی طرف سے آگے بائیں طرف دختون کے ٹھہرٹ میں ایک چھوٹی سی چار دیواری سفید نظر آتی ہے اس میں

بی بی فاطمہ سامحہ علیہا

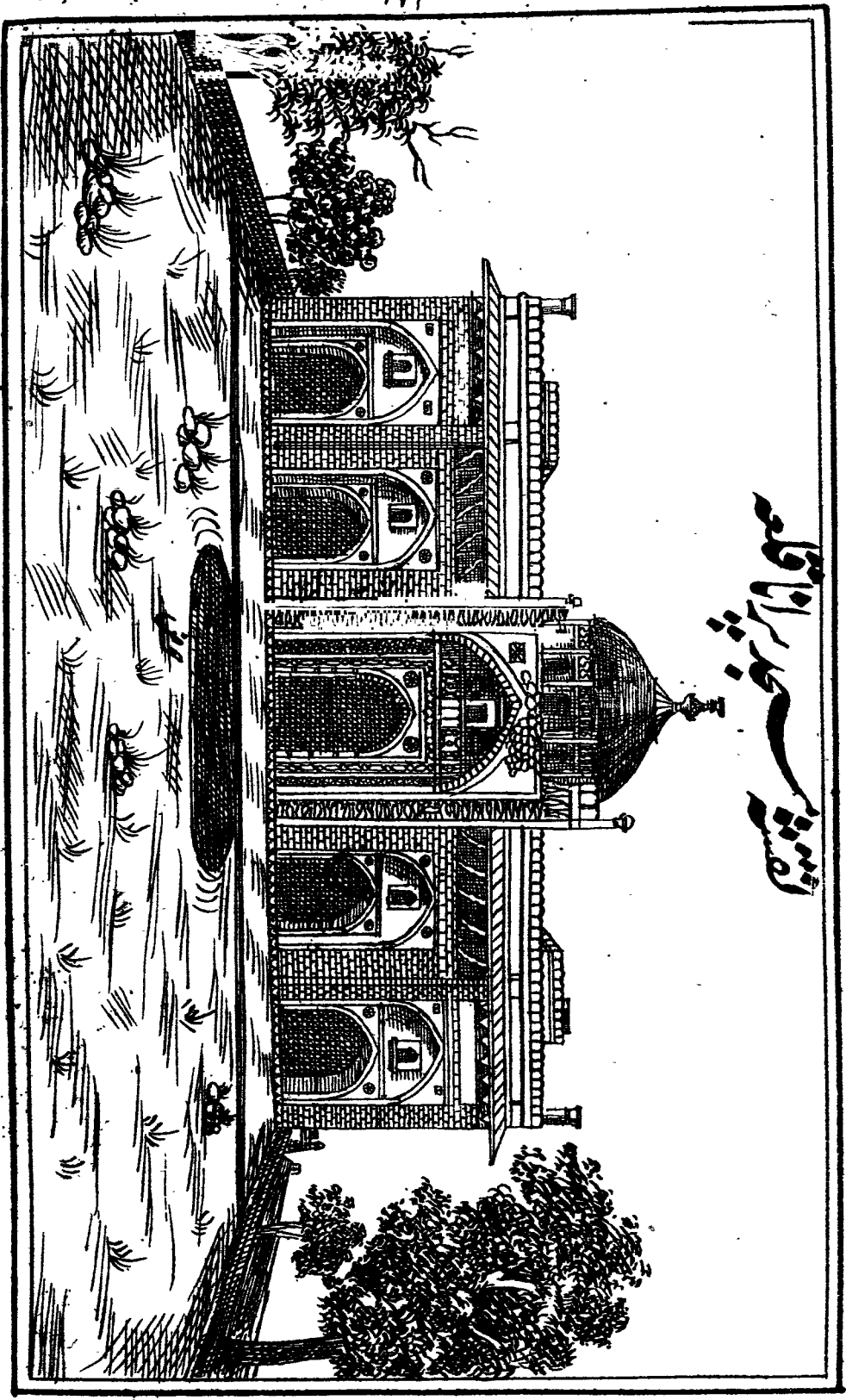
کا مزار ہے اولیاء الدین سے ہوئی ہیں شیخ فرید الدین گنجشک علیہ الرحمہ ان کو بہن کہا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ کے روضہ میں ذکر و مشغل کیا کرتے تھے اس وقت محام انکو بی بی شام اور بی بی صاحبہ کہتے ہیں بعض لوگ حضرت سلطان المشائخ کی پیر بہن بھی بتاتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ حضرت گنجشک سے مرید بھی ہو گئی۔ اور شہبان اعظم کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

اب اسی کتبے رستہ سے نومحلہ تشریف لے جائے۔ اور حضرت مولانا

شیخ ابوالرضا محمد علیہ الرحمہ

کی زیارت سے مشرف ہو جائے آپ حضرت مولانا محمد و مناشاہ ولی اللہ صاحب تھے دہلوی کے عم بزرگوار ہیں مشائخ سوری اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے آپ اپنے بھائی یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سات برس بڑے تھے آپ نے علم ظاہری مولانا حافظ بصیر صاحب علیہ الرحمہ سے جو شاہ جہان بادشاہ کے زمانہ میں بہت عمدہ عالم تھے اور حضرت مولانا خواجہ خرد جو حضرت مولانا خواجہ محمد باقی بامد علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ تھے حاصل کیا آپ کو علم حدیث اور تفسیر نہایت مستحضر تھا اگر آپ کو خاتم المحدثین و المفسرین کہا جاوے تو بھی بجا ہے۔ علم و عمل و فضل و اکمال اور تجرید و تفرید اور حلم و کرم توکل و شفا آپ کی ذات پر ختم تھے اور تمام حالتوں میں سنت پر عمل کرنا طریقہ اس طرح اختیار کیا تھا کہ اچھے اچھے لوگ دماغ قدم نہ رکھ سکیں غرض کہ آپ کی ذات و صفات اور کمالات و باطنی ایسے تھے کہ جنکا کچھ حد و حساب نہیں ہزار ہا آدمیوں کو آپ سے فیض ہوا اور طرح طرح کا فیض ہر ایک کو آپ سے ملا۔ اگرچہ آپ کی درگاہ عمدہ نہیں بنی ہوئی ہے مگر فیض سے ملو ہر مکان کو مکین سے شرف ہو اور شرف المکان بالکین ایسے جگہ صادق ہے آپ نے

سوره یوسف



ہے اس سجدہ کو کنگہہ ہجری میں سلیم شاہ کے عہد میں عیسیٰ خان حجاب نے بنایا ہے جو شیر شاہی میروں میں سے تھے چونے اور سنگِ خارا سے اپنی ہوئی ہے اور محراب میں سنگِ سُرخ لگا ہوا ہے اس میں سجد میں ایک کونان بھی ہو کر ایسا ہی موقع بنا ہوا ہے کہ سارا جو ترہ سجد کا اور ایک ڈر خراب ہو گیا ہے اسکے نماز میں مشرق کی طرف

مقبرہ عیسیٰ خان

کا ایک بُرج ہے اور گرداوسکے غلام گردش کے طور پر عمارت بنائی ہے مقبرہ ہشت پہل اور خوبصورت ہجری تمام عمارت سنگِ خارا اور چونے سے بنی ہوئی ہے لیکن اوپر کی بُرجوں کے ستون سنگِ سُرخ کے ہیں بُرج کے اندر مغرب کی طرف ایک پتھر پر کتبہ کندہ ہے اسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت خود ہی عیسیٰ خان حجاب نے سلیم شاہ کے زمانہ میں ۹۷۰ ہجری میں بنوائی ہے اس مقبرہ میں کئی قبریں ہیں اور عیسیٰ خان حجاب کی بھی کسی میں قبر ہے عرصہ سے اس میں کین لوگ رہتے تھے اب گورنمنٹ نے اون کو اٹھا دیا ہے اور چار دیواری اور عمارت کی درستی ہو رہی ہے۔ اس جگہ کو عیسیٰ خان کا کوٹہ بھی کہتے ہیں۔ مقبرہ پر پتھر عمارت کندہ ہے۔ بُنا کردارین روضہ جنت نہاد در عہد دولت اسلام شاہ شہینشاہ خلد ملکہ و سلطانہ مسند عالی عیسیٰ خان ابن میان انخوان حجاب خاص تاریخ ہنصد و نچاہ چہار از ہجرت اس کوٹہ کے پاس

عرب سراے

ہے اسکا دروازہ نہایت عالیشان اور خوبصورت ہے یہ عرب سراے ۱۰۷۰ ہجری میں بنی ہو جا ہی سلیم ہالیوں بادشاہ کی بیوی کی بنوائی ہوئی ہے سلیم کی عالی ہمتی تحسین کے قابل ہے کہ حرمین شریفین کے تین سو عرب کا اور نذر العیال طلب سرباری کیا جن میں آدمی سادت میں سے تھے اور سو آدمی مشائخ کبار میں سے اور سو عوام الناس جو انکی خدمت کرتے تھے اور سب کو یہاں لاکر آباد کیا اور انکے لئے یہ سراے بنائی اسکے تین دروازے ہیں ایک یہی جو ہالیوں کے مقبرہ کے متصل ہے دوسرا دروازہ اور جو شکستہ ہو رہے ہیں اس وقت اسکو ایک جھوٹا ساتھ سمجھئے یا گاؤں کیئے ایسے سب قسم کے لوگ رہتے ہیں ایک دو گھر سادات کے باقی ہیں گورنما غریب زمیندار لوگ آباد ہیں۔ عرب سراے کے سرکاری شرفی دروازہ کے پاس

ایک منڈی

تھے کھانے پھانے کی چیزیں ہیں چھارتی تھیں جہکانشان نہیں نام ہی نام باقی ہوا منڈی میں ایک

۱۔ مرحوم الہرام اللہ ہجری میں وفات پائی اچھی تاریخ وصال آفتاب حقیقت ہجری صنی اللہ علیہ وارضاه و جلالہ
 متوالہ علاوہ آپ کے مزار مقدس کے اور اچھی اہل و عیال اور دیگر بزرگان خاندان کی قبریں ہیں۔
 اب اس طرف دو مقام اور دیکھنے کے قابل ہیں انکو دیکھ کر پھر نختہ سڑک چلیے اور مقبرہ ہایوں وغیرہ پہلے جگہ
 کر کے پھر اطمینان اور خلوص سے حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کی درگاہ میں حاضری دیجئے حضرت
 بی بی فاطمہ سام کے مزار کی تھوڑی دورا کے جانب جنوب۔

لال سنگ

ہے یہ عمارت نصیر الدین ہایوں کی کسی حرم کے دفن ہونیکے واسطے بنائی تھی بعد اسکے جشاہ عالم بادشاہ کی
 والدہ لعل کا انتقال ہوا تو اسکے پاس ایک چھوٹے گنبد میں انکو دفن کیا جب سے اس جگہ کو لال سنگ کہنے
 لگے اور دوسرے گنبد میں سلیم جان زوجہ مزار کھو دفن ہیں یہ دونوں سب سنگ مرمر سے بہت عمدہ بنی ہوئی ہیں
 انکے صحن میں دو محلے ایک نقاب فتح آبادی اور دوسرا مزار ابلاتی کا ہے اس عمارت کو بنی ہوئے تقریباً ایک سو
 تیس برس ہوئے۔ اس جگہ بیت سے خاندان تیموریہ کی قبریں ہیں چنانچہ سلطان برویز۔ مرزا دارا
 ولیعہد کے بھائی کی اور مرزا داؤد کی اور بہادر شاہ بادشاہ کی بیویوں کی قبریں ہیں۔ اسکے متصل ہی

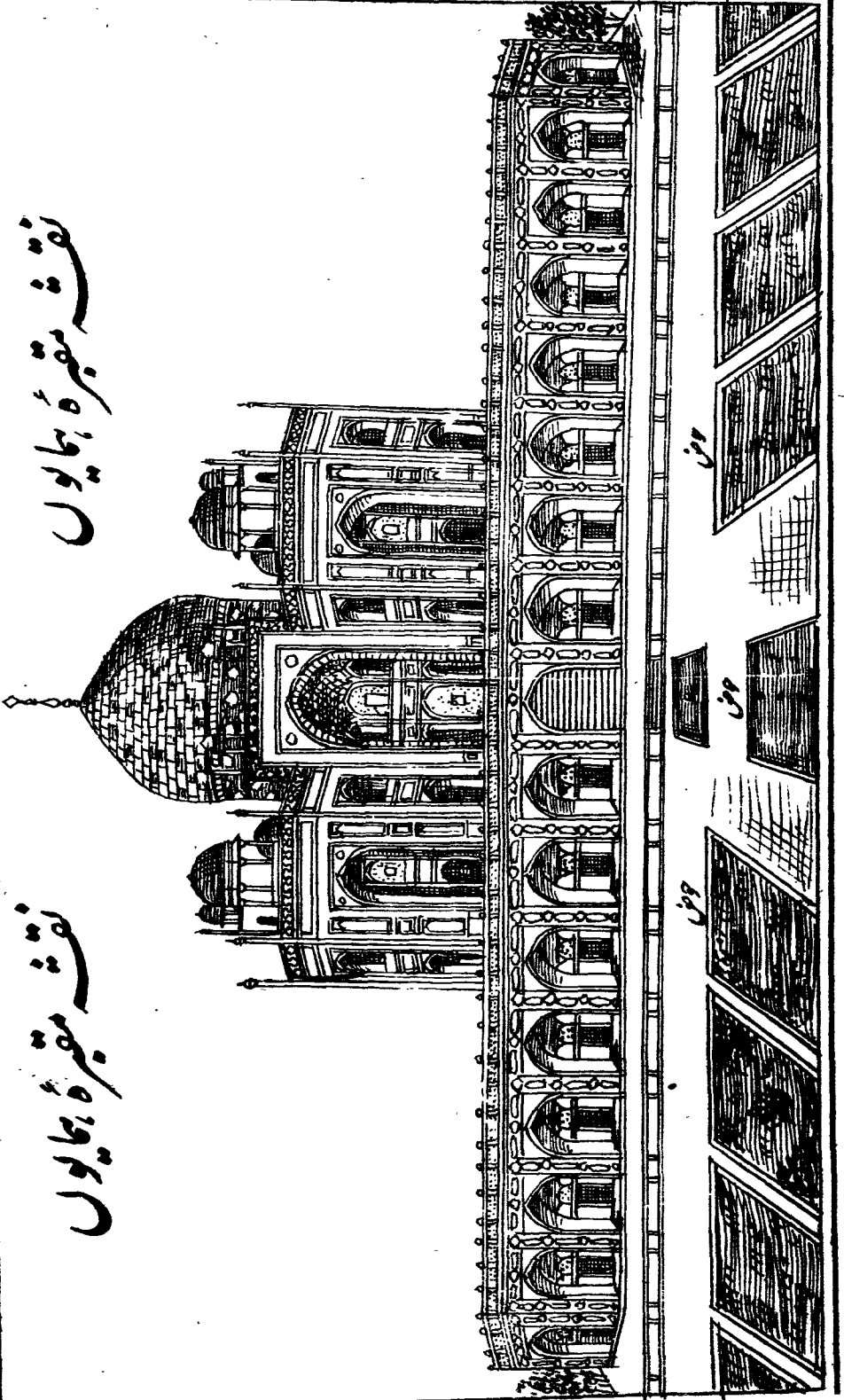
مقبرہ سید بدر رحمۃ اللہ علیہ

کا ہے جو نے کانپور ہوا اور پھر کہیں کہیں چینی کا کام بھی نظر آتا ہے سید عبدالخان۔ خان دوران خان کے
 رفیقوں اور دارالہماموں میں سے تھے کسی لڑائی میں شہید ہوئے یہاں دفن کئے گئے بعض لوگ ان
 کو شہید صاحب کی درگاہ بھی کہتے ہیں اسکا دروازہ بہت شان دار ہے اوپر سردی بہت عمدہ بنی
 ہوئی ہے کسی زمانہ میں اسکے صحن میں نہیں اور حوض بنے ہوئے تھے اب اٹا کر ٹوٹ چھوٹ گئے ہیں
 تمام عمارت بے مرمت بڑی ہے نہ وہ شان ہے نہ وہ رونق ہے فاجعہ دیا اولی الابصار۔
 اب سڑک نختہ پر آئے۔ انکے ہنر کا پل آتا ہے پل سے ورے جو راہ ہو گیا ہے ایک تو یہی راستہ آتا ہے جسکو ہم
 چلے آ رہے ہیں دوسرا مغرب کی طرف حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کی درگاہ کو جاتا ہے یہ سبھی
 سڑک جنوب کی طرف بارہ پلا اور درگاہ سید محمد بھار رحمہ اللہ کو چلی گئی ہے بائیں طرف مشرق کی جانب سبھی
 سڑک مقبرہ ہایوں کو جاتی ہے تھوڑی دیر کے دائیں طرف موڑ سے ورے چار دیواری کے اندر

سید عیسیٰ خاں

نقش مقبرہ ہمایوں

نقش مقبرہ ہمایوں



مسجد اور شہر چھایا اور کنواں تھا مسجد کا تہ نہیں ہاں کنواں موجود ہے اس مندری کو مہر یا کن
آغا نے جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں بنایا تھا عسبرے کے پاس بسوٹرک۔

ہمایون کا مقبرہ

ہے شاہجہان آباد سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ہمیں ہمایون بادشاہ کی قبر ہے اسکی عمارت
قابل دید ہے سنگ مرمر اور سنگ مرمر سے بنی ہوئی سنگ مرمر وہ لطیف کردار شاہجہان کے آگے دریا
نجات میں ڈوبا جاتا ہے سنگ مرمر وہ نادر کہ گلاب کی پنکھڑیوں پر شرف لجاتا ہے برج خالص
سنگ مرمر کا ابا خوبصورت کہڑے زمین پر اپنا نظیر نہیں رکھتا اسکا چمن بہایت دلکش۔ مکانا
دلربا مرمر مرمر مرمر میں سفید دہریاں عجیب عالم دکھاتی ہیں رنگ رنگ کے پھول بونٹے
پتھر کی پھول پنکھڑیاں دل لہجاتی ہیں۔ کسی زمانہ میں بہت کچھ آراستہ تھا۔ چاروں طرف جو
آستے حوض ہیں پہلے اوں میں نہریں جاری تھیں نوآرے چھوٹے تھے پانی لہراتا تھا۔ چمن لگے
تھے پھول کھلے تھے اب بھی اسکی آن بان سب سے زالی ہے۔ یہ عمارت سنہ ۱۵۶۵ء ہجری میں نواب
حاجی بیگم ہمایون بادشاہ کی بیوی کی سہی سے بنی شروع ہوئی اور سولہ برس کے عرصہ میں پندرہ
لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوئی۔ اس مقبرہ کی کرسی میں بستے درہیں سب میں بادشاہی خاندان
کے لوگ مدفون ہیں۔ مجددہ بیگم لقبہ بہ مریم مکانی جلال الدین اکبر کی ماں یعنی حاجی بیگم زوجہ
ہمایون اور عالمگیر ثانی۔ ترخیر۔ دالاشکوہ۔ وغیرہ سب اسی مقبرہ میں دفن ہوئے ہیں۔
گو اسوقت پہلے سی رونی اور اگلے سامان کہاں پسر میں مگر پھر بھی نہایت پُر فضا مقام ہے چنانچہ
کسی شاعر نے اس عمارت کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے

پر کہ میر خواہد کہ میند شکل فردوس بریں گویا این قصر و این باغ ہمایون را بہیں
اسکی مثال کی طرف چادر گرنے کے مکان اور حوض اور بہروں کے خواروں کا خزانہ بنا ہوا ہے۔ اس
چادر دیواری کے اندر شرق کی طرف ایک مقبرہ سنگ مرمر کا خوبصورت بنا ہوا ہے اور اس میں دو قبریں
ہیں کسی تاریخ سے تہ نہیں چلتا کہ یہ مقبرہ کس نے بنایا اور پھر قبریں کس کی ہیں مگر یہ چھوٹی سی عمارت
دیکھنے کے قابل ہے۔ مقبرہ ہمایون کے دو دروازے ہیں ایک جنوب کی طرف دوسرا مغرب کی طرف۔ ہمیں
نہایت عمدہ محقر مکانات بنے ہیں ہر مکان میں ہائیکا جوارات ہے دو دروازے سنگ مرمر اور سنگ مرمر سے بنائے گئے
اور فضیل چونا و پتھر سے تعمیر ہوئی ہے مگر نہایت خوبصورت اور مضبوط بنی ہوئی خوبصورتی نقشہ کو دیکھ کر معلوم کیجئے

مشعر عشقِ ناام باجمال یا رستخیز است بابِ وزنگ و خال و خطِ چہ حاجت رُو می زیار
 سنا بسویں صفر ششم ہجری کو آپکا وصال ہوا اسی تاریخ آپکا عرس ہوتا ہے عقیدت مندوں نے چار دیواریں
 گزار کی گرد اور ایک مسجد حاطہ کے بنوادی ہے جس سے زائرین کو بہت آرام ملتا ہے۔

آپ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کے زیدت کو چلیے اسی پختہ سڑک کے چوراہہ پر لوٹ آئیے
 ہنر کا بل آتر کر آبادی میں داخل ہو گئے اسکو غیاث پور کہتے ہیں سڑک کے متصل ہی

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ

کی درگاہ ہر دروازہ پر بیچہ مصرع کندہ ہے ع شاہان چہ عجب گریوزند گدار اچاند گھستے ہی

باولی

آتی ہر بہت نامی گرامی ہر مشہور ہے کہ یہ باولی حضرت کے جیتے جی بنکر طیار ہوئی اول خود اپنے اور آپ کے
 مریدوں نے کھودنا شروع کیا اسکے اوپر کئی مکان ہیں باولی کے سرے پر قدیم ٹھکانوں کے وقت کا
 گنبد ہے۔ ضلع غزنی کی طرف سنگ مرمر کا نہایت نفیس رُج ہے۔ بین تین قبرین میں دو چھوٹی اور
 ایک بڑی بانی کو کلانی بنت ملائم خان کی قبر ہے جس پر آیات قرآنی اور لفظ ڈونہ نام اور یہ تاریخ کندہ ہے

سال تاریخ فوت اوچٹم از دل صاف پیر پاک سرشت
 آہ سروے کشید و گفت بگو باد ہدم بہ حوریاں بہشت

بانی کو کلانی بنت ملائم خان

جنوبی ضلع میں فیروز شاہ کے بنائے ہوئے مکانات میں مسجد سے باولی تک آنے کا راستہ تھا و ضلع
 یہیں چلے آئے تھے محمد شاہ بادشاہ نے اسکو پاٹ کر چھتہ بنا دیا ہے جو اب بھی موجود ہے۔ عرس کے
 روز اس باولی پر بڑا تماشا ہوتا ہے بہت لوگ حج ہوتے ہیں اور اسکے مکانوں میں آکر بیٹھتے ہیں۔
 چھوٹے چھوٹے بچے سہ طرفہ عمارات پر سے دھما دھم باولی میں کوڑتے ہیں اور طرح طرح کی تیرا بنا
 تیرتے ہیں زیادہ کہاں یہ کرتے ہیں کہ لوگوں سے بچہ کہتے ہیں کہ تم بیچھینکو ہم بھی اُسکے ساتھ
 کوڑتے ہیں اور پیر نکال لیتے ہیں چنانچہ وہ پیسہ بھینکتے ہیں اور یہ نکال لاتے ہیں۔

آپ چھتہ کے راستے اندر چلیے ایک اور دروازہ آتا ہے اُسکے اندر صحن ہے تمام فرش سنگ مرمر کا ہے
 شمالی جانب میں فقرا کے رہنے کے مکانات بنے ہیں بیچ میں

یہاں مقبرہ سے اسی پختہ شہرک کے چواہر برتشریف سے آئے اور جنوب کی طرف جو بارہ پلہ کو سیدی
شہرک جا رہی ہے اوپر چلیے تھوڑی دُور آگے دائیں طرف

مقبرہ خانخانان

ملاحظہ کیجئے اصل انکانام عبدالرحیم خان خانخانان تھا اور بیٹی بیگم خان خانخانان کی تھی جاناخانان قوم کی
ترکان تھے اکبر بادشاہ کے عہد میں انکی بڑی عزت تھی اور انکے والد بیگم خان خانخانان کو نصیر الدین بہاؤ
بادشاہ کے زمانہ میں بڑا عروج تھا اور تمام سلطنت اون سے متعلق تھی یہ مقبرہ خانخانان نے
اپنی بیوی کے واسطے بنوایا تھا مگر اونکی مٹی یہاں کی نہیں تھی سلسلہ سہجری میں عبدالرحیم خانخانان
بہتر بڑس کی عمر میں خود انتقال کر گئے اور یہاں دفن ہوئے۔ یہ مقبرہ اسوقت میں بہت اچھا بنا ہوا
اسکا بروج سنگ مرمر کا تھا اور بجاسنگ سُرُخ میں سنگ مرمر کی دیواریاں لگی ہوئی تھیں اور پیل بوستے
بنے ہوئے تھے مگر اب بہت خواب اور ٹکٹے۔ بالکل اور بڑا پڑا ہوا ہے قبر کا تعویذ تک اوکھاڑنے لگے
جانور ہر وقت کھڑے رہتے ہیں بول و برا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آصف الدولہ کے زمانہ میں اسکا
تمام سنگ مرمر اوکھڑ کر لکھنؤ میں گیا اس سبب یہ مقبرہ کٹنہ معلوم ہوتا ہے اس مقبرہ سے آگے۔

بارہ پلہ

واقع ہے یہ بارہ پلہ کر کے مشہور ہے مگر گیارہ دور میں چنے اور سنگ خار سے بنا ہوا ہے نور الدین جہانگیر بادشاہ
کے وقت میں سلسلہ سہجری میں مہربان آغا نے جنکا آغائے آغا یان لقب تھا بنوایا ہے اس پل پر پتھر کی ایک
ایک تختی پر کتبہ بھی کندہ ہے جس سے اونکی عقیدت اور اخلاص جہانگیر بادشاہ کیساتہ بہت پایا جاتا ہے
اسکے قریب ہے۔ بائیں طرف تجارتی

درگاہ سید محمود بجا رحمہ اللہ علیہ

کو جاتا ہے جو موضع کیلو کھڑی کے باپ واقع ہے آپ اولیاے کاملین میں سے گزرے ہیں آپکا سلسلہ نسب
حضرت امام ناصر الدین سونی پتی علیہ الرحمۃ سے لیتا ہے محی العظام آپ کا لقب ہے کہتے ہیں آپ کی دعا
مردہ زندہ ہوگاتا تھا اس سبب سے آپ کو محی العظام کہنے لگے آپ علاوہ درویشی کے بہت بڑے عالم
متوجھے اکثر آپکو کارکتے تھے آپ کے کمالات ظاہری اور باطنی تحریر اور تقریر سے باہر ہیں اہل اللہ
آپ کے فرار پر جاتے ہیں اور آپ کے فیض سے پُر ہوآتے ہیں۔

کتا میں بھری پڑی ہیں۔ انسان ضعیف البیان کی کتاب جو بیان کر سکے ۱۵۰ ہجری میں انھاروی
 ریح ثانی کی کورلت فراتی اور ای جگہ مدفون ہوئے (شہنشاہ دین) سو سال وفات برآمد ہوتے
 آپ کے وفات کے بعد علی بادشاہوں نے آپکا مہر جو آیا اسکے بعد ۹۰ ہجری میں تہذیب الدین
 نے اکبر بادشاہ کے عہد میں آپ کے مزار کے گرد ستون لگا کر بارہ درمی بنا دی اُسے گنبد بنوایا۔ سنگ
 کی جالیان گوانین گنبد کے اندر آپ کے سر لے ایک لوح سنگین پر کلمہ طیبہ لکھ کر یہ اشار کندہ کر دیے
 مشکہ در روضہ حضرت غوث الامام از بے تعمیر شد خان فلک احتشام
 مہر نسبت شرف اوج شرف اشباب سید عالی لقب میر فلک احترام
 بائی او ہاشمی ساعی او ہاشمی آنکہ بدوران شان بہت سخن رانظام
 از بے تاریخ آن چون متفکر شدم کلک خرد زور قم قبلہ خاص دعام
 نو سے بدرگاہ افر فریدوں بعد شاید از الطاف پیر کار تو گرد نظام

کاتب حسین احمد ہشتی

پھر ۱۲۰ ہجری نور الدین جیاگیر کے زمانہ میں فرید خان اللخا لبت رضی خان نے جسے فرید آباد بسایا
 آپ کے مزار پر یہ سیکے کام کا بہت نفیس چھپر کھٹ چڑھا پھر ۱۲۳۰ میں شاہ جہان کے عہد میں
 خلیل اللہ خان نے آپ کے مزار کے گرد سنگ شرح کی غلام گردش بنائی اور اسکے ہر پر ضلع میں
 پانچ دروکتے سب ضلعوں کے ملکر میں درہوئے اسکے بعد مولانا فخر الدین صاحب نے سنگ شرح
 کی جگہ سنگ مرمر غلام گردش بنوادی پھر اُنکے پوتے غلام نصیر الدین صاحب عوف کالے جس نے
 سنگ مرمر کے ستون خارج کئے مگر لگانے نہ پائے تھے کہ انتقال ہوا اسکے بعد نواب احمد بخش خان
 بہادر والی فیروز پور پھر کنگن ستونوں کو لگوادیا پھر فیض اللہ خان بکیش نے اسکی دقت کرنی
 اور سنگ شرح کی چھت کے پتے تانبے کی چھت چڑھوادی اور اُس پر شہنشاہ اجمردی کام بنوادیا
 جو اب تک بہ طور موجود ہے اسکا بیچ چونگی کا تھا امتداد زمانہ سے گرنے کے قریب ہو گیا تھا۔
 اکبر شاہ ثانی نے اُسکو سنگ مرمر کا بنوادیا۔ تشریح میں بیہ انسان کو بکا عرس ہوتا ہے۔
 بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں آپ کے مزار کے بائیں آپ کے مرید خواجہ مزار الدین اور آپ کے جوار
 میں خواجہ ضیاء الدین آپ کے مرید مدفون ہیں۔ غزنی جانب

درگاہ کی مسجد

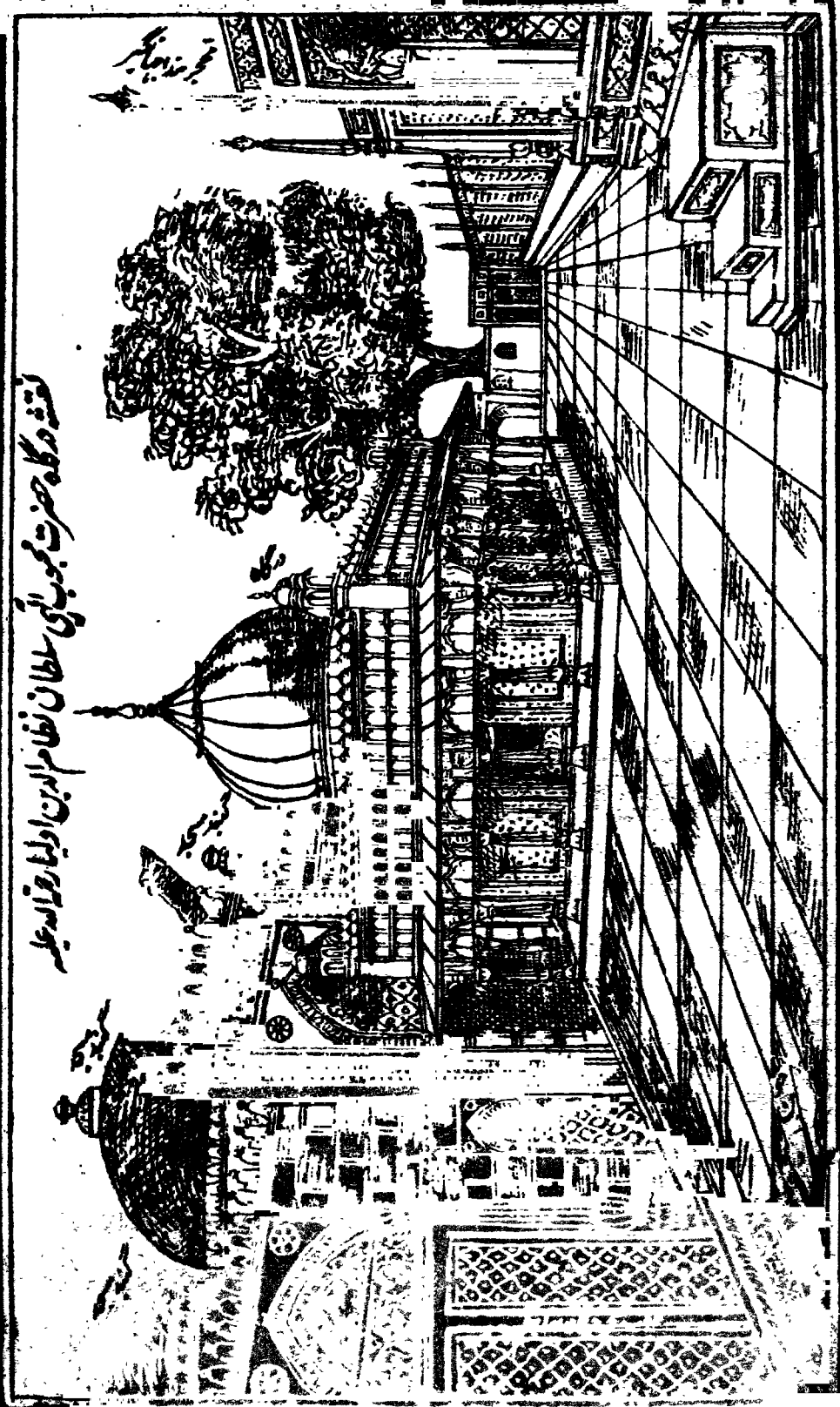
۱۵۰ ہجری میں خضر خان نے اس کا بیچ کا گنبد بنوایا زمین ایک کوڑھ لکھتے ہیں

حضرت سلطان المشائخ کا مزار پر الوفا

تھے آپ کا نام محمد بن احمد بن علی البخاری ہوا اور سلطان المشائخ اور نظام الدین اولیا اور محبوب الہی کے لقب سے مشہور ہیں آپ کے دادا کا نام خواجہ علی بخاری اور نانا کا نام خواجہ عرب ہے دو دن صاحب شیعہ وطن سے اس طرف تشریف لائے مدت تک لاہور میں رہے پھر ریون میں سکونت اختیار کی تشریف سے صغر کے عینے میں آپ پیدا ہوئے ابھی مغیر سن ہی تھے کہ آپ کے والد خواجہ احمد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی نواح میں دفن ہوئے جو وقت آپ نے ہوش سنبھالا تو مکتب میں کلام اہل بیت پڑھا پھر کتب میں پڑھنے شروع کیں ۱۲ برس کے تھے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر کے اوصاف سن کر ان کے گرویدہ ہو گئے۔ عالم تحصیل کرتے رہے مگر شیخ کا خیال بھی لگا رہا مولانا علاؤ الدین علیہ الرحمۃ صولی ہالیونی سے تدریسی تمام کی اسکے بعد علم حاصل کرنے کیلئے دہلی تشریف لائے۔ شمس الملک سے جو صدر ولایت مانے جاتے تھے مقامات کویری یاد کی اور علم حدیث پڑھا طباعی اور ذہانت کا کیا ٹھکانا تھا طالب علم میں آپ کا نام نظام الدین تجاٹ مشہور تھا رات دن علم کا مشغلہ رہتا شیخ نجیب الدین متوکل سے صحیحین بہتین اسکے بعد اجماع تشریف لے گئے۔ شیخ فرید الدین گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن شریف کے چہ پاروں کی تجوید کی عوارف کے چھ باب سنائے اور سندی مہدیابی الشکور سالمی وغیرہ پڑھیں پھر بیعت ہو گئے فراتے بن کہ میں نے شیخ کی زبان سے اول یہ سنا کہ اے اے آتش خرافت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاق جا بنا خراب کردہ شیخ نے خلافت عطا فرمائی اور اسکے بعد تین مرتبہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ کے وصال کے وقت آپ وہاں موجود نہ تھے اور یہ سلسلہ بھی اوپر ہی سے چلا آتا ہے وہ یہ کہ جیسے آپ اپنے پر کے وصال کے وقت وہاں حاضر نہ تھے اسلئے شیخ فرید الدین گنجشکر بھی اپنے پر خواجہ قطب بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے اور وہ اپنے پر خواجہ حسین الدین جمیری علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے پھر پیر و مرشد کے اشارہ سے آپ نے عیاش پور میں ہی موقع پر جہان باب آپ کا مزار ہے اقامت اختیار کی اسوقت علاؤ الدین خلیجی کا زمانہ تھا بادشاہ آپ کا معتقد ہو گیا مگر کبھی اسکو اپنے ہاں لانے دیتے تھے اور آزادانہ کلمات فرما کر وصحا دیتے لوگوں کو آپ کی ذات سے بہت کچھ فیض پہنچا ہزاروں خلیفہ ہوئے چنانچہ آج تمام اطراف عالم میں آپ کے سلسلہ کے ہزاروں باکرامت اشخاص موجود ہیں آپ کے کرامات خوارق عادت

یہ سلسلہ بہت کثرت والا ہے

نقشه درگاه حضرت محبوب نبی سلطان نظام الدین اولیا روم علیه



نقشه درگاه

کہتے ہیں کہ فیروز شاہ نے چڑھایا ہے یہ گنبد اتنا بڑا ہے کہ اس طرف سے اس کے برابر دیکھتے ہیں نہیں آیا
 جب سلطان محمد تغلق شاہ الملقب عادل شاہ جو آخر میں بادشاہ غزنوی مشہور ہوا بادشاہ ہوا تو اس کو
 اودھ اور مردو بروج اور بناوے تو اب باج بیج ہو گئے تمام مسجد سنگ سرخ کی ہے درگاہ کا صحن تمام
 سنگ مرمر کا ہے محمد شاہ بادشاہ دہلی نے بنوایا ہوا اس صحن میں جنوب کی طرف سنگ مرمر کے تین حجر ہیں ایک

محمد جہان آرا بیگم

شاہ جہان بادشاہ کی دختر کا انکو نورا جگان حشت سے انتقال کا تھا ایسے ہیبت سے روپے خادون
 گو دیکر یہاں جگہ مولیٰ امین قبر بنائی گئی اسکی لوح زرار پر یہ عبارت لوح کندہ ہے۔

هُوَالْحَى الْقَيُومُ

بغیر سبزہ پوشد کے مزار مرا کہ قبر پوشش غریبان ہیں گیاہ بس بہت
 الفقیر الغانیہ جہان آرا بیگم درینو اجگان حشت بنت شاہ جہان بادشاہ غازی امارتد بر ماہ سنہ ۱۰۹۲ھ

اسی حجر کے پاس

محمد شاہ بادشاہ

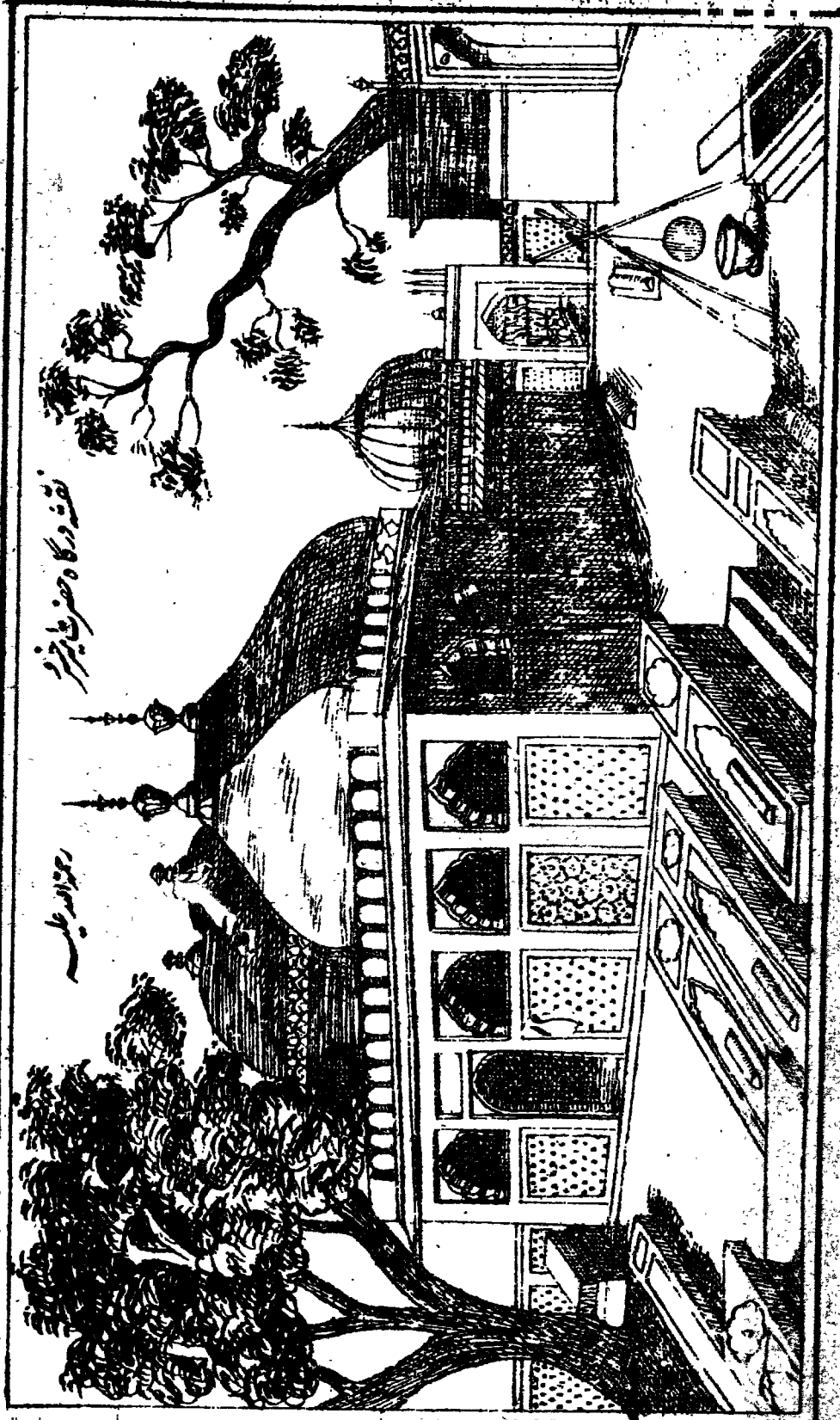
ہے لطافت اور نطافت میں بینظیر ہے اس حجر میں سات قبرین ہیں ایک محمد شاہ کی دوسری تو
 انکی بیوی کی تیسری مرزا جگر محمد شاہ کے پورے کی چوتھے مرزا عاشوری کی۔ لوزین قبرین اور
 سلاطینوں کی ہیں۔ محمد شاہ نے یہ جگہوں بیکرا بنا کر اب بنایا تھا۔ اس حجر کے قریب

محمد مرزا جہانگیر امین اکبر شاہ ثانی

سے ۱۰۸۰ھ میں بنا تو بعینہ محمد شاہ بادشاہ کے محمدی شکل ہے مگر پھر نقل نقل ہے اصل اصل انکی
 اللہ آبا سے لا کر یہاں دفن کی گئی ہے اور آگے بڑھ کر

درگاہ حضرت امیر خسرو

آپ کا اصل نام ابو الحسن اور آپ کے والد کا نام سیف الدین محمد بن یحییٰ کے والد ابو نعیم علی بن علی سے تھے
 تک آپ نے بھی لیسری کی ہے لکھا ہو کہ آپ کے پڑوس میں امیر حسین ایک بیتاب رہتا تھا جب آپ
 پیدا ہوئے تو آپ کے والد آپ کو مجذوب صاحب کے پاس سے لے کر مجذوب سے دیکھ کر فرمایا کہ یہ
 خاقانی سے بھی دو قدم آگے جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کو فن شاعری میں غایت درجہ کمال
 علم و تحقیق آپ ہی کا ایجاد ہے تمام علوم آپ کے سامنے بمنزلہ پانی کے تھے حضرت سلطان الغلام
 آپ کے تلامذہ فرمایا کرتے تھے ہر ماہ ہر روز کے ایسے شیدائی تھے کہ دم پھر کو الگ نہ ہوتے تھے غرض کہ



نقشه درگاه حضرت علی

در عهد ائمه

آپ کی کلمات آپ کی لطافت ظرافت بیان کے جاؤں تو سینکڑوں فقرہ جوں میں صوفی حضرت سلطان المشائخ
 محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو اسی دولت لانا فقیر بن قبر پر جو بیٹھے اور چہرہ بیٹھے کے بعد کھارویوں میں
 شہتہ ہجری جمعہ کی رات کا انتقال فرمایا۔ سلسلہ ہجری آخر عہد کبر شاہ اور ابتدائی سلطنت نور الدین جہانگیر میں
 طاہر عماد الدین حسن نے آپ کو مزار پر سنگ مرمر کا حجر اور بیچ بنا دیا اور بیچ کے اندر دیوار کے سروں پر یہ جہارت
 کندہ ہوئے اور خسرو نے نظیر عالم ہارون سے تو مرنا یا زہت ہا تعمیر نمود طاہر آثران فیض انہی ہمیشہ باز دست
 تاریخ بنائیش عقل گفتا ہارون سے جو کہ جاے راحت و فایز این کلام ربانی این طاہر عماد الدین حسن ابن
 سلطان علی ہنرواری فی سلسلہ عفت و نور و ستر عجبہ۔ الکاتب عبدالہی بن ابوبہ

اور اسکے گرد سنگ بیخ کی جالیاں آدمی کے گلے گلے تک لگا دیں اور خوب کی طرف ان جالیوں پر عجاہیں لگا کر
 چھت پاٹ دی۔ آج کے عہد میں ہمدی خواجہ نے ایک سنگ مرمر کی لوح لگا دی جس پر انتقال کی تاریخ
 کندہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے زمین را زمین لوح شدہ سرفرازی و جہد و ان باہر شہنشا
 غازی و میر خسرو ملک سن و ان محیط فضل و دریاے کمال و شہاد و بخش ترازا و میں و نظام و صا
 ترازا آب زلال و بلیق و بستان سرا بے قریں و طوطی شکر مقال بے مثال و از پے تاریخ سال خوان او
 چون نہاد م سر خزانے خیال و شد عید المثل یک تاریخ او و ہو چکے شد طوطی شکر مقال و
 زرف و وصل جانان سادہ آمد لوح خاک بن و طریق سادہ لوح جس نشان عشق پاک بن و ہمدی خواجہ سید
 باجاہ و جلال و شہبانی این ساس نے شہ و مثال و گفتہ سہی جمیل خواجہ و تاریخ بنا جاس جو کہ در سوال
 حذرہ شکر الدین المعاصی الہروی

آپ کی قبر کی پائیں مراد کلام کی قبر پر اور مراد ہا سو د پاسے خسرو سے تاریخ نکلی ہے اور اس لحاظ میں بہت
 حضرت رحمۃ اللہ علیہم آرام کہتے ہیں جیسی خواجہ شمس الدین باہر آچکے بھانٹے اور خواجہ اقبال صاحب اور خوا
 بشر صاحب اور خواجہ نور الدین مبارک اور خواجہ مبارک گوپا موئی اور مولانا میاں الدین برنی۔ اور خواجہ
 عزیز الدین۔ اور خواجہ قاضی۔ اور خواجہ سید ابوبکر مصطفیٰ برادر حضرت۔ اور خواجہ سید عزیز الملک والی
 نادرہ و پیش امام سید حضرت سید عمر اور خواجہ مولانا قاسم۔ اور خواجہ مولانا کمال الدین
 خواجہ عبدالرحیم عوف خواجہ عبدالرحمن اور امیر حاجی پسر امیر خسرو۔ اور سید ابوبکر قادیانیری حضرت شیخ
 بہاؤ الدین قادی شطاری کے مرید و غیرہ رحمۃ اللہ علیہم
 غرض کہ جنے حضرت بیان بخون ہیں او گویا بیان چوترا کہتے ہیں نقشہ سے رنگدہا کہتے ہیں
 اب ہاں حاطہ گاہ کے شرفی دروازے سے باہر تشریف لے چکے کئی چیزیں لکھی ہیں اور لکھی ہیں

دوسے زخم سے مطلب بولت زخم سوزن کی یہ بھومت کہ یاس درد سے دیوانہ فافل ہے جس میں گیس وقت نہیں ہوں کہ پھر آنجی سکوں جس دماغ سے پرہ شاعر لکھے ہیں او سکی تہرہت نہیں ہو سکتی۔

مرزا فوشہ غالب۔ ابراہیم ذوق۔ مومن خاں۔ یہ تینوں اپنے وقت میں فرد تو۔ آپس میں بہت بڑی محبت اور اتحاد رکھتے تھے مگر ہر ایک طرز تحریر و وضع جدا جدا تھی۔

مومن خاں ذوق اور غالب بڑے تیز اور عجیب غریب شخص سے رہتے تھے۔ ایسی ہی زمینیں۔ ہاتھ پروں میں ہندی لگی ہوئی۔ پھر پورے چھلے ہو گئے۔ پیر میں کھینچی جاتی پر برزیں ٹوپی غرض انکی یہ آن بان بھی مگر ابراہیم ذوق کی مولانا بالکل سادہ وضع تھی۔ صرف شاعری نہیں تھی بلکہ بہت بڑے عالم تھے۔ ایک تہذیبی مائیں عربی کتب کا درس دیا کرتا تھا۔ اول ہی ان کو نہایت متقی پرہیزگار۔ زردوں اور آزادوں کی صحبت سے متفرق ہی رہے۔ انکی اشارہ بالکل سادے سادے اور رنگ آمیزی سے خالی ہیں۔ اگرچہ کہیں کہیں شکاریں شراب نوشی اور ہوا و مصیبت کا ذکر آ گیا ہو لیکن اس ذکر میں نہ شراب نوشی کی رنگینی پائی جاتی ہے اور نہ فراق یار میں درد دکھاتا ہے۔ آپ کی تمام عمر نہایت عیش کے ساتھ گزرے۔ بہادر شاہ بادشاہ کے استاد تھے۔ مرزا نوشیہ زالی وضع رکھتے تھے۔ سر پر چوگوشیا اور ٹوپی باڑھ کی ٹوپی۔ اور ایک ایسی قبلا اور ہر ایک جاہل اور لکھتا جوتی پہنتے تھے۔ ضیفی میں پکی مگر بھی جھک گئی تھی۔

آپ کا زمانہ میں انتقال ہوا اور مزار پر بہ تاریخ گذرے۔
یا سخی یا قیوم

رشک عونی و فخر طالب مرد اسامہ خان غالب مرد

کل میں غم و اندوہ میں با خاطر محسنوں دیکھا جسے فکر میں تاریخ کی مجروح یافتہ سے کہا ج سانی سے

اس سے آگے مشرق کی جانب ایک مسجد میں مولانا محمد اسماعیل صاحب جیسے انوی نقشبندی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے۔ آپ کا وطن قصبہ چچمانہ ضلع مظفرنگر کے قصبہ گاندھ میں ہے جس میں مولانا نے اپنے بچپن میں گزارا ہے۔ مولانا صاحب نے اپنے بچپن میں مولانا صاحب کے مزار پر بیٹھ کر مولانا صاحب کی تعریف کی ہے۔ مولانا صاحب نے اپنے بچپن میں مولانا صاحب کے مزار پر بیٹھ کر مولانا صاحب کی تعریف کی ہے۔ مولانا صاحب نے اپنے بچپن میں مولانا صاحب کے مزار پر بیٹھ کر مولانا صاحب کی تعریف کی ہے۔

بھارتی تاریخ کا ایک عجیب و غریب باب ہے۔ اس میں مولانا صاحب کی زندگی کا ایک خوبصورت باب ہے۔ اس میں مولانا صاحب کی زندگی کا ایک خوبصورت باب ہے۔ اس میں مولانا صاحب کی زندگی کا ایک خوبصورت باب ہے۔

جیسی دروازے نکلے ہی بائیں طرف درگاہ کے احاطہ کے متصل۔

مقبرہ ننگہ خان

یہ مقبرہ باہم آنگہ (جو کاکبر بادشاہ کی نانا تھی) اور ننگہ شہسوار شمس الدین محمد خان غزنوی کا ہے جو حکماء اعظم خاندان
اکبر کے زمانہ میں انکارا عروج تھا تمام سلطنت کے وہ کل مطلق تھے اسی حد سے اوپر خاں نے ہر رمضان
البارک ملتئم بجز روز و شب کو انکو مار ڈالا۔ اکبر نے ان کے قصاص میں ص خاں کو قطع پیر دو فتح کر کے اور
چنانچہ دونوں شدت زیادتی ایک کے۔ اس واقعہ کی تاریخ ہوئی۔ اور انکی لاش کو گرا کر سو لاکر حضرت محبوب الہی
کے دروہہ مبارک کے فریبے میں کیا اور انکی بیٹی کو کلتاش خاں نے شہسوار بجزی میں سنگ مرمر اور سنگ مرمر کا مقبرہ
بنوایا۔ اس مقبرے کے اندر اور باہر آیات قرآنی کندہ ہیں اور بنت کاری ایسی کی ہوئی ہے کہ پانا نظیر نہیں رکھتی۔
جانب جنوب بائیں کی مسجد کے مجرہ میں۔

بغدادی صاحب علیہ الرحمہ

کا فرزند ہے آپ اولیاء و کاملین میں سے تھے بغداد سے یہاں آکر اس مسجد میں مقیم ہوئے۔ عابد زہد شخص تھے ہزاروں لوگوں
کی حاجتیں آپکی دعا سے برائی تھیں جیسا کہ انتقال ہوا تو اسی مسجد کے مجرہ میں مدفون ہوئے۔ شرف بائیں کے

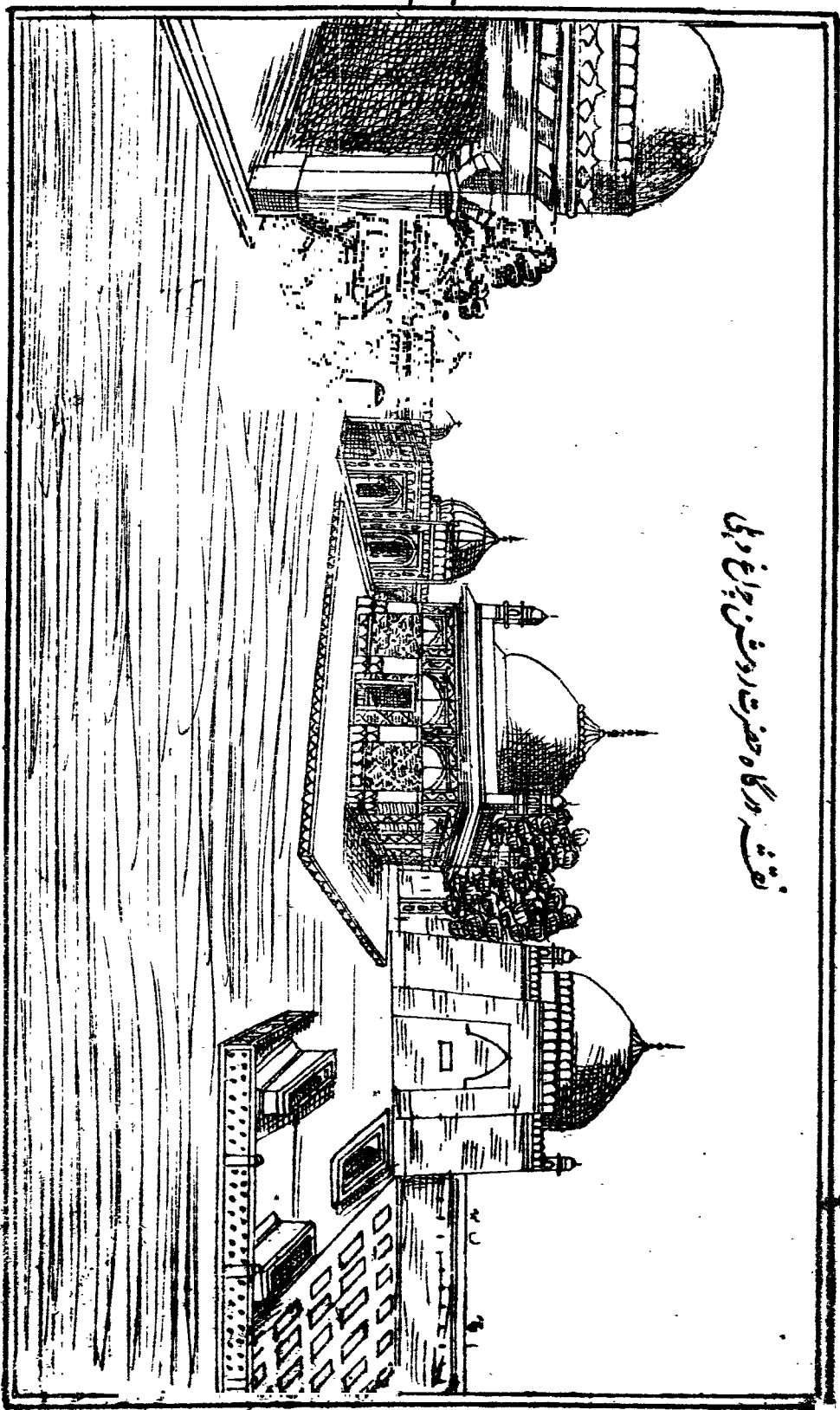
چونٹھہ کھنبہ

سنگ مرمر کی ایک عمارت ہے نہایت عجیب شہسوار بجزی کے بعد بنی ہے یہیں سنگ مرمر چونٹھہ ستون لگے ہیں اس
اسکو چونٹھہ کھنبہ کہتے ہیں۔ اس میں مرزا غریز الدین کو کلتاش خاں کی قبر ہے جو شمس الدین ننگہ خاں کے بیٹے ہیں۔
شہسوار بجزی مطابق ۱۰۰۰ جلوس چلا گئے موافق ۱۱۱۲ھ ۱۷۰۰ھ آباد گجرات میں انتقال کیا اور یہاں لاکر دفن
کئے گئے اور کچھ جگہ کے دربار سے خان غلام کا خطاب حاصل تھا۔ یہ نہایت خوش تقریر و تقویٰ اور تحقیق کے
استاد تھے اور کسی کبھی شکر بھی کہتے تھے اس عمارت کی شمال کی جانب ایک احاطہ میں۔

مرزا نوشہ غالب دہلوی

کا فرزند ہے عجیب پاکشاعر گورابہر حق تو یہ ہے کہ دہلی میں شاعری کو ختم کر دیا خدا تعالیٰ نے عجیب غریب دل و دماغ
انکا بنایا تھا جملہ زردی ماری نظم میں عربی الفاظ استعمال نہیں کرتا تھا ہی طرح مرزا نوشہ بھی اپنی نظم و شعر
میں عربی الفاظ بہت کم استعمال کرتے تھے۔ فارسی تحریر میں قلم اللہ مانے ہوئے استاد ہیں مگر اردو میں
بھی جہاں ہوں نے دھنگ اختیار کیا ہے وہیں بالکل ایک نیا رنگ ہے اگر انکے دیوان کو ان اشعار کو چھوڑ کر صرف
صاف ستھری اردو کے اشعار پڑھے جائیں تو آدمی کو متحیر کر دیتے ہیں مثلاً دو ایک شعر ذیل میں درج کرتے ہیں
مخاکسی کہان کا عشق جب سرسبز چھوڑا مٹھیرا تو پھر ایو سنگلی تیرا ہی سنگ استان کیوں ہو

نقشہ درگاہ حضرت اردشیر چوانغ دہلی



نہایت متقی پرہیزگار جوان صالح ہیں اپنے والد علیہ الرحمۃ کے قدم بقدم ہیں۔ اب

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ علی رحمۃ اللہ علیہ

کے مزار پر پڑتے۔ سلطان الشاہ سے کچی لڑکے جاتے ہیں۔ آپ حضرت سلطان محمود الہی کے اعظم خلفا میں سے ہیں۔ اپنے بعد دہلی کی ولایت آپ کے سپرد ہوئی۔ علاوہ درویشی کے آپ بہت بڑے عالم تھے۔ تفریق کے غایت درجہ پابند تھے۔ صلہ مزار پر وغیرہ ممنوعات شرعیہ سے اجتناب کرتے تھے کبھی کبھی اشعار بھی فرماتے تھے ایک غزل اور مناجات و اولاد نصیر یہ یادگار میں چنانچہ صرف وہ غزل بدینہ ناظرین ہے۔

بے کارم و باکارم چون بحساب اندر
خاموشم و گویا نام چون خط بکتاب اندر
سے زاہد ظاہر ہیں از قرب پیر سرس ازین
او درین دین دروے چون بوی گللاب اندر
دریا رود از چشم لب تر نہ شود ہرگز
ذی شجہہ جہانم تشنہ است بہ آب اندر
کہ رنج و دگر شادان از حالت خود غافل
کہ خندم و گہ گریاں چون طفل و بختاب اندر
در سید نصیر الدین خردوست نے گنجد
این طرہ تماشہ میں دریا بحساب اندر
آپ کا لقب چراغ علی ہے۔ اسی وجہ سے کہ حضرت عبداللہ یافعی نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے

حضرت مخدوم چائیاں چیاں گشت سے پوچھا کہ آج کل دہلی میں کون بزرگ ہے۔ حضرت مخدوم چائیاں نے جواب دیا کہ اس زمانے میں شیخ نصیر الدین محمود سے دہلی کا چراغ روشن ہے جب سے آپ چراغ علی مشہور ہو گئے۔ ۱۰۵۰ھ ۱۸ رمضان مطابق ۱۲۴۷ء جمعہ کے روز آپ کا وصال ہوا۔ بندہ نواز حضرت سید محمد گیسو داز و حضرت محمد متوکل کہنہ دہی و پیر سید محمد بن سید جعفر کی شیخ و اقبال عرف مولانا عود مولانا احمد قمانیری و قاضی عبد القادر شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے کہتے ہیں آپ کی درگاہ کا ۱۰۵۰ھ ہجری مطابق ۱۲۴۷ء میں فیروز شاہ بادشاہ نے

اعلام حیدر نے
ت کرانی۔
والان اور

مسجد کھڑکی

مشہور ہے۔ پہلے یہاں ایک گاؤں تھا اور سکنا کھڑکی تھا جبکہ جہاں فیروز شاہی نے ۹۹۶ھ ہجری مطابق ۱۵۸۸ء میں یہ مسجد بنائی تو یہ مسجد ہی کھڑکی مشہور ہو گئی یہ مسجد جو کھوئی ہے اور چاروں طرف مریچ کے خلوں کے بیچ میں ایک مریچ بطور تاج کے نکلا ہو۔ جنوب شمال اور مشرق کی طرف تین دروازے ہیں اور تمام مسجد میں سینکڑوں ستون ہیں کہ گنتی میں نہیں آسکتے ایک ایک بیچ تو چاروں تاج کے مریچوں پر ہیں اور نو جگہ ملے ہوئے نو نو بیچ بنائے ہیں اور ہر بیچ کے بیچ چار چار ستون ہیں علاوہ اسکے اور بھی بہت ستون لگے ہوئے ہیں اور مسجد کے صحن میں چار چوک چھوڑے ہیں بسبب مُرور زمانہ کے اکثر جگہ سے نکلنے ہو گئی ہے یہ مسجد اور ست پلہ ایک ہی زمانے ہی میں بنی ہوئی ہیں بسکوا پانسو چالیس برس کے قریب عرصہ ہوا غرضکہ یہ عمارت بھی عجیب و غریب صنعت کے بنی ہوئی ہے اور دیکھنے کے قابل ہے۔ اس مسجد کے قریب

درگاہ یوسف قتال

ہو اسکو شیخ علاؤ الدین حضرت شیخ فرید سنگرنج کے نواسے ۱۲۸۶ھ ہجری سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں بنوائی ہے بیچ اور گرد کی جالیاں سنگ سخن کی ہیں اور گنبد چوٹے کا ہے اور حاشیہ گنبد پر چینی کا کام بنا ہوا ہے ایک طرف چوٹے اور پتھر کی مسجد ہے لیکن اب یہ عمارت بہت خراب خستہ جا بجا سے شکستہ ہو گئی ہے۔ زمیندار اس درگاہ کو بہت مانتے ہیں اور ایسے اولیا صاحب کی درگاہ کہتے ہیں۔ حضرت روشن چراغ دہلی رحیم اللہ سے شمال و مغرب کے گوشہ میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر

مندرا لکا

ہے اور دہلی دروازہ کی جنوب کی طرف چہ کوس کا فاصلہ ہے۔ ہندوؤں کے اعتقاد میں کسی فرضی زمانہ میں اور نسبہ دو راکھس تھے اوہوں نے اُس زمانہ کی دیوتاؤں کو بہت ستایا جب برہمانک فریاد کی تو اوس نے کہا کہ مجھے تو تمہاری رچھا نہیں ہوتی تم ہمانی یعنی پارٹی کا اسوت کرو وہ تمہاری سہا تیا کر لی جب اون دیوتاؤں نے ہمانی کا اسوت کیا تو ہمانی کے ہتھ میں سے ایک دیوی پیدا ہوئی کونکی اوسکا نام تھا اوس دیوی نے دونوں راکھسوں کے ایک سردار کو جسکا نام رکت بیچ تھا مارا اسکے لہو کی بوندوں سے اُنہوں کو راکھس پیدا ہو گئے تب کونکی دیوی کی بھو میں سے کالی دیوی پیدا ہوئی اوسکا ایک ہونٹ پر تھ اور لودھرا کاس میں جسکو کونکی مارتی تھی کالی اوسکا لہو زمین برگر نے نہیں دیتی تھی اور غریب سانی ٹھیلانی تھی اس سبب سوان راکھسوں کا شر ڈنیا سے دُور ہوا دو آب ریکد کے اخیر میں جسکو آج تک پانچواں تیرہ برس ہوئے کالی دیوی نے اس پتھر پر اپنا استہان کیا غرضکہ یہ مقام ہندوؤں کی بُری پرستش گاہ ہے ہر ہفتہ

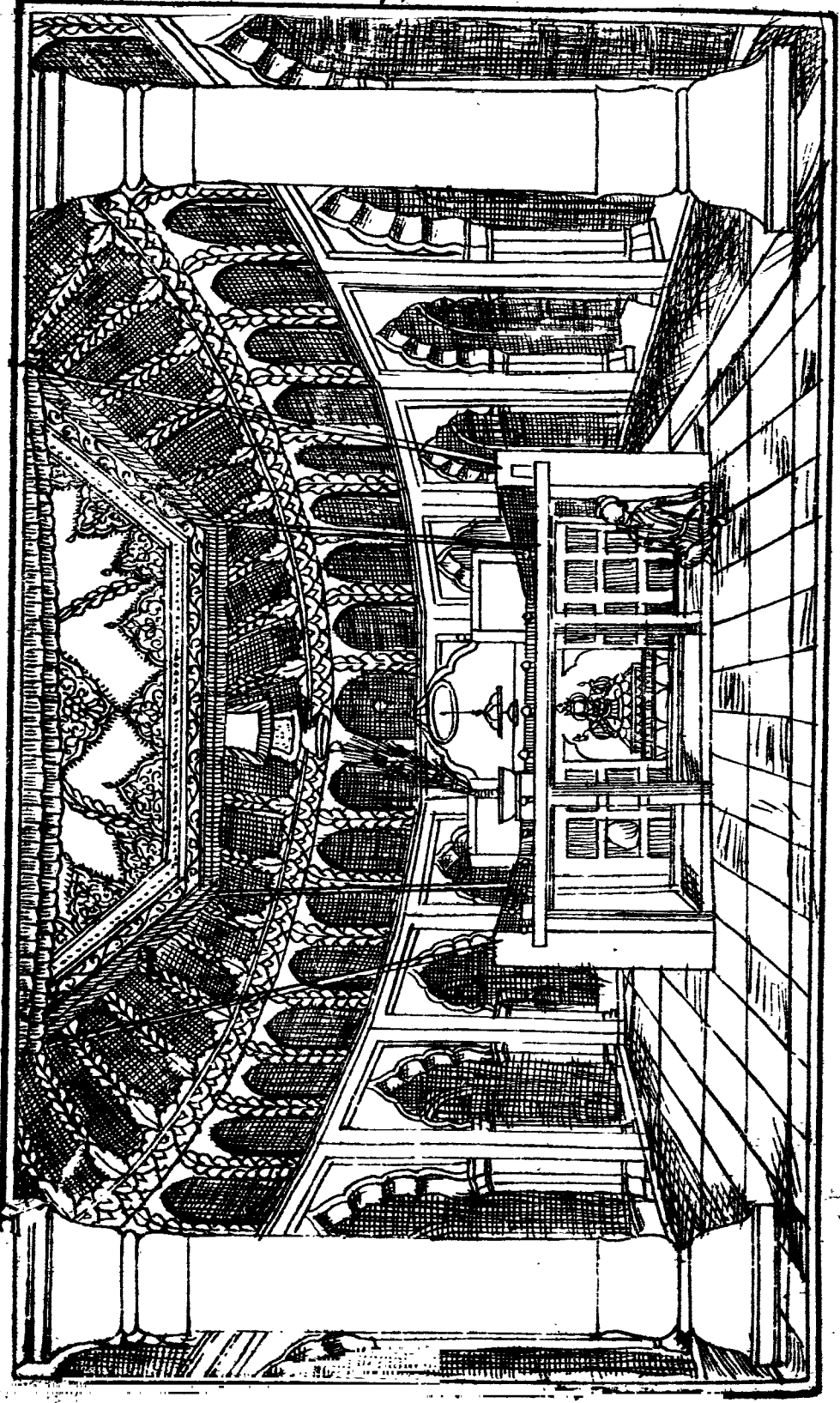
آرام فرماتے ہیں اور فیض طلب خان نیکش اور مفتی صدر الدین صاحب مرحوم دہلوی کی بھی یہیں قبریں ہیں۔ ہر سال
رمضان شریف کی شریوں کو حضرت کا عرس ہوتا ہے اور اٹھارہویں کو قتل ہو جاتا ہے۔ صفحہ ۲۰۹ پر نقشہ ملاحظہ
فرمائیے۔ علاوہ اسکے یہاں چھ چیزیں قابل دیکھنے اور زیارت کرنے کے ہیں۔

مقبرہ سلطان ببول لودھی

یہ مقبرہ ۱۹۱۲ء ہجری کے بنا ہوا ہے جسکو تقریباً چار سو پچیس برس کا عرصہ گزرا اسکے بارہ درہیں اور اوپر پانچ بڑے ہیں مگر
انہوں پر مرت پڑا ہے اور خاد مرتے ہیں جس سے تمام مقبرے کی رونق جاتی رہی ہے اور دیکھنے کے قابل

ست پلہ

ہجری فرحت کا مقام ہر صل میں سلطان فیروز شاہ کی شکار گاہ ہے جسکو شاہزادہ فتح خاں سلطان فیروز شاہ
کے بیٹے کا شہ ہجری میں انتقال ہوا تو سلطان فیروز شاہ کو اسقدر رنج و غم ہوا کہ امور سلطنت میں
فرق لے لگا تو اراکین سلطنت نے بادشاہ کو دل بہلانے کو واسطے یہ بہت بڑا وسیع دلکش جنگل دیکھا کر کسی کوں کے
فاصلہ پر دیواریں کھینچیں اور اسیں طرح طرح کے دشت لگا کر شکار گاہ بنائی۔ انہیں کی ایک یہ دیوار ہے۔ اس
دیوار کے بیچوں بیچ ایک نالا ہے جس میں قطب صاحب کی امرتوں اور اونالوں کا پانی ملتا اس نالہ میں بہتا تھا
اسی سبب اس دیوار کے بیچ میں نالہ کے بہنے کو پل کے طور پر دینا دینے ہیں اس واسطے یہ ست پلہ کر کے مشہور
ہو گیا ہے۔ دروں کے اوپر کچھ مکان اور دروازے بھی بنائے تھے اکثر لوٹ گئے اور ایک آٹھ باقی ہے
کسی زمانہ میں یہ جگہ بڑی رونق کی تھی مگر اب بھی موسم برسات میں بہت لطف آتا ہے۔ ست پلہ کے بیچ
ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی اکٹھا رہتا ہے اس میں قہم کے مریض آسکے بہاتے ہیں اور عورتیں اپنے بچوں کو
لا کر نہلاتی ہیں اور پانی چھوٹی چھوٹی ٹھیلیوں میں بھر کر سرس کے پتے ڈال کر مثل تبرک کے لہجائے میں
اور کامک کے بہنے میں اور دیوالی کے قریب ہفتہ اور اتوار اور منگل کو بیماروں کا اسقدر ہجوم ہوتا ہے کہ
قابل بیاں نہیں۔ غرض اس چھوٹے سے گڑھے کو ہندوؤں کی طرح بعض ضعیف الاعتقاد مسلمانوں نے تیرتھ
مقرر کر رکھا ہے اور بے ثبوت یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت روشن چراغ علی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اس مقام
پر تشریف رکھتے تھے اور عصر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا تھا اور پانی نہیں ملتا تھا آپ نے اپنے دست مبارک
سے اس زمین کو گرمیا تو پانی نکل آیا آپ نے اس سے وضو فرمایا اور یہ دُعا دی کہ جو کوئی اس پانی سے
نہا یا گا وہ سب بیماریوں سے اچھا ہو جائے گا چنانچہ بعض جاہل مرد بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں
اور انکر نہاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی نے جاو دیکھا ہو گا تو وہ بھی اتر جائے گا۔ اس
ست پلہ سے آگے مغرب کی طرف



نقشه درگاه

منگل کے دن اور ہر چینی کی شمی بہت پاتری جاتے ہیں اور اپنے ذریعے موافق پوجا پتری کرنے میں جیت کی شمی اور اسوج کی شمی کو یہاں پڑھیلے ہوتا ہے اور ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور یہ بلکہ چھ ماہی کا کہلاتا ہے جو کوئی جاتا ہے ٹونڈوت کر کے پرکھا دیتا ہے اور نذر بھیسٹ چڑھاتا ہے پھر مندر سے اسکو پر شاد ملتا ہے یہاں کے پوجاری کچھ کھیتی سے کچھ پوجا کے چڑھاوے سے اپنی اوقات بسر کرتے ہیں اور دن رات بارہ چینی اٹھ پیر اس مندر میں لگی کا چراغ جلتا رہتا ہے پوجاری کئی وقت بیٹھتے نہیں دیتے اور سکود بی جی کی جو ت کہتے ہیں اس میں کیکی موت نہیں ہے۔ ایک گول گول پتھر (جیسے ہما دیو کی پنڈی ہوتی ہے) رکھا ہوا ہے اور سکوکالی کا استہان بنا ہے میں پہلے اسکا نام کالی کا استھان تھا کثرت استھان سے کالکا شہور ہو گئی ہے اس پتھر کو لال لال کپڑے کوٹھا کناری لگے ہوئے بہت بھاری پہنا رکھے ہیں اور ایک پلنگڑی بہت خوبصورت بنا رکھی ہے ماں کو وقت اس پلنگڑی کو کس کسا تک لگا کھڑے کے اندر بی جی جی رکھے آگے بچھاوتے ہیں اور یہ عقدا رکھنے میں کہ رات کے وقت دی بی جی اس پر سگہ فرماتی ہیں اور طرح طرح کا گہنا پہنا رکھا ہے۔ پہلے اس مقام پر کچھ مندر و نذر تھا کالی کے استہان ہونے لگے کئی ہزار برس بعد کسی شخص نے کہ اسکا نام تحقیق نہیں ہوا اس مقام پر بارہ درگاہوں بنا دیا تھا سہاٹ میں کہ اسکو آج تک ایک سو چالیس برس کی قریب عوض گزارا گیا اسکا نام نے ایک گرو سنگھ مراد سنگھ کا کھڑا بنوایا اور اس کٹھرو کے بائیں طرف فارسی اور شاستری خط میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے (سری درگاہ سنگھ رسوار سنگھ فصلی) اور لداؤ کے گرد نظام گردش سنگین ستونوں کی بنی ہوئی ہے جسکے چھتیس در ہیں اور پندرہ بارہ ضلع کا بنا ہوا ہے اور نذر تو ہر ضلع میں ایک روانہ ہے اور باہر کے ہر ضلع میں تین تین در ہیں اس مندر کا بیج لاجہ کدازا تھا جسے جو قوم کے بنے تھے اور اگر شاہ کے عہد میں نظارت کی پیشکاری کا عہدہ رکھتے تھے سات اٹھ ہزار روپیہ صرف کر کے بنوایا ہے جسکو نو سے سال کا عہدہ گزارا۔

اس مندر کے چٹنے پوجاری ہیں دونوں وقت آنکر پوجا کرتے ہیں اور گیارہ بجے ہر روز دی بی جی کو چھوگ لگانے میں۔ اور یہ عقدا رکھتے ہیں کہ یہ دی بی سنگھ رسوار ہو کر یہاں آئے ہیں اسکا بیٹے مندر کے آگے دو تون میں شہ کی سنگ ٹرین سے بنا کر بٹھا رکھی ہیں اور اونچی بھی پوجا ہوتی ہے ان شیروں کے سر پر لگی بہت بڑا گھنٹہ لگا رکھا ہے اور پوجا کے وقت اسکو بجا کرتے ہیں اور دی بی جی لکھ جلاتے ہیں اور انہیں شیروں کے پاس سنگ لکھنے کا ایک ترسول بنایا ہے اور سنگ مرمر پر پوزوں کا نشان کھوا ہے ہر مصرعہ ہر قوم رست را ہے دینی و قبلہ کا ہم اسکا نقشہ دیتے ہیں جسکے دیکھنے سے دی بی جی کی استھان اور کٹھروں کی ساخت اور لداؤ کی طرح بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت روشن جواغدی کے مندری اور شتی میں تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر

قلوہ تعلق آباد

اور مقبرہ میں جانے کو راستہ نہ ہوتا تھا اس واسطے پھر سٹہ ہجری میں جسکو پانچواں سٹہ برس کے قریب عرصہ گزارا قلعہ دروازے سے مقبرہ کے دروازے تک پہنچا تھا جس سے اس مقبرہ اور قلعہ کو عجیب رونق ہو گئی تھی اور اس مقبرہ کے گرد پانی پھر کڑبڑا لطف دکھاتا تھا اور مقبرہ کٹوا سا معلوم ہوتا تھا۔ پانی کا بہرں کھانا اور ٹھنڈی ٹھنڈی بوا کھانا اور پہاڑوں پر سبزے کا دکھائی دینا مردہ دل کو زندہ کرتا تھا۔ اب یہ پہل ٹوٹ کر بالکل خراب ہو گیا ہے اور مٹی اور ریت میں اسکے در بند ہو گئے ہیں۔ اس مقبرہ کا بروج بہت خوبصورت و مضبوط و مستحکم بلند بنا ہوا ہے کہ جسے قد کا آدمی اسکے اجارہ تک پہنچتا ہے یہ مقبرہ بھی قابل سیر و تماشا ہے مشرق و شمال و جنوب کی طرف محراب دار دروازے میں اور مغرب کی طرف کی دروازے کا نشان بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے بروج کی چار دیواری نذر باہر سے سنگ مرمر کی بہت خوبصورت ہے اور جا بجا سنگ مرمر میں سنگ مرمر کی دھاریاں اور گل ٹونے ٹونے ہوئے ہیں اور نام بروج سنگ مرمر کا ہے اور اوپر ایک گلیسی ٹنگ مرمر کی لگی ہے مگر ٹھوڑی سی ٹوٹ گئی ہے۔ اندر سے یہ بروج بہت نفیس بنا ہوا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اسکے اندر تین

قبریں

میں پہلی قبر جو گنبد کے بیچوں بیچ میں ہے وہ غیاث الدین تغلق شاہ کی ہے اور دوسری قبر اونٹنے بیٹے سلطان محمد تغلق شاہ کی ہے جو دریا سے سندھ کے کنارے پر سٹہ ہجری میں مراد اور اوکی لاش کو یہاں لاکر دفن کیا۔ اور تیسری قبر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی بیوی کی ہے جو حکم خود نہ جہاں خطاب تھا۔ ان تینوں قبروں کا تعویذ کوئی لیکھا اور تعویذوں کی جگہ اینٹ اور چونے سے قبرین بنا دی ہیں پہلے اس مقبرہ میں گوجر رہتے تھے اور گائے بیل بندھتے تھے اب سرکار عالی لارڈ کوزن صاحب بہادر نائب السلطنت کے حکم سے وہ نکال دی گئی اور ہزار ہا روپیہ صرف کر کے اسکی مرمت اور درستی کی جا رہی ہے بلکہ تمام شاہی عمارتیں آپ کی جان و مال و اقبال کو دوا دی رہی ہیں۔ اور جو شخص اون درست شدہ عمارتوں کو دیکھتا ہے اسے اختیار زبان سے گورنمنٹ اور آپ کے واسطے دعا نکلتی ہے اب ہم اس مقبرہ کا نقشہ دیتے ہیں۔ جس سے اسکی بلندی اور دروازہ اور فیصل اور بروج بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ اس مقبرہ کے ٹھوڑے فاصلہ سے جانب شمال

عمارت ہزار ستون

ہے جسکو فخر الدین جو سلطان غیاث الدین تغلق کی بیٹی نے سٹہ ہجری میں بنوا کر تیار کرائی تھی اور عمارت انبیا بھی اسکو کہتے ہیں اس سبب کہ ملک فخر الدین جو نالے بادشاہ ہو کر اپنا لقب سلطان محمد عادل تغلق شاہ رکھا پھر اسے ایسا ظلم کرنا شروع کیا کہ ہزاروں بے گناہوں کی گردنیں ماریں تو اسکی نام سے عادل کا لقب چلا رہا اور بجائے اسکی سلطان غازی کہنے لگے تھے اس بادشاہ کے عہد میں بد رساشی بہت تیرا ستا ہوا تھا

ایسکو غیاث الدین تغلق شاہ - بیٹے ملک تغلق نے جو غیاث الدین بلبن کے غلاموں میں سے تھا ۱۲۸۶ء ہجری میں
 ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بنوایا ہے جسکو چھ سو برس کا عرصہ گزرا ہوا ہے جسکو سلطان تغلق شاہ نے اپنی
 جلال اور عجب و ہیبت دل پر اثر کرتی ہو۔ اہل بصیرت کیلئے یہ ایک ٹینہ ہے کہ اس سے عبرت برہتی ہے اور نئے
 بصیرتوں کو بصیرت ہوتی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ قلعہ بہت نفیس و لطیف ہوگا لیکن اب بالکل خراب و دربان
 پڑا ہے کہیں کہیں فصیل قلعہ کی قائم ہو مگر اندر کے مکان بالکل ٹوٹ گئے کہ نام و نشان تک نہیں با با بجز کھڑے
 اور پتھروں کے ڈھیر کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کسی وقت قلعہ کے بچوں بیچ میں ایک بہت بلند مکان بنا ہوا تھا
 وہ بادشاہ کی ٹھیک تھی اوسکو جہاں کہا کرتے تھے بادشاہ نے یہ قلعہ مغرب کی طرف بنایا تھا اور تین طرف یعنی
 مشرق اور شمال اور جنوب کی طرف تغلق آباد کا شہر آباد کیا تھا اور شہر کی فصیل اور قلعہ کی فصیل اس نحو بصوتی سے
 ملا کر بنائی ہے کہ سارا شہر اور قلعہ ایک قلعہ معلوم ہوتا ہے۔ اس قلعہ کا اندر چند مکان گوجروں کے ہیں جو عرصہ آباد چلے
 آئے ہیں۔ قلعہ کی تمام عمارت سنگ خارا اور چونہ سی بنی ہوئی ہے دروازے بہت چھوٹے چھوٹے اور بہت بہت جیسے
 کھلی عمارتوں کے ہوتے تھے ویسے ہی ہیں تاریخ و شہ میں لکھا ہے کہ جب شہر میں قلعہ اور شہر بالکل ٹکڑا ہو گیا تو خوشی میں
 آئے کہ مغرب کی طرف

مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ

واقع ہے۔ یہ عمارت بہت نفیس اور خوبصورت بنی ہوئی ہے اسکو بادشاہ محمد الدین جو ناصر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ
 کی بیٹی نے ۱۲۸۶ء ہجری میں جسکو پانسو چھبیس برس کا عرصہ گزرا ہوا ہے جسکو سلطان تغلق شاہ نے اپنی
 بادشاہت میں اللخان خطاب پیکر پانا ولیعہد کیا تھا اور سلطان کے مرنیکے بعد اوسنے اپنا لقب سلطان محمد تغلق
 شاہ رکھ لیا تھا باپ بیٹے دونو تغلق شاہ کے لقب سے مشہور تھے اسی سبب لوگوں کو شہ پر گیا ہے کہ اس مقبرہ کو
 بھی غیاث الدین تغلق شاہ نے بنوایا ہے لیکن یہ بات غلط ہے اس مقبرہ کی فصیل اور دروازہ نہایت شان دار اور خوبصورت
 ہے دروازہ تمام سنگ مرمر کا ہے اور اس میں ایک دالان ہے۔ تیس سڑھیاں چڑھ کر مقبرہ کے صحن میں پہنچتی ہیں
 فصیل اسکی ایسی مٹھی مٹھی عجیب قسم کی بنی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی کیوں بنائی گئی شاید یہ عمارت پہاڑ پر
 بنائی گئی ہوگی جس طرح کا پہاڑ ہوگا اسی طرح کی فصیل بنا دی یا اس قسم کی عمارت بنوانے میں مضبوطی زیادہ متصو
 ہوگی اسکی فصیل میں قلعہ کے طہ پر برج بنے ہوئے ہیں ایک برج جانب جنوب ہے اور دوسرا برج جانب مشرق
 اور تیسرا برج جو شمال اور مغرب بنا ہوا ہے۔ تیسرے برج پر ایک برج ہے اور اس میں نامعلوم قبریں ہیں
 اور صلع مغربی میں مقابل برج صلع مشرقی کے ایک ٹکانوں ہے۔ فصیل کے اندر کے رخ حجرت اور ساکن کے
 رہنے کے بنائے ہوئے ہیں گرد اس مقبرہ کے سلطان فیروز شاہ بن سالار حبیب جو سلطان محمد تغلق شاہ کے
 بعد تخت پر بیٹھا تھا اپنی کا بند بنایا تھا اوسکی وجہ سے تغلق آباد کے قلعہ کے بیچے کو سوں تک پانی بہا رہتا تھا

یہ قلعہ اور شہر تغلق شاہ کی عمارتوں میں سے ہے اور اس کی فصیل اور قلعہ کی فصیل اس نحو بصوتی سے

اسنے اس عمارت کے تمام پرے کی دیواریں چاروں طرف سے گھیر کر ایک دیوار بنوائی اور اس کی دیواروں میں چاروں طرف سے
 نفیس بنی ہوئی تختی اور ہزار ستون سنگ خار کے لگی ہوئے تھے اسوجہ سے اس کا نام ہزار ستون ہو گیا تھا۔
 لیکن اب یہ عمارت بالکل خواب ہو گئی ہے ٹوٹی بٹھوٹی چار دیواری اور ایک آدھ دروازہ کا نشان قائم ہے باقی
 سب ڈھیر ٹرا ہے اس عمارت کو دیکھ کر نہایت عبرت ہوتی ہے کہ کسی بادشاہ جبار و قہار و خونخوار کے رہنے کا
 مکان تھا جس میں اب گائیں اور پھینسیں بٹیر لکیریاں جرتی ہیں فاعمبر وایا اولی الالبصار۔
 اب صرف حضرت قطب صاحب کی درگاہ میں حاضر ہونا باقی ہے وہی شہر کہ جو شاہجہان آباد سے حضرت
 سلطان المشائخ تک آتی ہے قطب صاحب ہو چکے ہیں جو لوگ سلطان المشائخ کی زیارت کے بعد قطب صاحب
 جانا چاہتے ہیں وہ اس طرف کو تشریف لیجاتے ہیں منصور کے مقبرہ پر پہنچ کر یہ شہر اور وہ شہر کہ جو شاہجہان
 آباد کے اجمیر دروازہ سے قطب صاحب کو جاتی ہے دونوں جاتی ہیں چونکہ یہاں سے منصور کے مقبرہ تک
 کوئی مقام دلچسپ نہیں ہے اسلئے یہاں صرف راتہ بنا کر شاہجہان آباد کے اجمیری دروازہ سے قطب صاحب
 کا رہتہ بیان کرتے ہیں۔

قطب صاحب

جائینوالی شہر کہ اجمیری دروازہ سے نکل کر پہاڑ گنج پہنچ کر بائیں ہاتھ کو سیدھی چلی جاتی ہے بائیں ہاتھ

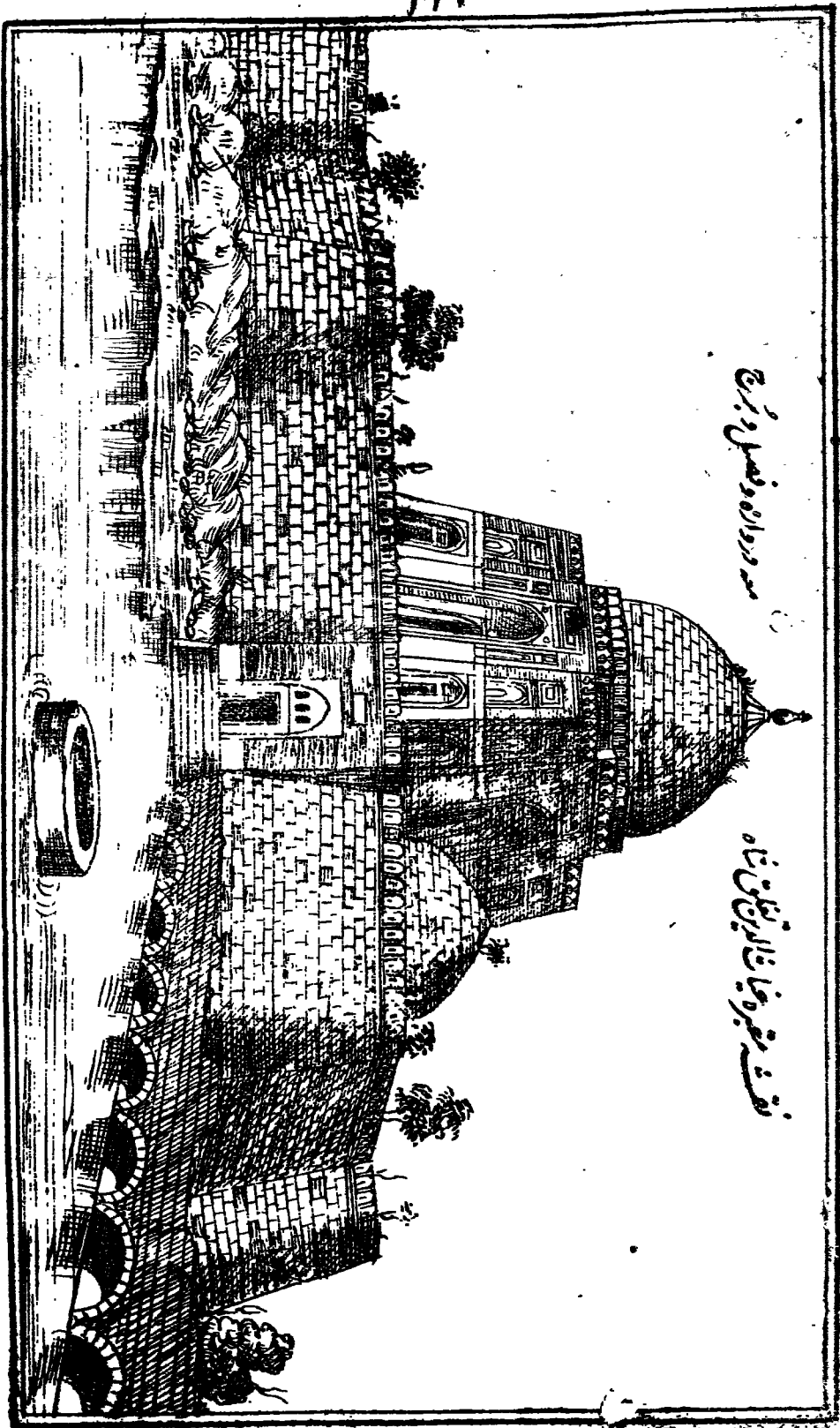
جنتر منتر

واقع ہے جنتر کے معنی ہندی زبان میں آدھ رصد کے ہیں لیکن عوام میں یہ آلات جنتر منتر کہلاتے ہیں بہر حال
 یہ عمارت آلات رصد ہیں جبکہ راجہ سواتی جی سنگھ والی جیپور نے محمد ستاہ بادشاہ کے حکم کے بموجب شاہجہان
 مطابق ۱۶۳۱ء ہجری موافق ۱۶۱۸ء عیسوی سنگ خار اور چوڑے سے بنوائی تھی اور بڑے بڑے ریاضی ہند
 اور مسلمان اسکین شہر کی تھے خوبی ان آلات کی دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے کہ کیسی کیسی توپیں اور کیسے کیسے دائرے
 مچھرتائے ہیں اگر فوس کر یہ تمام آلات عالی چمکا ہونا مختلفات سے تھا نہایت بے مرمت پڑے ہیں اور
 بالکل ٹلگتے ہو گئے ہیں بہر حال یہ عمارت رصد خانہ ہے اور اس سے کوکبا و گرگوش ثوابت و شیار اور خلافت
 یوم و لیلہ و طالع و معطل بلہ معلوم ہوتے تھے اور ہر طرح کی رصد جاتی تھی چونکہ اس وقت ان آلوں کی صورت
 اور ہیئت باقی نہیں رہی لہذا ہر آدھ کا تفصیلی حال لکھنا بیکار ہے صرف چار آدھ ٹوٹے پھوٹے باقی رہ گئے ہیں
 ایک مقیاس معدل اہنار۔ دوسرا گڑھ مقعر۔ تیسرا جنتر دوار اہنار۔ چوتھا قسمی دوار نظام۔ اس جگہ اور
 بھی آلات بنی ہوئے تھے مگر اب وہ بالکل نیست و نابود ہو گئے نقشے ملاحظہ فرمائیے۔

مقبرہ سلطان سکندریہ لہول اور ایک مسجد اور مقبرہ سے آگے

مدرسه در راه و فصل و برج

نقشه مسجد و خانه شاه



مقبرہ منصور

ہو بیٹھو علیخان صفدر شاہ نے پیر احمد شاہ ہاوشاہ کا مقبرہ جو ۱۱۳۵ ہجری مطابق ۱۷۲۲ء کے بنا ہوا ہے اس مقبرہ کی خوبصورتی اور عمارت کی باریکی اور نازکی اپنا نظیر نہیں رکھتی سر سے پانوں تک سنگ مرمر کی بنا ہے اور جس کے گویا ہونے میں گنبد کے پنجہ خانہ ہو اس میں قبر ہو قبر کا تو عذوبت نہیں سنگ مرمر کا ہی گنبد کے گرد چار دیواری کچی ہو مقبرہ کے چاروں طرف چار نہیں بنی ہیں مکانات بنی ہیں دروازہ کو مستقل سنگ مرمر کی مسجد ہو مگر اس میں نماز نہیں ہوتی کسی زمانہ میں اسکے اندر کے مکانات بہت دست بخیر جنوبی مکان بادشاہ ہند کے نام سے موسوم تھا ضلع شرقی میں دروازہ ہو جو بہت ہی خوشنما اور بلند ہو اس میں طرح طرح کے مکانات بنے ہیں اور بارہ دری بنی ہو چار دیواری کے چاروں کونوں پر چار برج ہیں جو بہت ہی خوبصورت ہیں عرض مقبرہ مجاہدات میں سے ہے کئی گندی حالت پر بھی اپنا جواب نہیں رکھتا تو شہیدی بلاں محمد خان کے ہتھام سے تین لاکھ روپیہ کی لاگت سے جوایا اس مقبرہ کے اندر تیار کیے گئے۔

سنگ مرمر کی بنا ہے

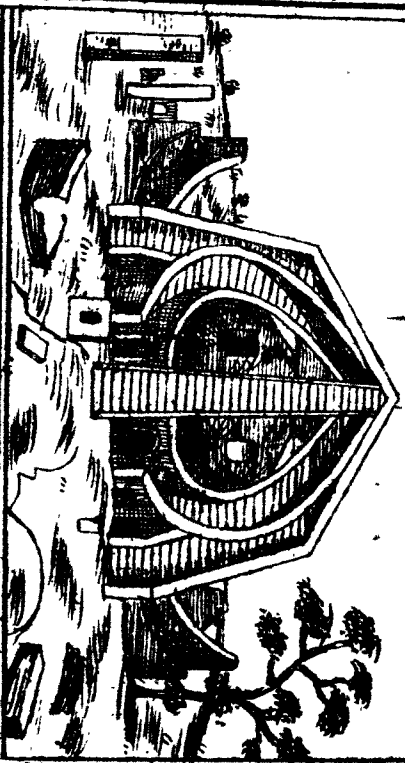
جو ان صفدر عرصہ مروی زوار فنا گشت رحلت گزین
 جنین سال تیار اور شد رقم کہ بادا تقسیم بہت ہیں
 اس مقبرہ کے محاذ میں سلطان الشاہ کو شکر جاتی ہے یہی موقع ہے جہاں پر وہ لوں شکر میں ملی ہیں مقبرہ منصور سے آگے مقبرہ بخت خان اسکے متصل شکر کی بائیں طرف تقریباً شہر سے تین میل کے فاصلہ

شاہ مردان

ہو اسکا حال یہ ہے کہ اوہم بائی نذیر محمد شاہ بادشاہ جسکو احمد شاہ کی سلطنت میں اول نواب بائی اور پھر نواب آدمیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا شیخو ندہب کی تھی ۱۱۳۵ ہجری مطابق ۱۷۲۲ء اوکو پاس ایک چھڑا یا چھڑا نقش قدم تھا اور یہ بیان کیا گیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کا نقش ہے تو باقی رہے اس نقش قدم کو اس مقام پر سنگ مرمر کے حوض میں جمادیا اور اس حوض کے نیچے سنگ مرمر کا فرش لگا کر چھڑا بنایا اور اسکے کنارہ پر یہ شعر لکھ کر دیا شعر بڑے بڑے نشان لکھتے بائے تو بود و ساہا بھجہ حسان نظر ان خاہ بود جب کسی شیشہس روگاہ کی ترقی ہوئی گئی۔ ہر شاہ کے زمانہ میں نواب سید نے ۱۱۳۵ ہجری مطابق ۱۷۲۲ء کے جمادیہ خواجہ سرا کے ہتھام سے چار دیواری اور مجلس خانہ اور مسجد اور حوض بنوایا اور پھر ۱۱۳۵ ہجری مطابق ۱۷۲۲ء کے عشرت علیخان نے مجلس خانہ بنوایا اس میں مرثیہ خوانی ہوتی ہے استاد زمانہ کی وجہ سے مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوا کہ نواب زبیر علی صاحب نے اپنی عالی ہمتی سے اسکی مرمتی کرادی چنانچہ انہوں نے دہلی کشمیر دروازہ کھڑکی ابراہیم علیخان میں جو دگاہ ہے

سنگ مرمر کی بنا ہے

نقطه بزرگترین درایر النظام

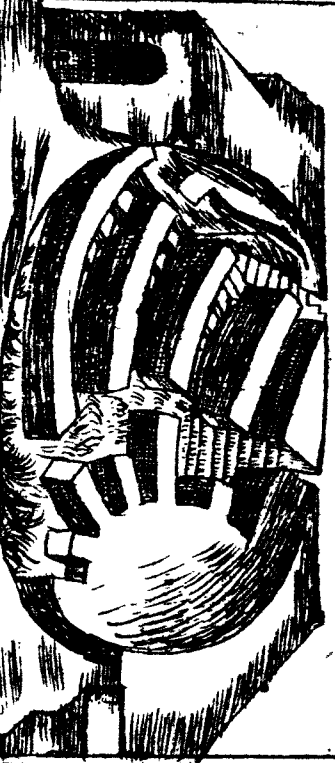


نقطه بزرگترین

نقطه بزرگترین مساحت



نقطه بزرگترین



اور امام بارگاہ مسجد سید آغا جبرائیل کے بزرگوں کی ہر کسی مرمت بھی کرائی درگاہ پنچہ شریف میں سواٹھویں محرم
 الاحرام کو علم اور نین کو تابوت اٹھایا جاتا ہوا اور نوجوہ شبنہ کو مجلس غزائید الشہداء پر پڑھتی ہو۔
 اور سنہ ۱۲۳۳ ہجری مطابق ۱۸۱۷ء عیسوی میں صادق علیخان نے نقارخانہ بنوایا اور اس احاطہ میں بیچ کا کاسہ
 حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت بی بی صاحبہ کا سہ بناتے ہیں اسی وجہ سے مرد کو اندر نہیں جانے دیتی
 اور ایک عمارت چھاروں طرف سے سو اگر نے منت پوری ہوئے پر بنوایا ہوا اور چٹے ٹپے کی درگاہ ہوا اور شرف کی گمان
 کی بنوائی ہوئی چار دیواری ہے جو محرم الحرام میں نام تعزینے ہیں دفن کرتے ہیں اور اس چار دیواری کو کر بلا
 کہتے ہیں۔ ہر جمعہ کی بیٹیوں کو یہاں مجلس ہوتی ہے اور رمضان کی بیسیوں کو بہت ہجوم ہوتا ہے شاہ مردان
 آگے مقبرہ مبارک شاہ تر شہرچہ

موٹھ کی مسجد

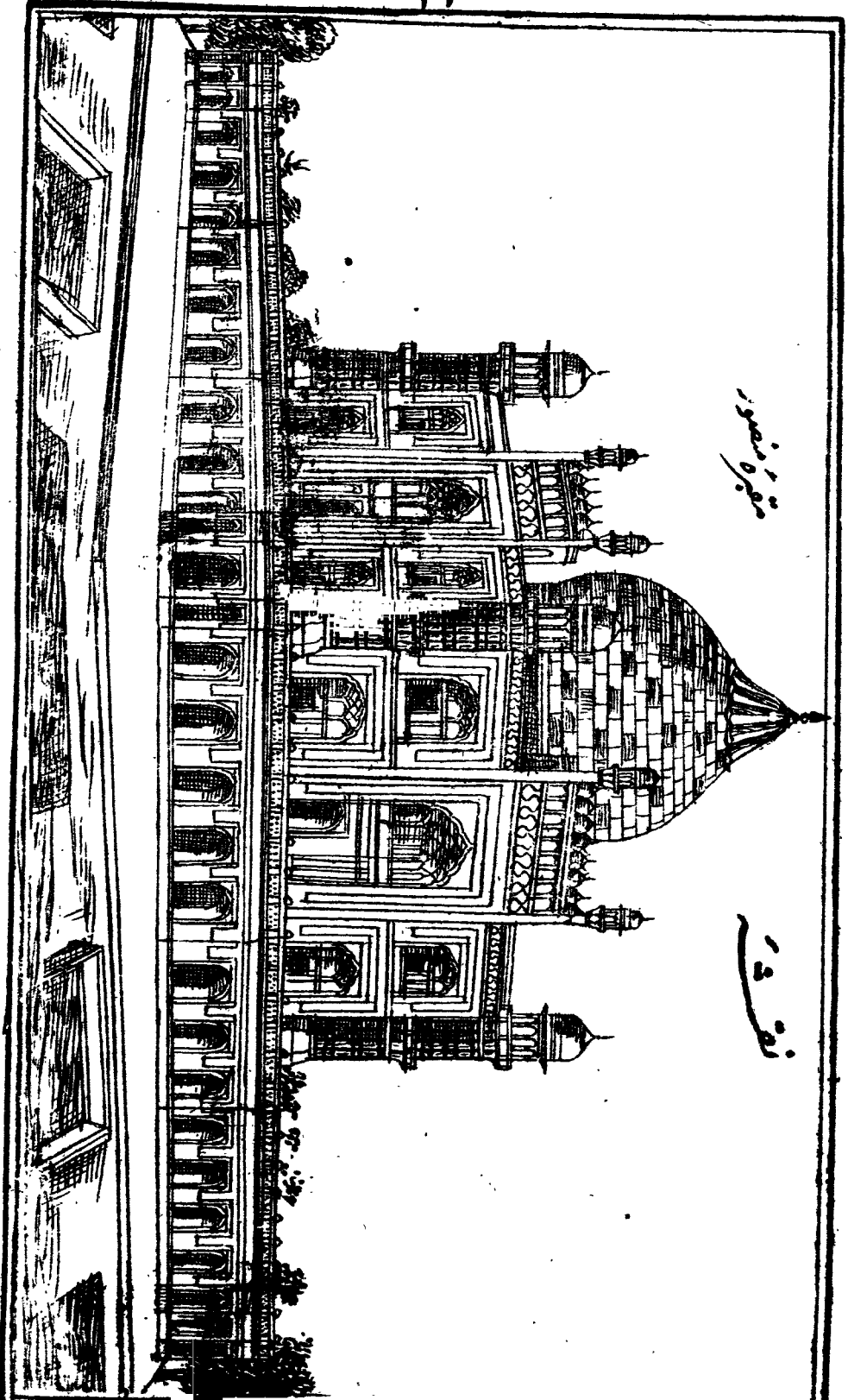
ہجری۔ اس مسجد کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ کسی شخص نے راہ چلتے میں زمین پر سے موٹھ کا دانہ اٹھایا اور اس نے
 کو لویا جو اس میں خوشے لگو دو سے برس پھر سب کو لویا یہاں تک چند سال میں بہت روپوں کی موٹھ ہو گئی۔
 اسکی مسجد بنی اور اسی سے موٹھ کی مسجد مشہور ہے سلطان سکندر بن سلطان بہلول کے وقت میں سنہ ۱۲۰۹ ہجری
 مطابق ۱۸۱۷ء عیسوی کے چوند اور سنگ خارا سے بنی جو اب حال میں جا بجا سے شکستہ اور خراب ہو گئی تھی
 تقریباً چھ سات سال کا عرصہ ہوا حاجی محمد بھاق صاحب سوداگر صدر بازار نے بہت سارو پیہ لگا کر مرمت
 کرا دی ہے اس سے آگے مسجد بیکم پور۔ اس کے آگے

کوشک آنکے منڈل یا بدیع منزل

ہو اسکو محمد عادل تعلق شاہ نے بہت خوبصورت و دھندار بنایا تھا بیچ کے اوپر چار دروازوں کا کہہ اسکی
 دیواروں میں سے اوپر جائے کارا ہے اسکا اور اگلے زمانہ میں سنگین بہت خوشنما بارہ دری تھی مگر اب باقی
 ٹوٹ گئی ہے اس بیچ پر بیٹھ کر عرض شکر بجاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ فیروز شاہ بادشاہ نے ایک لقب بنائی تھی
 کہ قلعہ فیروز آباد سے اس مکان میں ہو کر اس لقب کے رات سے سوار عرض خاص کر چلے آتے تھے جبکہ میں
 کوس کا فاصلہ سو اب بھی اس لقب کے نشانات باقی ہیں اور سلطان سکندر لودھی کے وقت میں

حضرت مولانا شیخ حسن طاہر رحمہ اللہ علیہ

اسی بیچ میں رہا کرتے تھے آپ سید راجی حامد شاہ بھگے مرید تھے آپ کے والد شیخ طاہر رحمہ اللہ علیہ طمان سے
 تحصیل علم کے لئے دہلی میں تشریف لائے تھے مدت تک بہار میں رہے شیخ حسن رحمہ اللہ علیہ بہار میں پیدا
 ہوئے جبکہ بن نمیز کو پہونچے تحصیل علم میں مشغول ہوئے اللہ شیخ اللہ و شاہ حیدر وغیرہ آپ کے شریک



تاج محل

۱۲۰

درس و جلسوں وائیس تھے پھر اسی اثناء میں شوق فقر کا پیدا ہوا۔ درویشی کو اختیار کیا۔ کامل ہو گئے پہلے آپ اگرہ میں رہے پھر دہلی میں اسی بیچ پر سکونت اختیار کی آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا شیخ عبدالغنی زنگبار رحمد علیہ بہت بڑے کامل تھے جگہ فرار بیرون ترکماندرازہ عقب جیلانی مہندیوں میں واقع ہو گیا۔ شیخ حسن رحمد علیہ کا وصال ۱۱۷۷ھ بمطابق ۱۷۶۵ء بمصر ہوا اور اسی بیچ کے پاس لکھنؤ کے خاندان پرستان ہوا اور شیخ ضیاء الدین رومی رحمد علیہ خلیفہ شیخ شہاب الدین مہروردی رحمد علیہ بھی ایک کلمہ میں آرام فرمائے ہیں اور ایک طرف مخدوم ہر دم خیالی صاحب خلفا کبر حضرت مولانا شیخ حسن طاہر رحمد علیہ اور ٹھوٹے فاصلہ پر مخدوم سبزواری آسودہ ہیں غرض کہ یہ مقام بڑی زیارت اور قابل سیر ہے۔ اس عمارت کے سامنے سڑک کے داہنے طرف تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر۔

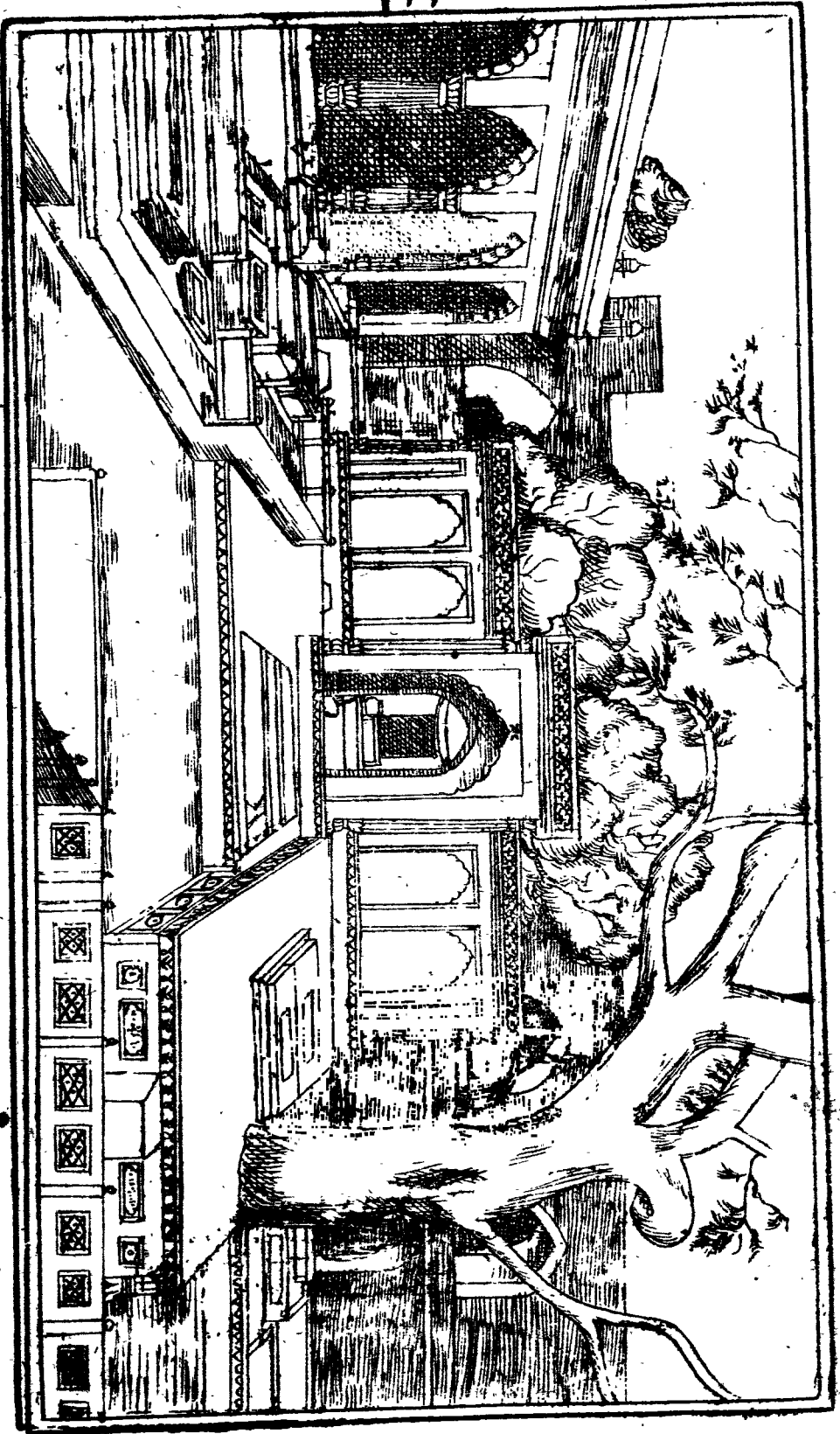
حوض خاص

واقع ہو۔ تاریخ فتوحات فیروز شاہی اور اخبار الاخیار میں لکھا ہو کہ یہ حوض سلطان علاؤ الدین نے اپنی زمانہ تخت نشینی کے قریب ۱۱۹۵ھ ہجری مطابق ۱۷۹۵ء عیسوی کی بنایا تھا جو ایک سو کئی بیگہ پختہ میں تھا چاروں طرف اسکے پختہ دیوار ہیں بنی ہوئی تھیں۔ فیروز شاہ کے وقت میں یہ حوض ٹٹی سے بالکل اٹ گیا تھا اور پانی نہ رہا تھا اور نئے پختہ ۱۱۹۵ھ ہجری مطابق ۱۷۹۵ء عیسوی کے اس حوض کو نئے سرے سے عمارت کرایا اور جس جس جگہ سو ٹٹ گیا تھا اسکی مرمت کرائی اور اسکے جنوبی ضلع میں مکانات بنوائے اور ایک سیر جاری کرایا اور مدرس نوکر رکھے اور طالب علم مقرر کیے جب ہوا سکھ نام حوض خاص ہو گیا بڑے مدرس اس مدرس کے سید یوسف بن جمال حسینی تھے جگہ انتقال ۱۲۹۵ھ ہجری مطابق ۱۸۹۵ء عیسوی میں ہوا اور اسی مدرس کے صحن میں فن ہوئے اب حوض کی شکل نہیں رہا بالکل بھر بھرا گیا کہ پانی بھی نہیں نہیں ٹھہرا سوا کھا پڑا تھا اور زمیندار اس میں کھیتی کرتے ہیں صرف نام ہی نام باقی ہو مکانات بھی اکثر جگہ سے شکستہ ہو گئے ہیں اگر کچھ بھی قابل سیر ہے۔ اس مدرس کے قریب ہی ملا ہوا

مقبرہ فیروز شاہ

ہو جبکہ ۱۲۹۵ھ ہجری مطابق ۱۸۹۵ء عیسوی میں فیروز شاہ کا انتقال ہوا تو اس مقام پر دفن کیا اور اسکے بیٹے ناصر الدین محمد شاہ نے ۱۲۹۵ھ ہجری مطابق ۱۸۹۵ء عیسوی کے چوڑے اور پتھر سے یہ مقبرہ بنوایا اسکی پیشانی پر چوڑے کے حرفوں سے کتبہ بھی موجود ہے مگر اکثر حرف جھڑ گئے ہیں اس جگہ اور دھکی چھوٹے بڑج بنے ہوئے ہیں اور ناصر الدین محمد شاہ اور علاؤ الدین سکندر شاہ کی بھی قبریں ہیں اور ایک چھوٹا سا برج شہاب الدین تاج خان اور سلطان ابوسعید کا ہوا اور سبھی کتبہ لگا ہوا ہے اس حوض کے پاس ایک کوس کے فاصلہ پر میر

تق شاهزادان



کی موتیں کھودنے سے نہیں ہوتا جو کہ یہ مندر بشنوی مذہب کا گرجہ مسلمانوں کے وقت میں سب سے تین گروہوں
 کسی ہیں اور اون ٹریں موتوں میں بھی غور کر نیسے معلوم ہو سکتا ہو کہ یہ فلافی موت تھی
 جبکہ ۵۵۰ ہجری مطابق ۱۱۵۶ء مدنی سمت ۱۲۴۲ ہجری بمطابق قطب الدین ایک مغز الدین محمد بن سام عوف سلطان
 شہاب الدین غوری کے پہ سالار نے دلی کو فتح کیا تب اس تختانہ کو مسجد بنا دیا اور زرت مند میں سے نکال دیا
 جس میں بگہ دیواروں اور دروازوں اور ستونوں میں موتیں بنی ہوئی تھیں اون میں سے کسی کو بالکل توڑ ڈالا
 اور کسی کا چہرہ مٹا دیا مگر تختانہ کی عمارت بدستور قائم رکھی اور ستائیس تختانوں کا اسباب جو بائچ کر ڈرہ جا
 لاکھ دیوال کا تھا اس تختانہ کو مسجد قرار دیکر انیس چڑا دیا اور شرقی دروازہ پر فتح کی تاریخ اور اپنے نام کا
 کتبہ لگا دیا جس پر یہ تختانہ

مسجد قوت الاسلام

۵۹۲ ہجری مطابق ۱۱۹۵ء
 کر کے شہر ہو گئی پھر بوجہ حکم سلطان مغز الدین کے قطب الدین ایک نے ۵۹۲ ہجری مطابق
 اس تختانہ کے غزلی ضلع کے سامنے بائچ ڈر بطور مسجد کے سنگ شرح کی بزانی اور شمالی دروازہ تعمیر کیا
 اور بائچ کندہ کر اگر لگا دی۔ دو سال کے عرصہ میں دونوں چیزیں بنکر تیار ہو گئیں چنانچہ بیچ کے در کے
 بازو پر تاریخ کندہ ہو۔ ان بائچوں دروں میں سے بنگلی کے دونوں در تو نقر تیا اٹھائیں اٹھائیں فٹ
 آؤ پچی ہیں اور بیچ کا ٹیڑا اور اڑتائیس فٹ قطر یہ اونچا ہوا اور کئی فٹ چڑھا ہوا ان دروں پر بیچ بطور
 کی نسبت کاری ہو رہی ہو اور کلام اللہ شریف کی آیتیں اور حدیثیں کھدی ہوئی ہیں جبکہ مسجد تیار ہوئی تو
 اسکے در و در پر بنایت تباری سے شہری مجلس چڑھا دیے گئے تھے۔

پھر اسکے سلطان شمس الدین التمش نے ۵۹۲ ہجری مطابق ۱۱۹۵ء کے اس مسجد کے دونوں طرف جنباؤں
 نشانائیں زمین در بنائیں سینتیس گز اور ایک ایک فٹ لمبے بنائے اور بیچ کا در آٹھ گز چوڑا رکھا۔ اور
 اون دروں پر شرح اور کوئی خطیں آیات قرآنی کندہ ہیں۔ ان دروں کی حرا میں لوٹ گئی ہیں۔ بلکہ
 شمالی دروں میں کا ایک در سارے کا سارا سرحد میں آگیا ہو۔ اسکے صحن میں

لوہے کی لاکھ

راہ و صفا یا میدھاوسی کی بنائی ہوئی ہے جو دلی کا انبندستان راجہ ہوا۔ سر سے باؤن تک لوہے کی ڈبلی ہوئی
 ہے بلکہ زین پر سے بائیس فٹ و اچھ بلند ہے اور چھائیس فٹ کی ۵ فٹ ۳ انچ ہر ایک بات
 پر مشہور ہے کہ اسے پتھر کے وقت میں بندھتوں نے اس لاکھ کو بائیک کے سر پر لگا دیا تھا اس پر
 کہ اسے پتھر کے خاندان کی عملداری کبھی نہ ٹلے مگر تاریخ کی کتابوں کے دیکھو یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی

دلی کا انبندستان

وزیر خان کا مقبرہ ہے جو کہ آگرے عہد فرزند شاہ سے تھو چنانچہ موضع میر پورہ وزیر پور مشہور ہے اس کے

سپرنگ

حضرت بی بی زینجا والدہ حضرت سلطان اشباح رحمہ اللہ تعالیٰ

کا نزار جو حضرت محبوب الہی رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہماری والدہ کی خدا تعالیٰ سے دوستی تھی جو کوئی مشکل کام پیش آتا تھا اس کو خواب میں دیکھتیں اسی پر عمل کرتیں اور یہ بھی آپ فرماتے تھے کہ جب کبھی کوئی حاجت اولاد کو پہنچے یا خوشو بار درود پڑھتیں اور دوپٹہ کا آنچل پھیلا تیں جو حاجت ہوتی خود آ براتی۔ آپ کے فرار کی قریب بی بی لوز کا نزار ہے یہاں بہت عورتیں جاتی ہیں مگر کھوانکا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ ہی جگہ

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل علیہ السلام

کا نزار ہے آپ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ کے برادر اور خلیفہ ہیں۔ آپ کے مقامات بہت ہی بڑے ہیں جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ آپ نہایت متوکل تھے شہر میں شہر میں تک پیغم ہے مگر کہیں سے کچھ بھی متوکل نہیں تھا اپنے بالی بچوں کے ساتھ بڑی خوشی اور نرسے کے ساتھ اوقات بسر کرتی تھے۔ یہاں تک آپ خیر ہوتی تھی کہ آج کو نثارن اور مہینہ ہے۔ سلطان اشباح حضرت نظام الدین رحمہ اللہ علیہ خانبخشاں شکر قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور در مرتبہ یہ عرض کیا کہ ایک مرتبہ شہر شریف اور سورہ اخلاص اس نیت سے پڑھتے کہ میں کسی جگہ کا قاضی ہو جاؤں آپ نے پہلی دفعہ تو چشم پوشی کی مگر دوسری دفعہ منکر یہ فرمایا کہ تم قاضی مت ہو اور کچھ بجاؤ غرض آپ کے فضائل اور محامد بیرون از شمار ہیں۔

اب آگے تشریف لے چلے اور

پتھانہ راے پتھورا

ملاحظہ کیجئے۔ یہ بہت بڑا پتھانہ بنیت نامی تھا جاردوں طرف اس پتھانہ کے دو گے اور سگے اور دو گے والا بنے ہوئے تھے اور بیچ میں بہت بڑا مین چھوڑا ہوا تھا اور جنوبی اور شمالی اور شرقی ضلعوں میں دروازے تھے اور اونکو پرکھا کے والان کہتے تھے یہ مندر سنسٹا بکراجت مطابق سال ۱۳۱۷ء سوافق ۱۳۱۷ھ ہجری میں بنا تھا۔ ہر ایک پتھرت کاری میں ایسی ایسی خوبصورت خوبصورت کاری کی ہوا عجب غریب بوٹے کو دے ہے کہ بیان سے باہر ہے ہر ایک جگہ درو دیوار اور ستون بہرتوں کی عورتیں بنی ہوئی تیں اور زنجیروں میں گھسے گھسے ہوئے گھسے تھے۔ چنانچہ ابھی تک اس پتھانہ کا ضلع شرقی اور شمالی بہت دور موجود ہے اس مندر میں کوئی لاکھ کو جو پیشوی خوب لکھی ہے بہت دور قائم رکھے اور دیواروں پر کرسٹنا اور اور مہادیو اور گیش اور نوک

ابنی عالی ستمی پر ۱۲۱۹ء مطابق ۱۲۲۵ء ہجری کے اہلی مرتت کرائی اور اسمٹ صاحب گڑھ کپتان مرتت کے ہتیم ہوئے۔ تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے درجہ پر کھنڈر انتھاکا کپڑی کیجھا گنگوڑے تھے یہ کپڑا بھی اسمٹ صاحب ہی نے بنوایا کیونکہ گنگوڑے ٹوٹ گئے تھے اس بنا پر کہ سلطان فیروز شاہ کے وقت میں سات درجے تھے دو درجہ انگریزی حکومت سے پہلے ٹوٹ گئے تھے انگریزی حکام نے بہتر اور بہتر بن کر کیا اور چاہا کہ اسکی بلندی اوتنی ہی قائم رکھی جائے اہلہ بہت سے سامان کے اور بلندی بلندی کی بلوچائی کو کچھ ایسی دشمنی آئی کہ اسنو قائم کرنے والا چار دو درجے اتارنے لگے۔ اسکا پہلا گنڈ بتیس گز کی اونچ اور دوسرا تقریباً پندرہ گز اور تیسرا کچھ اور تیز گز اور چوتھا سوا گز اور پانچواں بھی مع اس تھوڑی سی اونچائی کے جو برہمنی کپڑے کے اندر ہے سوا گز ہے اس حساب سے کل اونچائی اس لاکھ کی اتنی ہوتی ہے اور سنگین برہمنی کی اونچائی جو سہ گز انگریزی نے چڑھائی تھی ادواب اتار کر ایک طرف رکھ دی چھ گز ہے اور دوسری طرف یہ لاکھ پچاس گز مقرر ہے اور پانچویں درجے سے جہاں سنگین برہمنی لگی تھی وہ گز دوسرے یہ لاکھ اندر سے بالکل خالی ہو اور اوس میں چکر دار ٹیڑھیاں بنی ہوئی ہیں کل ستر چھان تین سو اٹھتر میں پہلے درجہ میں ایک سو چھپن۔ دوسرے میں اٹھتر۔ تیسرے میں باٹھ۔ چوتھے میں اکتالیس پانچویں میں بھی اکتالیس۔ غرض کہ یہ لاکھ عجاوب روزگار سے ہو باوجود اسقدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوش قطع اور خوبصورت بنی ہوئی ہو کر بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے اسکے قریب ایک

عالیشان دروازہ

یہ تمام سنگ سرج سے بنا ہے اسکے چاروں طرف چار دروازے ہیں اور پھر گول لداؤ کو دیا اور مقبرہ اس لداؤ کا ایسا بلندی کہ بعینہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ آسمان کا مقبرہ اس دروازہ کی محرابوں پر آیات قرآنی اور حدیثیں کندہ ہیں اور غریب اور خوبی اور سرفروزی دروازے پر تاریخ لکھی ہوئی ہے مگر اس تاریخ کی بہت بہتر گڑھے ہیں اور بعض حرفوں کو شور بھی کھا گیا ہے اس تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان علاؤ الدین محمد شاہ غلی بادشاہ نے ۱۲۱۹ء ہجری مطابق ۱۲۲۵ء ہجری میں گویا سوجا یہ دروازہ بنایا تھا اور اس دروازہ بنانے کے بعد بادشاہ نے اس مسجد کے اور درجوں کے بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر فوس کہ بادشاہ کی عمر نے وفات کی ۱۲۱۵ء ہجری مطابق ۱۲۲۱ء ہجری میں انتقال کر گیا اور یہ مسجد تا نام رہ گئی غرض کہ یہ دروازہ بھی پسندیدہ عمارتوں میں سے ہے ایسا بلندی لداؤ کا دروازہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس دروازہ کے پاس امام محمد علی شہیدی یا حسین پکستان کی دگاہ

امام ضامن کی دگاہ

کہتے ہیں یہ حضرت شہید مقدس طوس سے سلطان سکندر کے وقت میں دئی آئے اور اسی مقام پر سکونت اختیار کی

اس لاطھ پر سنکرت زبان اور ناگری حروف میں تینا تلوک کندہ ہیں جنکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ والی سندھ نے فوج
 جمع کی تھی باجوہ و حادآ سے لڑنے کے بعد ڈالی کی باجوہ و حادآ نے فوج پانی اور یہ لاطھ بطور یادگار اپنی فوج کے بتائی
 جو لوگ بیکر دیکھتے ہیں ادینس سے جان جان مرو اور عورتیں اس لاطھ کو گولی میں بھرتی ہیں اور آپس میں
 ہنستے ہیں کہ جلی گولی میں یہ لاطھ آجائے وہ حلال کا اور جسکی گولی میں آئے وہ حرام کا ہو۔ بہر حال یہ
 ایک عجیب چیز قابل دیدہ ہوا کے سامنے بنا یا ماؤنہ جسکو تمام لوگ

قطب صاحب کی لاطھ

کہتے ہیں وہ اسی بحد قوتہ الاسلام کا مینار ہے۔ اتنا بلند ہو کہ دور دور کے پھرنے والے دو ایک جگہ کے سوا
 کو سے زمین پر اتنی اونچی عمارت کا نشان نہیں دیتے اسکے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹوٹی والے کو
 ٹوٹی اور بچھی والے کو بچھی تمام کر دیکھنا پڑتا ہے اس لاطھ کے اوپر چڑھتے تو نیچے کے آدمی چھوٹے چھوٹے
 اور ہاتھی گھوڑے میل گاتے نئے نئے دکھائی دینے سے عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے ہر سطح نیچے
 والوں کو اوپر سے آدمی بہت چھوٹے چھوٹے دکھائی دیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آسمان
 سے اترتے ہیں ایسے بالکل سنگ مرخ لگا ہوا اور جو تھا درجہ سنگ مر مر کا ہو اور بزرگ پر بات قرانی کہدی ہو
 ہیں اور جا بجا منت کاری ہوتی ہے کتب تاریخ کے اٹل پٹ کرنے سے اور اس لاطھ کا پہلا دروازہ تالڑو یہ
 ہونے کی وجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلا کھنڈرا سے چھورا نے اپنے قلعہ اور بت خانہ کے ساتھ یعنی
 سنہ ۱۲۱۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۰۶ء موافق سنہ ۱۲۲۵ ہجری کے بنوایا تھا کہونکہ اسکی بیٹی سوچ لکھی مذہب کی
 تھی اور ہندو جن کو سوچ کی تہری اعتقاد کرتے ہیں اسلئے اس مذہب کے جنما کا دشمن کرنا بھی برا دھرم
 جانتے ہیں اس سبب سے جنما کے دشمن کر لیکو اس لاطھ کا پہلا کھنڈ بنا۔

پھر جب سلطان شمس الدین التمش نے اس سجد کے ادھر ادھر تین تین در بڑھائے یعنی سنہ ۱۲۲۵ ہجری مطابق
 سنہ ۱۲۲۵ عیسوی اسی زمانہ میں اس لاطھ کو بھی بڑھایا اور دوسرے کھنڈ کے دروازہ پر اسکا حال کھدوایا اور
 پھر جو بادشاہ ہوا اسکی مرمت کرنا رہا چنانچہ ایک دفعہ فیروز شاہ کے وقت میں اس پر بجلی گری اور اس نقصان
 آیا تو سنہ ۱۲۲۵ ہجری مطابق سنہ ۱۸۱۲ء میں سلطان فیروز شاہ نے اسکی مرمت کرائی اسنے اپنی کتاب فتوحات
 فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ مرمت کے وقت میں اس لاطھ کو پہلی جینی تھی اس سے اونکا کر دیا اور تمام کیفیت
 مرمت وغیرہ کی پانچویں کھنڈ کے دروازے پر کھنڈ داوی اسکے بعض خاں نے سلطان سکندریں سلطان پہلو
 لودھی کے وقت میں سنہ ۱۲۲۵ ہجری موافق سنہ ۱۸۱۲ عیسوی میں مرمت کرائی اسکے بعد کالی آندھی اور بھوجاں کے
 سدھ سے اوپر کے دو کھنڈ گر پڑے اور بڑے بڑے باس سے بھی کچھ پتھر گر پڑے تو حکام والا مقام انگریزی

اور مقبرہ اپنے ساتھ پناہ بنا جبکہ ۱۲۲۲ ہجری میں انتقال ہوا تو جو جب میت کے اسی مقبرے میں دفن ہوئے
 دفن اس مقبرہ کی بہت اچھی سی کتابچہ بھی خوبصورت بنا ہوا ہے اور اندر سنگ مرمر کا فرش ہے اور دروازہ پر کتبہ لگا ہوا
 اب ہم حضور پر ہاتھ کا نقشہ دکھاتے ہیں جس میں وہ عالیشان دروازہ اور ایک آدھ سجدہ کی محراب اور لوہے کی
 وغیرہ معلوم ہوتی ہے۔ لاکھ کے ہاں سجدۃ الاسلام کے نیچے جنوبی ضلع میں نہایت ڈھانچا ہوا ایک
 گھنڈہ پڑا ہے اور اس میں

مقبرہ سلطان علاؤ الدین خلجی

کابھو اگرچہ بادشاہ ۱۲۵۰ ہجری مطابق ۱۲۵۰ء کو فوت ہوا لیکن اس کا مقبرہ ۱۲۵۰ ہجری مطابق ۱۲۵۰ء
 کو قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں بنا اسکے پاس ایک مسجد تھی اور ایک مدرسہ وہ بھی بالکل نیست و نابود ہو گیا۔
 کچھ کوشاں پائے جاتے ہیں

تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے زمانہ میں اس مقبرہ اور مسجد اور مسجد کی بھی مرمت کی تھی اور صند
 کا چھپرہ ٹھٹھ بڑھایا تھا اگر اب یہ مقبرہ بالکل چونہ کا ڈھیر ہے سب پتھر اوکھڑ گئے ہیں اور قبر تک بھی ٹوٹ گئی
 ہے لوگ قبر کا تعویذ بھی ادا کھڑے گئے انہوں نے اولوالعزم بادشاہ کی قبر کی یہ حالت ہے سجدۃ اسلام کی دیگر

ادھرنی لاکھ

اسکا حال تاریخ علانی میں لکھا ہے جبکہ علاؤ الدین خلجی نے سجدۃ الاسلام بڑھانے کا حکم دیا یعنی ۱۲۵۰
 مطابق ۱۲۵۰ء میں تو اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اس مسجد کے صحن میں ایک مینار بھی بنی کہ پہلے مینار سے دو گنا
 چنانچہ سوگڑ کے محیط سے مینار بننا شروع ہوا اور یہ ارادہ کیا کہ دو سو گز اونچا بنا دیا جاوے مگر عمر کی کچھ
 مضبوطی نہ ہو سکی کہ ہنوز ایک درجہ بھی پورا نہ ہونے پایا تھا کہ بادشاہ کی عمر پوری ہو گئی اور یہ عجیب عمارت ادھرنی
 رہ گئی۔ اس لاکھ کا بھی پتھر بالکل اوکھڑ گیا ہے صرف ایک چونہ کا ڈھیر باقی ہے۔ ایسے خسرو علاء اللہ اس
 مینار کی تعریف قرآن العزیز میں لکھتے ہیں صرف انہیں کے دو شمار کئے جاتے ہیں

شکل منارہ چوتھوں زنگ از پئے سقف فلک شیشہ رنگ
 سقف سما کر کھنکی شد نکو درتہ او دامن سنگیں ستوں

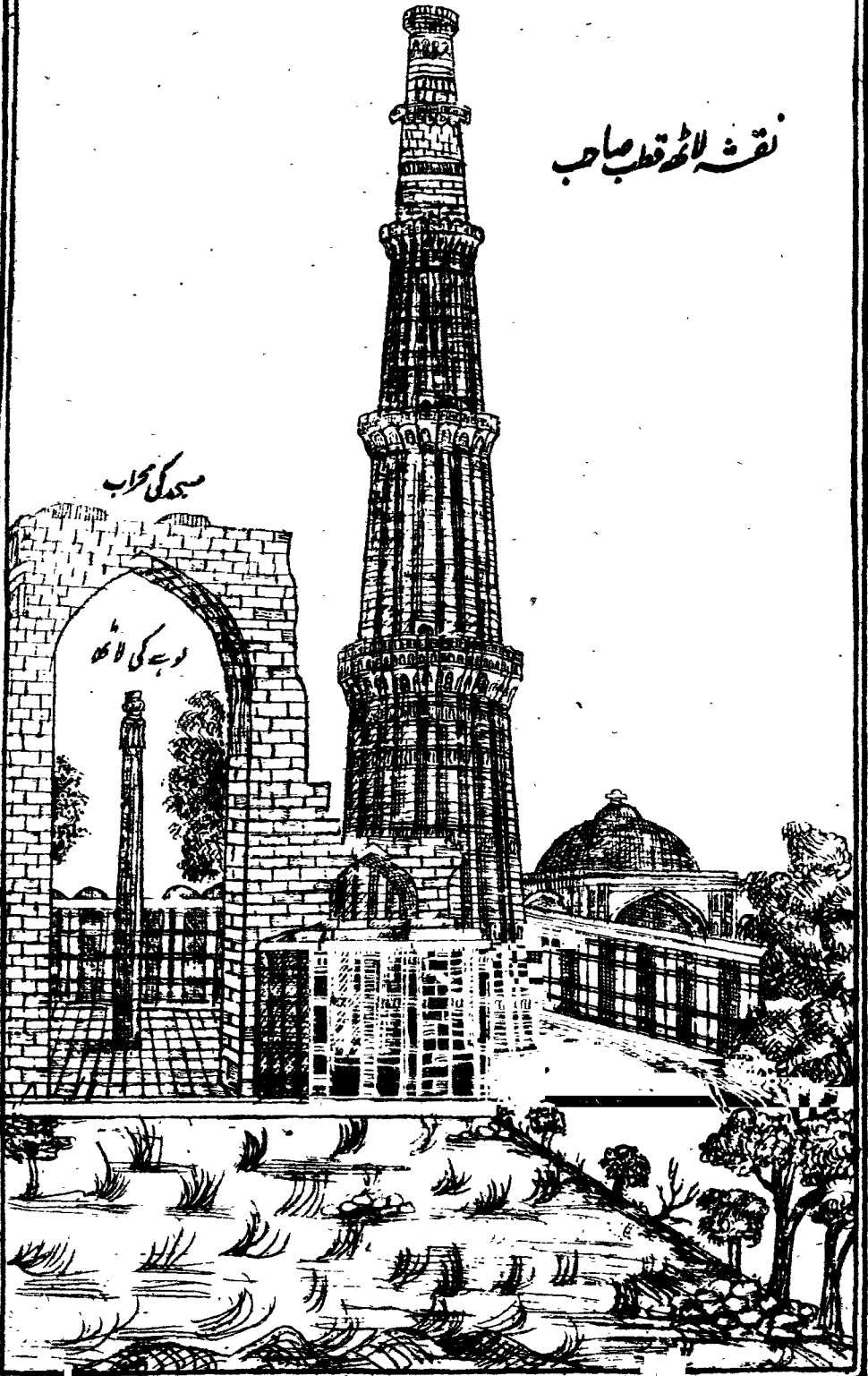
سجدۃ الاسلام کی محرابوں کے متصل مقبرہ سلطان شمس الدین التمش

کابھو ۱۲۲۲ ہجری مطابق ۱۲۲۵ء عیسوی میں انتقال ہوا اور اس جگہ دفن ہو گئے تھے مٹی سلطان رضیہ سگرنے
 یہ مقبرہ بنوایا۔ اس مقبرہ کی تمام عمارت باہر سے سنگ خارا کی ہے اور اندر سنگ مرمر اور کھس کھس سنگ مرمر بھی لگا ہے

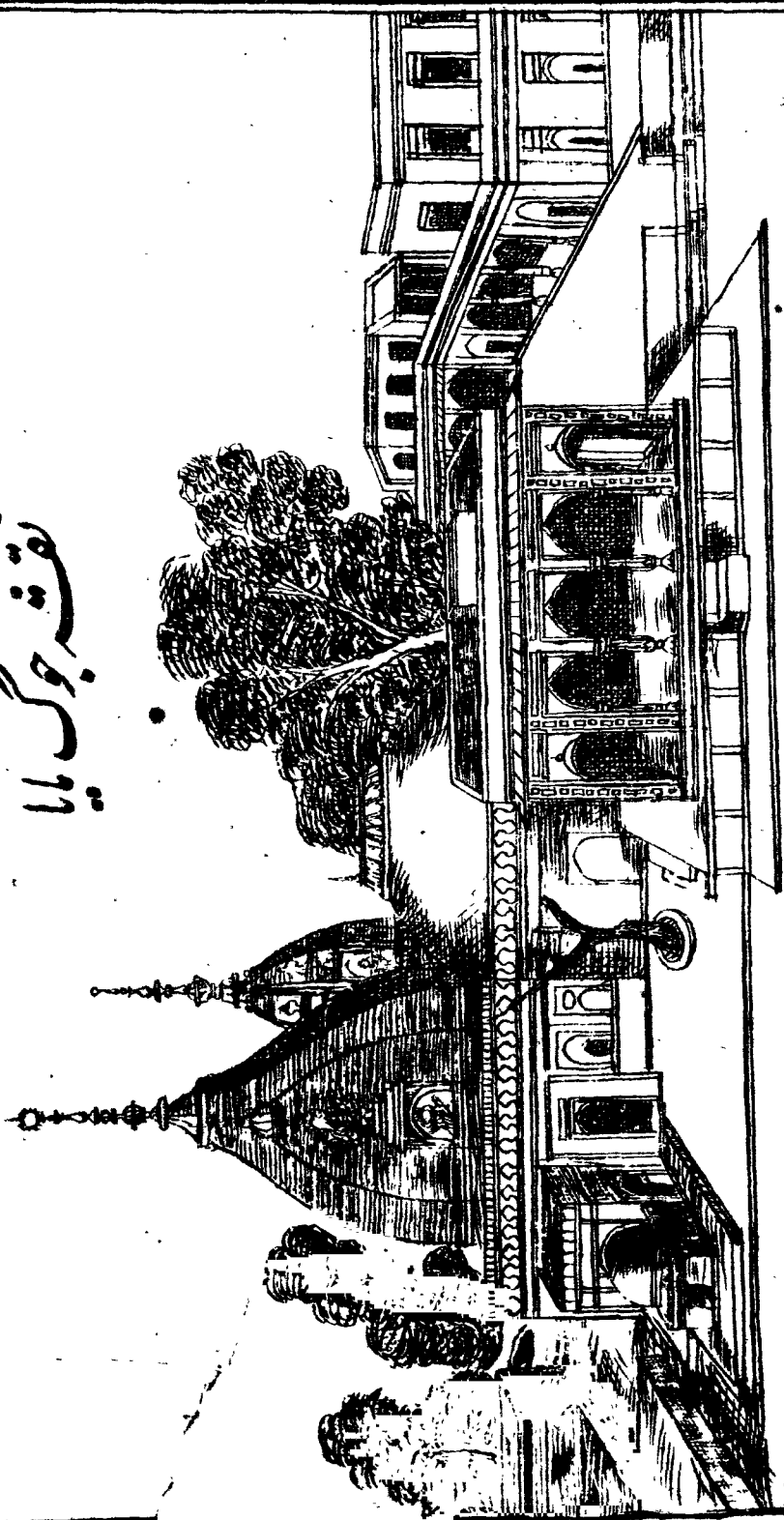
نقشہ لائٹ قطب صاحب

مسجد کی عمارت

دوبہ کی لائٹ



نقشہ جوگ مایا




عام دیواروں پر کایات و آرائی کندہ ہیں اور بہت اچھی نسبت کاری کی ہوئی ہو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس مقبرہ پر
ستون دار گنبد بھی تھا مگر اب عرصہ سے گڑبڑ ہو صرف چار دیواری بانی ہی فرید شاہ اپنی فتوحات فروری
میں لکھتا ہے کہ میں نے اس مقبرہ کی بھی مرمت کی اور صندل کا چھ چھٹ پڑھایا اور اس کے گنبد میں پتھر کی
سیرھی تراش کر لگائی مگر اب اون چیزوں کا پتہ نہیں سلطان شمس الدین التمش خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے حضرت کے وصال کے بعد اپنے ماتھے سے غسل دیا جب
نماز پڑھے کا وقت آیا تو حضرت کے خلیفہ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت کی یہ وصیت ہے کہ
میرے خزانہ کا امام وہ شخص ہو جسے کبھی ازار بند کو حرام کے معاملے نہ کھولا ہو اور سنت عصر اور زکیر اور
جماعت کی کبھی فوت نہ کی ہو۔ اس کلمہ کو سنکر ایک ساعت تک تلم لوگ خاموش رہے کوئی بظاہر ظاہر
نہیں ہوا سلطان شمس الدین التمش خلیفہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ میرے حال پر کوئی مطلع
ہو مگر خواجہ علیہ الرحمہ نے افشا فرادیا۔ پھر بادشاہ نے نماز خزانہ پڑھائی۔ یہ بادشاہ کبھی بے وضو
نہیں رہتا تھا دستکاری کر کے خورد و نوش کرتا شریعت کا غایت درجہ پابند تھا اس سے آگے بہت بڑا نامی

جوگ ماما

کا ہو۔ بھاگوت میں لکھا ہے کہ جب کنس راکھس نے بہت ظلم کیا تو شروع کیا تو برہمانے کرشن اوتار ہوئے کی
خبر دی اخیر دھار جگ میں جبکہ ہندی حساب سے چار ہزار نو سو تیرہ میں برس ہوئے بلدیو کے ماں دیو کی
رائی کے پیٹ سے کرشن اوتار نے جنم لیا کنس کے ڈر کے لوے کرشن کو کل میں تند جاعون جو وہ جا کر
پاس ڈال آئی اور جو وہ جا کر بیٹی کو تھرا میں اوتھالائی کنس نے اس بیٹی کو اٹھا کر زمین پر دی مارا
چاما کہ وہ بھلی ہو کر اڑ گئی اور یہ اوسکا استہان ہے۔ مگر یہ مندر سنسکرت سے بھی مطابق سنسکرت
میں راجہ سید پھل نے جو اکر شاہ ثانی کے نوکر تھے بنایا ہے۔ چونے پتھر اینٹ سے بنا ہوا ہے زمین سے
چوٹی تک اکتالیس فٹ اونچا ہے اور گلس برائینہ لگا ہے۔ اس مندر میں کوئی مورت نہیں ہے بن گھر اخیر
ہے اور اسکے گرد سنگ مرمر کا تھانہ بنا ہوا ہے اسی پتھر کو پوجتے ہیں۔ ہر سنت یہاں میلہ ہوتا ہے
بنے اس مندر کو بہت مانتے ہیں کیونکہ پڑھاوے میں یہاں جو نہیں پڑھتا اس مندر کی چار دیواری
بھی ہے جو اکر شاہ کے زمانہ میں بنی ہے ساؤن کاؤن کے جیسے میں چھل دیو کی سیرت پر لکھا بھی ہے پتھر سے

محلول بھلیاں یعنی مقبرہ اوجم خان

واقع ہے پر اکر شاہ  تھا اس سے شمس الدین محمد خان آکر گو مارا محل الا تھا۔ اسکی فہم میں اکر شاہ
نے اوجم خان کو قلعہ پر سے مدد فرمائی کہ مراد والا جی ماہم نگہ بھی جو اکر بادشاہ کی اماں اوجم خان کی

اور ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ رائے پتھور کی بیٹی نے آپ کے ماتہ پر توڑ کی اور تلوان ہونی چاہتا ہے آپ کے خزانے آپ کے
 ایک ہونے کی قبر ہے وہ اسی کی قبر بتاتے ہیں جب تک آپ زندہ رہے ہزاروں ہندوؤں نے آپ کے فیض سے
 اسلام قبول کیا۔ دزبروز شوکت اسلام زیادہ جوئے لگی اللہ عزوجل فرمادے۔ ایزر کو اپنے انتقال فرمایا
 اور اسی مقام پر جہاں آپ آن کر بیٹھے تھے آپ کو دفن کیا۔ اسی قلعہ کے متصل

شیخ شہاب الدین حق گو

کا۔ اسے۔ آپ شیخ فر الدین زاہری کے صاحبزادہ ہیں آپ کا لقب حق گو اسوجہ سے ہے کہ سلطان
 محمد تغلق نے آپ کے حکم کیا کہ مجھ کو محمد عادل کہو بیٹے اقرار کر لیا مگر شیخ نے منہ پر انکار کیا اور فرمایا کہ ظالموں
 کو عادل نہ کہیں گے سلطان نے آپ کو قلعہ سے نیچے گرا دیا آپ شہید ہو گئے اور یہاں قبر بنی اور
 حق گو مشہور ہو گئے۔ اس طرف سات بادشاہوں کی قبریں ہیں نہ معلوم کون کون سے بادشاہ ہیں
 اور ہیں

عاشق اللہ کا مزار

ہے عوام لوگ عاشقان اللہ کہتے ہیں یہ بھی مشہور ہیں کہ آپ کے بوعلی شاہ قلندر زانی بی علیہ الرحمۃ سے
 فیض لیا ہے۔ اس طرف ایک بہت بڑا پہاڑ کا پتھر ہے اسکو لوگ ہلاتے ہیں اور وہ بھجاتا ہے اسلئے اسکو
 چھٹکنی کہتے ہیں۔ اس قلعہ سے آگے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر

سلطان غازی علیہ الرحمۃ کا مزار

سپہا صلی اللہ علیہ وسلم سلطان ناصر الدین محمود ہے سلطان شمس الدین التمش کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے
 باپ کے سامنے شہداء میں انتقال فرمایا اور یہاں دفن ہوئے شہداء سبھی مطابق اس وقت
 میں سلطان شمس الدین التمش نے یہ مقبرہ بنوایا۔ اسکے اندر چاروں طرف مکان ہیں اور جانب مغرب
 نئے سنگ مرمر کی ایک چھوٹی سی مسجد اور بیچ میں لیک غار ہے کہ پندرہ سیر چھیاں اور تراوی میں
 جاتے ہیں اور اس میں یہ قبر ہے اور اس غار میں ستون مگرے کر کے چھت پاٹ دی ہے اور چھت پر
 سمن چوہترہ چار فٹ ساٹھے سات انچ کا اونچا بنا ہے دروازہ بھی اس مقبرہ کا سنگ مرمر کا ہے۔
 اور اوپر آیات قرآنی بخط نسخ و کوفی اور کتبہ کھذا ہوا ہے اور چار دیواری سنگ مرمر کی بہت مضبوط
 بنائی ہے چاروں کونوں پر چار برج ہیں اور دروازہ بہت گڑھی دیگر بنایا ہے۔ بائیس سیر چھیاں
 چڑھ کر جاتے ہیں۔

پھر واپس قبیلہ اندر تشریف لے جاتے اسکو مہرولی کہتے ہیں یہ قبیلہ بھی پرانی ولی کا یادگار ہے جس سے پتھور کے
 وقت میں بھی مجھ کو عروج تھا سلطان قطب الدین کا ڈنگا نہیں بجا۔ برسوں ہی پتھور دار السلطنت رہا۔ اس

تھی اس صدر سے مرگئی دونوں لاشیں اکر آباد سے یہاں لاکر ۹۹۹ء ہجری مطابق ۱۵۸۰ء عیسوی میں
 کیں اور لیکر پادشاہ کے حکم سے یہ مقبرہ جو بنے پھر سے بنایا گیا۔ اہل ایک یوار میں رینہ بنا جو اور سچ کی دیوار
 اس طرح بر بنائی جو کہ اسکے گرد پھر گئے ہیں اور ایک مقام پر ایسا دھواں کار کھا ہوا کہ آدمی یہ خیال کرتا ہوا کہ اس سے
 کو میں جاتا ہوں اسی رستہ سے چنے اور تروں کا حال لیکر بظلمات اپنے قیاس کے اوپر چڑھ جاتا ہے اور پھر جب
 نیچے اتر نیکارا وہ کرتا ہوا تو سب اسکے کہنے اور تروں کے راستہ لیکر گونے میں نظر سے پوشیدہ ہے اسی
 راستے پر ان پڑتا ہے اور پھر اوپر چڑھ جاتا ہے اسی سبب مجھول ٹھیلان سکام مشہور ہو گیا ہے اس مقبرہ کے پتھر

قلعہ راکے پتھورا

واقع ہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں یہ قلعہ بالکل مہدم ہو گیا ہو لیکن کہیں کہیں ٹوٹی چھوٹی فصیل باقی رہ گئی ہے
 اسکی ٹوٹی چھوٹی دیواروں کو دیکھ کر اوکی عظمت و شان خیال میں آتی ہے کہ یہ قلعہ کتنا بڑا اور کتنا مضبوط تھا
 اس قلعہ کے آثار دور دور تین تین کوس تک معلوم ہوتی ہیں اور تمام پتھور کے محل اور ثبت خانہ جہاں اب قطب
 کی لائٹ ہے سب اسکے اندر تھی یہ قلعہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ۲۲۰۰ء مطابق ۱۵۸۰ء عیسوی میں بنا تھا۔
 اسکی فصیل کا انداز بہت چڑا تھا اسکے گرد پہاڑوں میں خندق بنائی تھی اور اس خندق میں تمام جگلوں کا پانی
 گھیر کر ڈالا تھا کہ بارہ مہینے اس میں پانی بہتا تھا دیوار غریب اس قلعہ کی کچھ بچتی ہے اور سی طرف کی خندق
 بھی باقی ہے۔ خندق کی زمین سے فصیل کی چوٹی تک پتھریٹ بندھی ہے۔ یہ قلعہ ایک مدت تک از غلام
 سلطان بادشاہوں کا بھی رہا ہے چنانچہ سلطان قطب الدین ایک اور سلطان شمس الدین التمش بھی اسی قلعہ
 میں رہتے تھے اس قلعہ کی جانب غرب ایک بہت بڑا دروازہ تھا جو

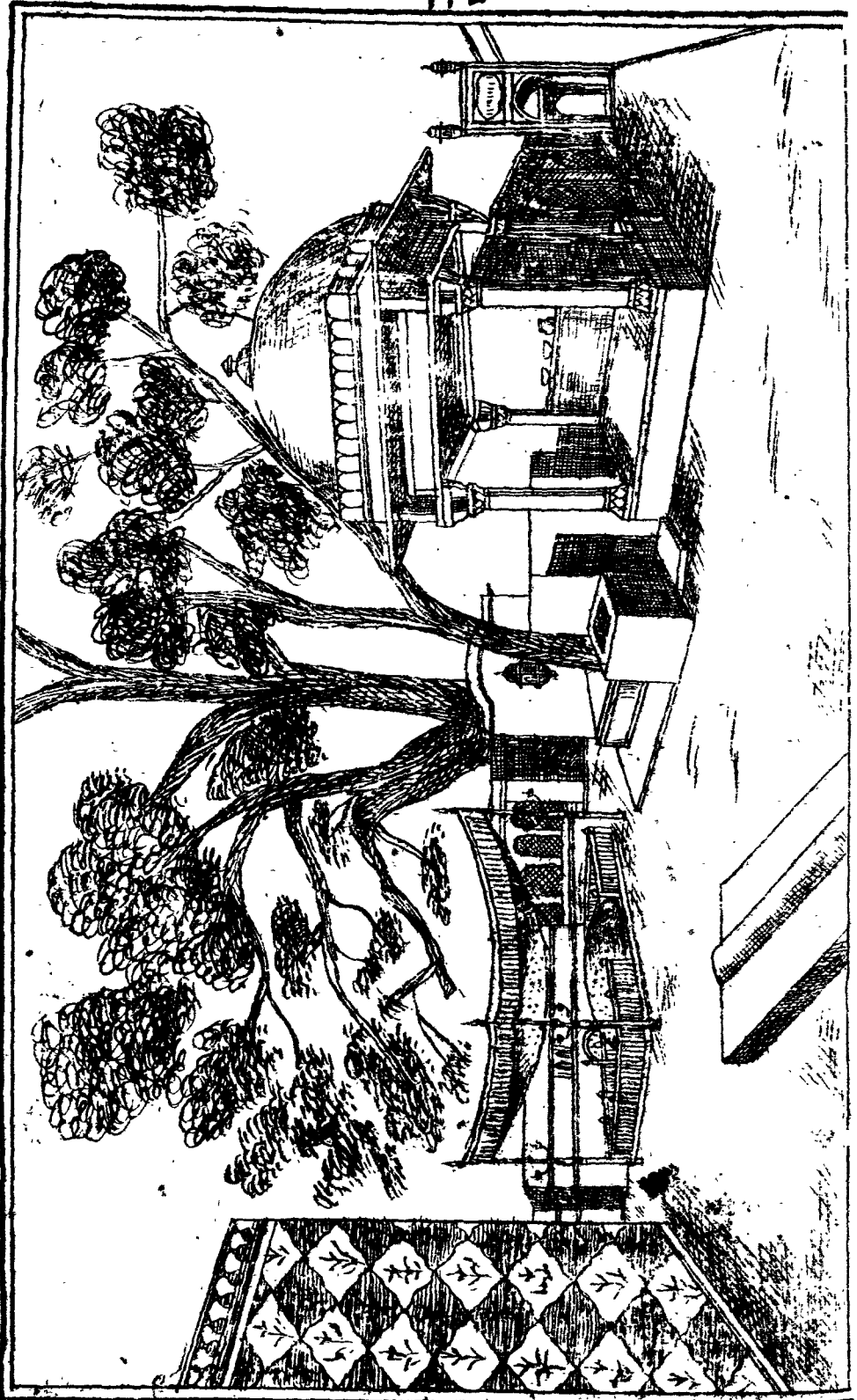
غزنی دروازہ

کہتے تھے۔ معلوم نہیں راہ پتھور کے وقت میں اسکا کیا نام تھا مگر مسلمانوں کے وقت میں اسکو غزنی دروازہ
 تاریخ فیروز شاہی میں لکھی ہے کہ غزنی کی فوج اسی دروازہ سے اس قلعہ میں داخل ہوئی تھی جب سے
 اسکو غزنی دروازہ کہنے لگے۔ ترک نیمہوی میں لکھا ہے کہ اس قلعہ کے غزنی دروازہ کے علاوہ نو دروازے
 اور تھے۔ ان قلعہ کی خندق میں نیم کے درخت کے پتے

حاجی روز بہ مزار

بے کمال فیاض ہے جس اس کورنے والے تھے۔ راہ پتھور کے وقت میں یہاں لئے اور اس خندق میں
 جہان آجگار سے ان بیٹھے۔ راہ پتھور کے وقت میں جو نیم تھے انہوں نے انکے آئے کو خال بدقتوں
 کر کے رائے پتھور سے کہا اس شخص کے آئے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غریب مسلمانوں کی عمارتیں ہوا جاسی

نقشہ درگاہ حضرت خرمہ قطب الدین بہتیار کاکلی روضہ اعلیہ



حضرت خواجہ قطب الدین مختیار کا کی اوشی رحمہ اللہ علیہ

کا فرار ہے بھگان اللہ کیا بابرکت مقام ہو۔ حاضر سونے ہی انوار و برکات نمایاں ہوتے ہیں۔ نسبت اس قدر
 زبردست اور متعذی ہو کہ بھبھکتے ہی لطف آئے نگھا ہو با تا مل معلوم ہوتا ہو کہ گویا شیخ کی خدمت میں
 حاضر ہیں آپ حضرت خواجہ معین الدین حبیبی سنواری رحمہ اللہ علیہ کے بہت بڑے خلیفہ ہیں دونوں صحبیں ہی
 ہیں۔ آپ اکابر اولیاء اللہ سے ہوتے ہیں۔ آپ کے کرامات خوارق بے شمار ہیں۔ آپ کے مناقب میں اتنا
 ہی کافی ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر جیسے کامل ولی آپ کے خلیفہ ہیں۔ ایک روز آپ کی خانقاہ میں
 مجلس سماع تھی جب قوال صلاح الدین و نصیر الدین نے یہ شعر پڑھا شعر گشتگان خیر تسلیم را ہ ہزار
 روز غیب جانے دیگر بہت ہ آپ کو حالت طاری ہوئی کہ اُس جد میں دس دس آتھ اوپر اوچھل جاتے اور
 پھر زمین پر آتے مگر نماز کے وقت حالت محو ہوجاتی اور نماز یا جماعت ادا فرماتے اور پھر وہی کیفیت ہوجاتی
 تین رات دن یہی کیفیت ہی بد تیسرے دن کے ہر گھنٹے سے صدائے اللہ کی شروع ہوئی اور ہر روز
 سے فوارہ خون کا جاری ہوا اور جو قطرہ زمین پر گرا نقش اللہ نقش ہوتا ایک رات تک یہی کیفیت رہی
 پھر دو گھنٹوں سے صدائے سبحان اللہ کی شروع ہوئی اور ہر قطرہ خون سے نقش سبحان اللہ و الحمد لہ تحریر ہوجاتی
 جب یہ مصرع پڑا جانا۔ گشتگان خیر تسلیم را ہ تو آپ پر سکتہ کا عالم ہوجاتا۔ جب یہ مصرع پڑھا جانا
 ہزارمان اور غیب جانے دیگر بہت ہ تو اسوقت آپ زعمہ ہو جانے۔ پانچ رات دن تک اسی حالت میں
 رہے آخر پانچویں روز شب و شبہ جو دھوئیں ریح الاول گشتہ بحری مطابق ۱۲۳۱ھ کو آپ کا وصال ہوا
 سلطان حسن الدین التمش نے آپ کو غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی ایک پایہ جنازہ کا سلطان نے پکڑ
 اور باقی تین پایوں کو دوسرے اولیاء اللہ کو دیکر دفن مقدس میں بیگنے اور دفن فرمایا آپ کا فرار بالکل
 گچا ہے گنبد وغیرہ کچھ نہیں ہے سبحان اللہ کیا خاکساری ہے۔ پہلے اس مقام پر کچھ عمارت تھی۔
 ۹۲۰ھ بحری مطابق ۱۵۱۵ھ عیسوی کے شہر شاہ کے وقت میں خلیفہ اللہ خان نے آپ چار دیواری بنوائی
 جبکہ اب نہ نہیں ۱۵۱۵ھ عیسوی میں اسلام شاہ کے وقت میں یوسف خان نے بھی
 ایک دروازہ اس درگاہ میں بنایا کہ اسکی تاریخ پتا۔ درگاہ خواجہ قطاب ہے بوا اسکے ۱۵۱۹ھ بحری۔
 ۱۵۱۹ھ کی شاکر خان نے شاہ عالم بہادر کے وقت میں ایک دروازہ جانب غرب بنایا کہ اب تک موجود ہے
 ۱۵۳۰ھ بحری مطابق ۱۶۱۵ھ عیسوی فرخ میر نے آپ کے مزار کے گرد سنگ مرمر کی بہت نفیس جالیان بنوائیں اور
 سنگ مرمر کے چھانے بہت لطیف بنوائے اور اون دروازوں پر کتے کندہ ہیں آپ کے برابر کے چھانے
 آرام کرتے ہیں آپ کے مزار نے شیخ عبدالعزیز لہجائی کا فرار ہے آپ کی پائیں حضرت شیخ عبد الدین غزنوی رحمہ اللہ

باولی حضرت قطب الاقطاب حمہ المند علیہ

ہے اس باولی کو ندیم الدولہ خلیفہ الملک حافظ محمد داؤد خاں بہادر مستقیم جنگ نے چودہ ہزار روپے
 علاوہ قیمت پتھر کے ۱۲۰۰ ہجری مطابق ۱۷۸۲ عیسوی میں بتانی شروع کی اور ۱۲۰۰ ہجری
 مطابق ۱۷۸۶ عیسوی کے یہ باولی بنکر تیار ہوئی جوئے اور سنگ خار سے بہت خوبصورت باولی
 بنی ہے مگر عرصہ سے اکی تو میں بند ہو گئی ہیں بالکل خشک پڑی رہتی ہے ہنس کسی صاحب کو اس طرف
 توجہ نہیں ہوتی کہ اس چشمہ کو درست کرادے۔

درگاہ سے صرف ایک دیوار پہنچ

موتی مسجد

یہ جامع فرش کے سنگ مرمر کی بنی ہے اور اس میں سنگ موسیٰ کی دھاریاں دی ہیں مسجد کے مندر اور
 گنبد میں شاہ عالم بہادر شاہ نے ۱۲۰۰ ہجری مطابق ۱۷۸۶ء میں بنوائی ہے۔ پھر شاہ عالم کو وقت میں
 اس مسجد کا بیچ کا گنبد جو چال سے گر پڑا تھا گراؤسی وقت مرمت ہو گئی تھی اسکے مناروں پر دو کبریاں
 تھیں ۱۲۰۰ ہجری مطابق ۱۷۸۶ عیسوی میں ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ نے پورانی ہو جانے
 کی وجہ سے اتر وادیں اس مسجد کے پاس بلکہ نجدی میں کو رہتے

محی شاہ عالم بہادر شاہ

کا ہے۔ یہ پتھر ۱۲۰۰ ہجری مطابق ۱۷۸۶ عیسوی میں شاہ عالم بہادر شاہ کی بیٹے نے سنگ مرمر سے
 بنوایا تھا چنانچہ یہ بادشاہ اس میں دفن ہیں۔ بعد اسکے جبکہ سلطان عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ کا ۱۲۰۰
 مطابق ۱۷۸۶ عیسوی کے انتقال ہوا تو وہ بھی اس محل میں رکھے گئے بعد اسکے جبکہ بادشاہ ثانی
 کا ۱۲۰۰ ہجری مطابق ۱۷۸۶ عیسوی میں انتقال ہوا تو وہ بھی اسی محل میں دفن ہوئے۔ ایک سردار
 جو بادشاہ بادشاہ نے اپنے واسطے تجویز کیا محاورہ خالی ہے۔

اب درگاہ شریف سے نکل کر پڑنے چند مقامات کی اور سیر فرمائیے۔ اول

مولانا جامالی کی درگاہ

یہ آپ مولانا سید ابوالدین علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں اور مولانا جامالی علیہ الرحمۃ اور مولانا جلال الدین محمد ودائی
 سے ملے ہیں۔ شاعری میں کہاں کہتے تھے۔ منوی۔ غزلیں۔ قصیدہ سب کچھ کہتے تھے مگر آپ کے
 قصائد بہت زبردست ہوتے تھے اول جلالی مخلص کرتے تھے پھر مرشد کے اشارہ سے جمالی مخلص
 کرنے لگے سلطان سکندر اور بابر اور ہمایوں کے زمانہ کے اولیائے کاملین میں سے تھے۔ اصلی نام پکا

آپ کے خلیفہ آرام کرتے ہیں اس جگہ لیندی ہے۔

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری علیہ

کا نزار ہے۔ ایک نام محمد اور والد کا نام عطاء ہے۔ بزرگ آپ کے بھلا کے رہنے والے تھے آپ بہت بڑے عالم تھے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ ہیں آپ کو سماع کا بہت شوق تھا آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ سے بڑی دوستی تھی وصال آپ کا ۷۳۵ھ میں ہوا۔ حضرت کے تلامذہ بڑے ہیں۔ غرض کہ یہ مقام بھی بنائیت با برکت اور پربا اثر ہے۔ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے متصل باہر کجانب درگاہ میں جاتے ہوئے واپس آتے ہوئے بائیں ہاتھ

حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ

کا نزار ہے۔ آپ حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمہ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور خلیفہ ہیں آپ کا سلسلہ نسب شیخ شہاب الدین سہروردی حج تک پہنچتا ہے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ محمد گیسو دہلوی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور پھر دہلی میں رہنے لگے تحصیل علوم کے بعد یادگیری میں قدم پڑھا۔ سرگودھہ کا ملین ہوئے۔ قیام عالم خواجہ نور محمد بہاوی۔ مولانا ضیاء الدین جمپوری مولانا غلام فرید۔ شاہ محمد عظیم۔ شاہ سلیمان توشکی رحمہ اللہ علیہ جیسے لوگ آپ کے خلیفہ ہوئے تیس سال کی عمر میں ۱۰۹۹ھ ہجری میں وصال ہوا۔ خورشید دو چیمانی سے سال وفات نکلتا ہے کہ آپ کے نزار پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ اشعار رکن شہت خردین چون جان برائے فانی و براستانہ جاودا و آن قطب و دانی و سال وصال آن ماہ از عیب چون مجسمہ تاریخ گفت ااتف خورشید جاودانی و من کلام سید الشہداء الفخر الدین مقبول الہی۔ اس احاطہ میں اور خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ کے احاطہ میں بہت سے اولیائے کاملین اور رؤسا سے عظام اور عقیدہ مندوں کی قبریں ہیں جو خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خادموں سے واقفیت ہو سکتی ہے۔

مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کے نزار کے متصل

مسجد درگاہ

ہے۔ اس مسجد کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ دو حجاب کا چار منٹ ٹہنی کا ہے۔ سہنہ کو خود حضرت قطب الاقطاب نے مولانے پاروں کے بنایا ہے ۱۰۵۰ھ ہجری مطابق ۱۶۴۰ء کے سلیم شاہ کو وقت میں اس کے درجے کے آگے ایک اور درجہ تھا پھر فرخ میر نے اس کے آگے ایک اور درجہ اور چنانچہ ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں بنایا اور اس کی پیشانی پر تاریخ لکائی جکا مادہ تاریخ بیت بنی شہاب ہجری ۱۰۵۰ھ

انکا از مبادی شوخی طاعت حق و طلب علم بستہ نزدیک باوان بنویسند اکثر علوم و منیہ تحصیل کرد و
 درین بست و دو سالگی از محمد آن فارغ شدہ و کلام مجید از برگزینہ بر سر شد نشست و یکم در غفوان جوانی
 جاذبہ الہی در رسید یکبار دل از یار و دیار برکنند متوجہ حرمین محترمین گشت مدت دید بان مقامات آقا
 و زریذہ با قطاب زمان و اولیای سے کبار صحبتہا دہشتہ بود۔ بود و ارجمند و نصحت ارشاد و طالبان
 اختصاص یافت و علاوہ آن تکمیل فن حدیث نمودہ برکات فراوان بوطن مالون مراجعت فرمود
 و مدت پنجاہ و دو سال بکجیت ظاہر و باطن مکن یافت تکمیل فرزندان و طالبان بجا آورده بیشتر
 علوم سیمای علم شریف حدیث برداشتہ نہیگردد در دیار عجم حصے از علماء متقدمین و متاخرین دست
 نداده است ممتاز و مستثنیٰ اگر و بدو در فنون علمیتہ خاصہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد
 چنانکہ علمای زمان اختیار بدان و زریذہ دستور العمل خود وارند۔ و اہل درس در خواص و عوام بجان
 خریداری مینامند تصانیف این فیاض والا از صغیر و کبیر بقصد جلد و نجیب شمار ایات با تصدیق
 رسیدہ است در محرم ۱۰۵۰ شمسی نو یافتہم بر تو ظہور بہ عالم محضری دادہ۔ و در ۱۰۵۲ شمسی تمام آگہی و
 کثرت وہ پیشانی بہ عالم قدس خرامید تاریخ ولادت شیخ اولیا۔ و تاریخ وفات۔ فخر العالم کہت

حوض شمسی یا قطب صاحب کا تالاب

متر ۱۰۰

یہ تاریخ فرستہ میں لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین ایش نے قریب ۱۲۰۹ ہجری مطابق ۱۲۰۹ عیسوی
 کے یہ حوض بنایا تھا۔ سنا جاتا ہے اور بعض تاریخ کی کتابوں میں دیکھا گیا ہے کہ یہ حوض سنگ مرخ کا بنا ہوا
 تھا مگر آب و دیواروں اور چھروں کا پتہ تک نہیں۔ وہ سو چھتر بیگہ پختہ میں یہ حوض بنا تھا۔ خیال کرنا چاہئے
 کہ گنٹا بڑا ہوگا۔ تاریخ ملائی میں لکھا ہے کہ ۱۳۰۰ عیسوی مطابق ۱۳۰۰ ہجری کے سلطان علاؤ الدین
 نے جبکہ مٹی سے یہ اٹ گیا تھا صاف کر ابا اور اسکے بیچوں بیچ میں ایک لداؤ کا چوتراہ پنجے سے خالی
 بنا کر اوپر برجی نہایت خوبصورت بنائی جو اب تک موجود ہے۔ تاریخ فرزند شہری میں لکھا ہے کہ سلطان
 فرزند شاہ نے اپنے زمانہ حکومت میں اس حوض کی مرمت کرائی اور پانی آنے کے لئے صفا کئے
 اب حال میں تقریباً چھ سال ہوئے ڈیڑھی گھنٹہ ڈبوس صاحب نے اس حوض کو کسی قدر اون کر ابا
 کچھ پانی جمع ہونے لگا تھا مگر اب یہ تالاب پھر بہت اٹ گیا ہے کیا خوب ہو کہ اس حوض کی بھی شاہی عمارتوں
 کے ذیل میں گورنمنٹ مرمت کرادے اور پانی کے راستے صاف کرادے تاکہ پھر بھی ایک معمول
 سیرگاہ ہو جائے اور اسکی وجہ سے چھرتے میں بھی وہی پھلا جیسا ٹلف آئے گئے۔ اس تالاب
 کے کنارے پر مشرق کی طرف ایک چوتراہ ہے اسکو

شیخ فضل اللہ مروٹ جلال خان تھا۔ اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ اپنے جتنے ہی ۹۳۵ ہجری مطابقتی
 ۱۵۲۵ عیسوی کے یہ کوٹھڑی بنائی اور زلوٹوں کی طرح اس میں رہنے لگے جب ۹۴۲ ہجری مطابقتی ۱۵۳۵
 کے انتقال ہوا تو اسی کوٹھڑی میں دفن ہوئے یہ حجرہ بہت خوبصورت چُونے کا بنا ہوا ہے اور تھوڑی تھوڑی
 چینی کاری کی ہوئی ہے حجرے کے اندر چُونے کی نبت کاری میں دو غزلیں اپنی کی کبی ہوئی کھدی ہوئی
 ہیں۔ اس درگاہ کے پاس

مسجد درگاہ مولانا جامالی

ہے۔ بہت بڑی شاندار چُونے اور پتھر سے بنی ہوئی ہے مولانا جامالی علیہ الرحمۃ نے اپنے مائے ۹۳۵ ہجری
 مطابقتی ۱۵۲۵ عیسوی کے بنائی تھی۔ پہلے آبادی قطب صاحب کی اسی جگہ تھی چنانچہ اب بھی اس جگہ
 پر مانی بستی کے کھنڈ پڑے ہوئے ہیں اور بلکہ جب راجہ پتھورائے یہاں قلعہ بنایا تھا اس زمانہ میں بھی
 آبادی اسی مقام پر تھی اسکے قریب ہے

مقبرہ سلطان عیاش الدین بلبن

ہے جگہ اس بادشاہ نے ۷۵۵ ہجری مطابقتی ۱۲۵۵ عیسوی کے انتقال کیا تو یہاں دفن کیا گیا۔ مقبرہ
 بالکل ٹوٹ گیا ہے اور پتھر سا بے ادھر لگے ہیں۔ چُونے کا ڈھیر معلوم ہوتا ہے۔ اسی مقبرہ کی شکل
 میں ایک اور قبر خان شہید کے بیٹے کی ہے جو ۷۸۵ ہجری مطابقتی ۱۲۸۵ عیسوی کے لاہور کی طرف
 مارا گیا اور یہاں دفن کیا گیا۔

اب درگاہ شریف سے آگے اسی پختہ رستہ پر چلے تھوڑی دُور آگے دائیں طرف حوض شمس کے کنارے

مقبرہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی

کا ہے۔ آپ بہت بڑے محدث مفسر اکر اور جہاگیر کے عہد میں گزرے ہیں ہندوستان میں حدیث شریف
 اول آپ لائے آپ ہی کی وجہ سے کلام رسول کو ہندوستان میں شہرت ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام
 شیخ سیف الدین ہے۔ بخارا کے ہندو لائے تھے۔ پھر ہندوستان میں آکر وہاں میں مقیم ہوئے۔ اور یہیں
 وہ پڑے چنانچہ اب تک آپکی اولاد باقی ہے ۸۲۴ ہجری مطابقتی ۱۴۲۴ عیسوی میں آپ کا انتقال
 ہوا۔ اسکے بعد یہ مقبرہ بنا۔ اندر قبر کے سرانے ایک دیوار پر چُونے کے حوضوں سے آپ کا سلا حال لکھا
 ہے۔ چنانچہ ذیل میں اسکو بعینہ نقل کر دیتے ہیں۔ یہ مقبرہ نہ چُونے پتھر کا بلکہ تالاب کے کنارے
 واقع ہونے سے البتہ ایک پہر کی جگہ معتدل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - محلے از احوال کرامت معتدلہ وقت صاحب المذاخر ابو عبد الحق رحمہ اللہ علیہ

مشرق کی طرف محمد شاہ بادشاہ نے ایک بھلا تھمٹھا ہارہ فط میں پنجاب اور سات فط سات پنج
 چوڑا بنایا تھا کہ اوپر لوگ چڑھتے تھے اور پھر ٹھکڑھکتے تھے جواب بالکل ٹوٹ چھوٹ گیا کہ کچھ کچھ
 باقی ہیں۔ ساتوں بھادوں کے چینی میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے میلہ ہوتا ہے اور آٹھ آٹھ روز
 لوگ چھ دہتے ہیں بدھ سے جمعہ تک تین روز تک ہے بہت ہجوم رہتا ہے اور عین میلہ کا دن حجرات
 ہوتا ہے لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمی سے کم اس میلہ میں نہیں ہوتے اور شوقین ہزاروں روپے اس میلہ
 میں خرچ کر دیتے ہیں پھول والے اور دیگر اہل حرفہ شمالی دالان میں نکھانا بناتے ہیں اور حضرت
 خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ کی درگاہ میں لیجا کر چڑھتے ہیں اس سبب اس میلے کو پھول
 والوں کی سیر کہتے ہیں میلے کے دنوں میں اس مقام پر طرح طرح کے تماشے ہوتے ہیں۔ آجوں کے
 درختوں میں جوار تیاں کہلاتی ہیں رستہ ڈالکر چھوٹتے ہیں اور بڑی بڑی پینگیں لیتے ہیں سڑکا
 کی طرف اس میلے کی واسطے پھول والوں وغیرہ کو دو سو روپے ملتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ
 اس میلے کی بابت عدالتوں میں تعطیل نہیں ہوتی۔

بس اس رسم اس کتاب کو ہمیں ختم کرتے ہیں۔ اور مختصر طور پر

دربار دہلی

کا حال کہتے ہیں۔ جبکہ واکت ۱۹۰۳ء کو حضور قیصر ہند کے تاج پوشی کی رسم ولایت میں ادا
 ہو چکی اور جو رئیس اس تاج پوشی کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے انکی خلوص اور وفاداری کے اظہار
 کیلئے یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو پنجشنبہ ۱۲ بجے دن کے بغرض اعلان تاج پوشی حضور قیصر ہند جناب
 والیلے گورنر جنرل کشور ہند نے خاص دہلی میں دربار منعقد فرمایا اور دربار اسی مقام پر کیا کہ
 جہاں ۱۸۵۷ء کو دربار شاہی ہوا تھا یعنی زیر باؤٹہ وہاں اسی میدان چھاؤنی میں ایک بیت وسیع
 چوتراہے میں سولہ ہزار آدمی جھتی طرح بیٹھ جائیں دہلی اور آگرہ کی نقل پر بنایا تھا اور اوپر روٹنی
 ستھری دروپہلی کام بنوایا گیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں جو درباری چوتراہے بنا تھا اس سے یہاں اسی شکل
 صورت و وسعت و لطرز میں مختلف تھا۔ چھاؤنی کے چوتراہے اور باؤٹہ کے نیچے تقریباً چالیس
 مربع میل میں کیپ ڈیرہ شمشیرنگ برنگ کے اپنی اپنی وضع کے علاوہ علیحدہ استادہ تھا اور دہلی
 میں ہزاروں ٹائٹس ٹیوگٹن کیناٹ و ڈچس صاحبہ جو اس غرض سے ولایت سے تشریف لائے تھے اور
 حضور گورنر جنرل صاحبان مدرٹس عبیدی اور جناب کمانڈر ایچیف انواع ہند اور حضور اقدس گورنر صاحبان
 حضور نیکال صاحبان آگرہ و اووہ و پنجاب صوبہ برمانچہ پنے افسران ہمایوی و چیف کشر صاحبان

اولیا مسجد

کہتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ اس جگہ خواجہ قطب الدین علی المرتضیٰ اور اور بزرگوں نے چلے کھینچے ہیں اور بنائے ہاتھ سے
 لوگ ریاں ڈال کر یہ مسجد بنائی تھی اسی جگہ سے اولیا مسجد مشہور ہے۔ اس کی مسجد کو لوگوں نے کئی بنا لیا ہے اور چرخ
 کا فرش کراویا ہے۔ اس میں ایک بڑے کا بہت بڑا درخت ہے جس سے تمام مسجد پر سایہ رہتا ہے جنوب کی طرف
 شمس تالاب کا پانی عجیب عالم دکھاتا ہے۔ نئے اختیار بل کو ٹھاتا ہے۔ ٹیٹھے پیچھے اور ٹھٹھے کو دل نہیں جاتا
 اب حال میں مسجد کے جنوب میں شرق رو پادلان شمس محمد کرم اللہ خاں صاحب نے بنوادیا ہے جس سے
 لوگوں کو بہت آرام ملتا ہے۔ اس حوض کے کدے بہت سے مکانات اور باغات اور مزارات تھے بعض کا
 پتہ نہیں اور بعض کی مقدار پتہ آثار دکھا رہے ہیں جیسے۔ غنی شہزادہ کا باغ۔ زین الدین زور دین کا مزار
 شیخ و جیل الدین خلیفہ سلطان المشرق کا مزار۔ شیخ احمد دہلوی کا مزار۔ شیخ احمد دہلوی کا مزار۔ مولانا
 شعیب کا مزار۔ سید نور الدین مبارک غزنوی کا مزار۔ مولانا ساد الدین پیر مولانا جہانی کا مزار۔ چاندنی
 چوترہ تعمیر محمد شاہ جو ہوتی ٹوٹ گیا ہے۔ اندھیرا باغ۔ سپہل والی کنوئیں۔ سوہن برس۔ دیوانی
 چوترہ۔ چہل تن چہل من۔ حجاز عجیب قسم کی عمارت ہے جسکو لال محل کہتے ہیں۔

حوض شمس کے مقابلہ میں مشرق کی طرف قطب صاحب کا

مجموعہ

ہے۔ ملاحظہ فرمائیے جو تمام جگہ مشہور ہے۔ پہلے کسی وقت میں عجیب برگاہ غنی و گلاب ملی گئی گزرے وقت میں
 لطف کا مقام ہے۔ اس مقام پر جنوب کی طرف ایک دیوار ہے جو سلطان فیروز شاہ نے بطور بند کے بنائی
 تھی اور حوض شمس سے پانی زور کر کے اس دیوار میں سے چادر چھوٹی تھی اور پانی نونکھے نالے میں ہوتے تھے پانی
 اور عادل آباد کے پتھے بہ جاتا تھا۔ سلاطین ہجری مطابق سن ۷۰۰ عیسوی میں نواب غازی الدین خان فیروز
 جنگ لے کر اس دیوار کو دالان اور حوض اور ہنر بنائے اور دالان اور حجت میں خوارے بنوائے جو پانی کے زور
 میں چھوٹتے تھے اور حوض میں پانی بھر کر آگ کی ہنر میں ہو کر بہتا تھا اور دوگ دالان کی حجت پر سے طرح طرح
 کی گودائی گودنے تھے اور گودنے کے وقت بڑا تاشا ہوتا تھا اب وہ چادر اور خوارے بند ہو گئے ہیں اب کبھی
 کبھی دیوار میں سے پانی بہنے لگتا ہے اور حوض میں صبح ہو جاتا ہے۔ اسکی شمال میں محمد اکبر شاہ بادشاہ نے
 دہر دالان سنگین بہت خوشنما بنایا ہے جو اب بھی موجود ہے جسکو تقریباً نوے سال کا عرصہ ہوا اور جنوب
 شاہ جی کے بجائی سجن کا نام سید محمد تھا شاہ عالم کے زمانہ میں دالان پچھوڑہ بنایا تھا جسکا اب نشان تک
 نہیں۔ اور پتہ میں بہادر شاہ بادشاہ نے سنگین بارہ دری بنوائی جو اب بھی موجود ہے۔ اس آگے

دہلی میں جمع ہو گئی تھی۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء روزِ دو شنبہ کو گیارہ بجے دن کے (ریلے ٹائم سے) حضور وایسر
 گورنر جنرل دہلی کے اسپیشن پر چھوٹے۔ گاڑی میں سے اترنے کی وقت فوجی باجا بجا گیا اور اس وقت
 شاہی سلامی کی آئینس تو میں قلعہ کے وہابی دروازے سے چھوڑی گئیں اور حضور وایسر نے ان
 اسی دروازے پر گزرتے اور وایبان ملک اور جلیل اللہ صاحب کے واسطے اسپیشن پر جانے
 انکی مزاج پرسی فرما کر شاہزادہ ڈیوک آف کیناٹ و شاہزادی ڈیچر صاحبہ کا استقبال کیا جو بالابا لابی
 سے اسپیشن گاڑی میں کینڈہ پہلے سے تشریف لائے ہوئے تھے اور بڑے بڑے وایبان ملک عہدہ
 داران کو دونوں صاحبوں کے سامنے پیش کیا۔ پھر وہ وایبان ملک و ہاتھوں کے جلوس میں شریک تھے
 اسپیشن پر سے باہر تشریف لاکر اپنے اپنے ہاتھوں پر سوار ہوئے اور آتی عہدہ داران و وایبان ملک جمع ہونے
 کے جلوس میں شریک نہیں تھے وہ چاندنی چوک میں تشریف لیگئے اور اپنی نشست گا ہوں پر قیام پذیر ہوئے
 جو خاص لکھے واسطے ٹون ہال کے مجزی حصہ میں تائبستوں کا انتظام جلوس دیکھنے کے واسطے کیا گیا تھا
 انگریزی فوج کا ایک گارڈ آف اونریع میڈ کے اس دروازہ میں کھڑا تھا جو اسپیشن کے باہر ہی متع کیوں واسطے
 بنایا گیا تھا۔ حضور وایسرے ڈیوک آف کیناٹ کے سواری کے ماتھی اسپیشن کے باہر مشرفی حاضر تھے
 کھڑے تھے جب حضور وایسرے اور ڈیوک آف کیناٹ و ڈیچر صاحبہ نے اسپیشن سے باہر قدم رکھا تو
 فوجی طریقہ سے سلام کیا گیا اور بیٹھ بجا گیا۔ پھر حضور وایسرے ویڈی کمرن صاحب ایک ماتھی پر
 اور ڈیوک آف کیناٹ اور حضور و ڈیچر صاحبہ دوسرے ماتھی پر سوار ہوئے۔ یہ دونوں ماتھی نہایت
 عالی شان قیمتی طلائی جھولوں سے آراستہ تھے۔ ان دونوں ہاتھوں کے آگے وایسرے اور شاہزادہ
 صاحب کے ماتھی نیشن مصاحب اور بچے کھٹ کور اور وایسرے کا باڈی گارڈ ران بعد ان دونوں
 صاحبوں کا خاص شہانہ اور سکریٹری فارن ڈپارٹمنٹ و برائٹ سکریٹری حضور وایسرے و وٹری سکریٹری
 حضور وایسرے و ایڈیکٹنگ حضور وایسرے۔ اور حضور ڈیوک آف کیناٹ کے ہاتھوں کے بعد کیا دن
 وایبان ملک کے ماتھی ڈوڈو ایک قطار میں کے بعد دیگرے تھے ہاتھوں کے پیچھے ڈیوک آف ہسی وہاں
 وایسرے و گورنر و لٹننٹ گورنر و چیف کسٹران صوبہ جات ہندوستان اور کمانڈر چیف مد
 مصاحبان و ممبران کونسل وایسرے و لٹننٹ جنرل بنگال و بلوچستان اور شمال مغربی سرحد ہندوستان کے
 رئیس بعض گاڑیوں پر بعض گھوڑوں پر سوار تھے۔ جلوس کے رستہ پر شروع سے آخر تک فوج دو طرف
 صف بندی سے آراستہ کھڑی کی گئی تھی یعنی سڑک پر دو رویہ گوروں اور کالوں کا اسپیشن سے
 لیکر چھاؤنی تک جاں حضور وایسرے کے رہنے کا مقام بنا تھا پیرا تھا کئی شخص سڑک کو جو رہیں

صاحبان چدر آباد میسرور و پنجٹ گورنر جنرل صاحبان راجپوتانہ و سنٹرل انڈیا بلوچستان صوبہ قندھار و سیٹ و پٹان
اور تمام وایان ملک جنگو گورنمنٹ ہندو لوکل گورنمنٹوں نے مدعو کیا تھا جس پر ہر ایسوں کے وزیر افسران بھی
(سیسی ویوزین) جنگو کہ حکام متذکرہ بالانے بلا یا محتا ستر کیے ہوئے تھے۔ تمام انگریز صاحبان اپنی اپنے
صوبوں کے گورنروں کے جہان تھے۔ اور انہیں ہیڈ گوارڈوں یا صوبہ کے وسطی کیمپ میں قیام کی جگہ
دی گئی تھی۔ رڈ سا کو مچ پولیسکل افسروں کے علیحدہ علیحدہ کیمپ میں جگہ دی گئی تھی جو تفسیر ملکی کے
ٹائڈ سے قائم کیے گئے تھے اور ہندوستانی سفیر شرفاؤ با وقت اشخاص کو اکثر صوبہ دار کیمپوں میں ٹھہرایا گیا
تھا اور بعض بعض شہر و سول ایسٹنٹوں میں ٹھہرے تھے۔ اس دربار کے موقع پر تقریباً ایک لاکھ ہتھیار
آرمی وہلی میں آئے اور شہداء میں دربار قیصری کے وقت کل اڑسٹھ ہزار آدمی وہلی میں آئے تھے۔ ہزاروں
سے جا بجا سے جمع کئے گئے تھے۔ کیمپوں کی زمین ہموار کی گئی تھی اور جالمیں میل جدید سڑک بنائی گئی تھی
۲۲ فٹ پٹری کی لاٹ ریلوے سات میل تک جو کشمیر دروازہ سے سنٹرل کیمپ اور دربار کے چوتھے
تک بنائی گئی تھی شروع ہونے کی تاریخ سے اقتداء تک ایک لاکھ دو ہزار اٹھاون ساواں میں بیٹھے۔
اور آٹھ سو چاس سینر ٹکٹ والے اس ٹکٹ کے علاوہ تھے بڑی لین بھی بھاری بھاری سیاب کیمپ میں
پہنچانے کی غرض سے بھلا دی گئی تھی۔ ہر کیمپ وغیرہ میں بانی پہنچانے کے ذرائع بہت پیدا کر دیے
تھے۔ بہتر عرض۔ پتیا لیس کنوئیں جدید تعمیر کئے گئے تھے اور انٹرنیشنل کی جدید شاخیں زمین میں بچھائی
گئی تھیں اور دو ہزار چار سو پچتر آدمی محکمہ حفظان صحت میں اور کئی گئے تھے۔ دربار کے لئے سوا خاص
ڈاکخانہ اور بیٹار ڈیٹریکس قائم کئے گئے تھے محکمہ دار میں بھی گیارہ تار گھر اور کھلے تھے بڑے بڑے کیمپوں
میں ملی فون لگانے گئے تھے۔ شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں بجلی کی روشنی کی گئی تھی اور جا بجا کیمپوں
میں آٹھ ہزار ہنڈے رتی روشنی کے دکانے لگائے تھے جسکی وجہ سے رات دن معلوم ہوتی تھی۔ ہتھام یہ کیا گیا
تھا کہ ہینڈ بھرتک روشنی میں کسی نم کا ہرج واقع نہ ہو۔ پودوں کے گلے اور چھوٹے چھوٹے جن ہر کیمپوں میں
بنائے گئے تھے۔ رسد سانی کا سلمان کچھ تو بیج کے طور پر ہوا تھا اور کچھ کھیر رسد سانی کے ذریعہ سے کیا گیا تھا
دربار کے وقت اس ہتھام قائم رکھنے کے لئے پنجاب کے قانونی کونسل نے ایک چھوٹا سا قانون موسوم بہ
ہلی دربار پولیس ایکٹ شہداء میں تیار کیا تھا۔ وایان ملک با اختیار ہوا کہ بلاوے سے بچھ گئے تھے جن میں سے
ایک سو شتر کیا دربار ہونے اور چھوٹے چھوٹے رئیس حسب سٹیڈ لائے نہیں گئے اور جو زمین ہر بار کے اندر سے
نہیں آئے انکی حاضری صاف فرمادی گئی تھی کیونکہ اکثر نو سٹھ سال کی وجہ سے بہت زہر بار ہو گئے
اور سب کے بڑے بڑے وایان ریاست اور گورنمنٹ کے حلیل القدر افسر اور تمام جوان و عورتیں شہداء

بادیہ برقرار رہا۔ ایسی رائی بھنڈا بلند کیا گیا پھر ساتھ پھر خوب کے اپنی اپنی قیامگاہوں میں داخل ہوئے۔

۳۰ نومبر ۱۹۰۶ء روز شنبہ کو حضور وائس رے گورنر جنرل ہندوستانی چیزوں کی نمائش کا افتتاح فرمایا اور وہ چیزیں ایک عارضی نہایت خوبصورت مکان میں رکھی گئی تھیں جو قدیم باغ میں کشمیر بیدمانہ کے باہر بنایا گیا تھا۔ اس نمائش میں صرف ہندوستانی صنعت و حرفت کی چیزیں اور پیش رفت جو اب جو بلوچستان کے وائس رے گئے تھے دکھلائے گئے تھے اور وہ ان چیزوں کے جو عارضاً نمائش میں رکھی گئی تھیں وہ تمام فروخت کی غرض سے رکھی گئی تھیں۔ افتتاح نمائش سے پہلے حضور وائس رے گورنر جنرل ہندو

پیش

فرمانی۔ ہر روزیروں سے بہت لوگ یقین کر سیکے کہ سوکے درختوں کے تمام اشیا جو ہم یہاں دیکھ رہے ہیں یہ صرف گزشتہ آٹھ مہینوں میں تیار ہوئی ہیں۔ اپریل گزشتہ میں جب نمائش گاہ کی تیاری کا حکم دیں تو یہاں پہاڑ ہوا تھا تو اشیا موجودہ یعنی ہنر و عمارت وغیرہ کا یہاں نام و نشان بھی تھا اور اب ہر چند کہ یہ کمالات وغیرہ بہت جلد یہاں سے محو ہو جائینگے مگر اس نمائش سے جو اثر پیدا ہوگا یقین ہے کہ وہ جلد فراموش نہیں ہوگا میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس نمائش کو فونڈ کے قیام کرنے کی کون ضرورت پیش آئی ہے اس لیے اس نمائش پر پورا شروع ہی سے اس ملک کی صنعت و حرفت پر زور کرنا شروع کیا اور جب بارہوی کا فیصلہ ہو چکا کہ جس شہنشاہ مظہر کی اچھوشی کی رسم عمل میں آنی اور جس میں ہندوستان کے والیان ریاست اور رؤساء عظام اور ہر درجہ شرفا شامل ہوئے تھے۔ تو مجھے خیال ہوا کہ اس وقت کہ ہندوستان کی حرفوں کو دوبارہ زندہ کیا جا یا سکے وال کے روز کی ترمیم کی جائے۔ میں ڈاکٹر واس کو مد کیلئے طلب کیا اور آپ نے کہا کہ اس کا اندازہ کرنا چھوٹا وہ سب ڈاکٹر واس اور ان کے نائب ٹریسری براؤن کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جنہوں نے ہزار ہا میل ہندوستان کے ہر حصہ میں سفر کر کے یہ دستکاری کے نمونہ منتخب کئے یا اپنے نمونے کار یگروں کو دیکر ان کی نقلیں بنوائیں۔ اور جہاں جہاں روپہ کے ضرورت تھی خرچ کر کے بہترین نمونے دستکاری کے فراہم کئے۔ میں نے اس نمائش کے لئے تین شرائط قائم کر دی تھیں۔

اول یہ کہ صرف آرائش کی نمائش ہوگی اس میں معمولی پیداوار کو دخل نہیں دیا جائیگا کیونکہ اس قسم کی ایک ٹری نمائش کلکتہ میں ہے جو (عجائب گاہ کلکتہ کی طرف اشارہ تھا)

دو سووی شرط یہ تھی کہ اس میں یورپین یا یورپین طریقہ کی کوئی چیز نہ ہو جیسے کہ شیشہ اور ٹین اور پکڑا کے کھارنے وغیرہ ہندوستان کے اپنی آرائش بہت عمدہ ہیں۔

کر سکتا تھا۔ فوج کے عقب میں تھرہ کی اور ہندوستان کے بڑے بڑے اور ڈوڈو کے شہروں کے تماشائی
 کھڑے تھے۔ اس طریقہ پر جلوس کنوئیں روڈ ٹھیس روڈ جامع مسجد و بازار چاندنی چوک و فتحپوری احمد پانی
 کی سڑک سے ہوتا ہوا نکلا۔ جامع مسجد مشرقی رخ کی دالالوں میں نسلے کے (دولائیکے) و دیگر لوگوں پر جما
 بٹھائے گئے تھے اور جامع مسجد کے تینوں دروازوں کی سیڑھیوں پر اور بیرونی گوشوں پر پاڑ باندھا
 منتظران کٹیٹی جامع مسجد نے مسجد کے فائدہ کی غرض سے تماشائیوں کے بیٹھے کا انتظام کیا تھا جس
 مسجد کو بعد منجانی خج بارہ ہزار روپے کا فائدہ ہوا اور اس رقم میں سے جزبی گوشوں پر چوبی دو کاپی
 بنائی گئیں جس سے ہمیشہ کو مسجد کی آمدنی میں ترقی ہو گئی۔ سینکڑوں اور ہزاروں آدمیوں نے اس
 جلوس کے نظارہ کیلئے سینکڑوں روپے خرچ کر کے بالاخانے کر ایہ پر لئے تھے۔ چاندنی چوک کی درمیانی
 سڑھی پر تماشائیوں کو سطلے مقبول نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا جس سے ٹھیکہ دار کو معقول فائدہ ہوا
 تجارتی کاروبار خیر سے بندھے اور تقریباً چار میل تک بازار و مسجدیں مندر و عارضی بلند مقامات جو
 اس غرض کیلئے بنائے گئے تھے اور چھتیس ہزار آدمیوں سے بٹھے ہوئے تھے شہنشاہ شہنشاہ سیکر کی تصویر
 اور عنائے فقرے جایا آڈنٹ تھے اور ہر طرف سے مبارکبادیوں کی بھرمار تھی جسے حضور و سیرا کی سوار
 اس شان شوکت سے جامع مسجد کے سامنے قلعہ سے گزری فوراً و سیرا جھنڈا قلعہ پر بلند کیا گیا اور قلعہ کے دروازے
 سے کتیس فی سلامی کی داہوئی اور جیٹھو و سیرا اور ڈوک آف کیناٹ صاحبان کی ہاتھی موڑ
 سے آگے راجپور روڈ کے گوشہ پر پہنچی تو دونوں ہاتھی ٹھہرے گئے اور دونوں صاحبان نے والیان
 ملک کو جواون کے بیچھے ہاتھیوں پر سوار تھے و داعی سلام کر کے نصرت فرمایا تب والیان ملک نے
 بائیں طرف بل وارڈ روڈ سے ہو کر اپنی اپنی قیامگاہوں پر تشریف لے گئے پھر حضور و سیرا
 اپنے ہاتھی سے اتر کر گاڑی پر سوار ہوئے جو وہاں موجود تھے اور جلوس انہی ترتیب سے چھاڑی
 نیچے باوڑ تک چلا گیا وہاں سے فوج ہمراہی کا وہ حصہ جو حضور و سیرا کے آگے تھا ہتھیار
 باڈی گاڑو وغیرہ براہ رست علی بوری کی سڑک سے اپنے اپنے جنموں میں چلا گیا۔ پھر حضور و سیرا
 و ڈوک آف کیناٹ و ڈوچر صاحبہ کی گاڑیاں راجپور سڑک سے پھرتے وقت باوڑ اور ستر کی پہلی
 کی طرف جائیں پہلے ریکین اور باقی جلوس کا حصہ اور قلعہ فوج ہمراہی ان کے سامنے سے ہو کر علی
 کی سڑک پر سے اپنی اپنی قیامگاہوں کی طرف منتہ ہو گئیں پھر حضور و سیرا نے ہزاراں ٹھیس چوک
 آف کیناٹ و ڈوچر صاحبہ اپنے باڈی گاڑو کیڈت کو روک کے ہمراہ باوڑ کی سڑک سے ہو کر جب گول بھر کے سنا
 جو دیار کے موقع پر پایا گیا تھا پہنچی تو کتیس تپوں سے سلامی ادا کی گئی اور پہلے تو بے سہونے سے

حضور قیصر ہند اوس چوترہ پر جو کھڑے کے فضل کی شکل کا بنا ہوا تھا منعقد فرمایا چوترہ کے باہر کے رخ
چھبیس بیسے بلکہ فٹ بلند از پنج میں دروازہ اور او سپر میں قطارین بلاک کے ساتھ بنائی گئی ہیں
اور اٹھارہ فٹ چوڑی خالی جگہ چھوڑی چوترے کے قطعات (لٹے و کپسٹ) میں والیاں وقائم مقام
والیاں مالک غیر و افسران سرکار جو حضور و ایسرے کے ہمان تھے و مہر صاحبان گورنمنٹ ہند و مہر صاحبان
سفارت خارجہ بٹھائے گئے تھے اور جو حصے مختلف صوبوں کے لئے تھے اون میں اول یمن میں لوکل
گورنمنٹ کے افسران اعلیٰ اور والیاں ملک ہند بٹھائے گئے تھے (صرف ان حضرات کیواسطے کرسیوں
کی نشستیں تھیں باقی سب کیوں بیٹھتے تھے) اور قطعات (ایچ ٹاویس) میں درباری لوگ جو عموماً گئے تھے بٹھائے
تھے۔ اخبار کے قائم مقام لوگوں کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کی گئی تھی اور ہر ایک شخص اپنے داخلہ کے کارڈ
کے ذریعہ سے مطابق رنگین ارفوں کے جو کارڈ پر چھپے ہوئے تھے اپنی نشستگاہوں پر بیٹھنے کے بہتہ سے
پہنچ جاتا تھا۔

تقریباً چالیس ہزار فوج سرکاری جو پہلی میں ہوتی موجود تھی حسب حکم حضور کمانڈر انچیف صاحب فوج ہند
اُس میدان میں جو درباری چوترے کے داخل ہونے والے دروازے کے مقابل تھا راستہ کی گئی تھی اور
وایسرے کی پست چوترہ دربار تک شکر کے دو طرفہ فوج کھڑی تھی چوترہ دربار میں شاہی جھنڈے
کی جگہ کو بیٹھنے والے احاطہ کے کھڑی تھی۔ افواج انگریزی کا ایک عوامی گارڈ احاطہ کے اندر چوترے
کے سامنے صف بندی سے کھڑا کیا گیا تھا۔ تمام آدمی ساڑھے دس فٹ تک اور والیاں ملک و افسران
اعلیٰ لوکل گورنمنٹ گیارہ بجے تک اپنشن یافتہ یوروپین اور ویسی افسر جو غدر میں موجود تھے اور یوک
آف کینٹ و ڈیوڈ جڈا سو گیارہ بجے تک اپنی اپنی نشستگاہوں پر تشریف لے آئے تھے والیاں ملک
اور افسران اعلیٰ لوکل گورنمنٹ جب سواری سے اترتے تھے تو افسران فارن ڈپارٹمنٹ و فوجی افسران
مستعدانہ کا استقبال کرتے تھے اور انکو اون کی جگہ تک بھجوتے تھے اور جو والیاں ملک و افسران
اعلیٰ اسلامی کے سوتے تھے آپرے دار جو اون کی نشستگاہ کے قطع کے دروازہ پر مقرر تھے اون کو
جو بی سلام کرتے تھے۔ ساڑھے دس بجے سے بارہ بجے تک بیٹھنے والے احاطہ کے اندر حاضرین کی تفریح
کے لئے منتخب چیزیں جاتا رہا غدر کے شور ماؤں کے چھوٹے سے بیٹھنے سے جو سماں بندھا تھا اور کئی
کیفیت مفضلہ اخامات میں شائع ہو چکی ہے وہ منظر بھی عجیب غریب قابل دید تھا جس طرف
نظر اٹھا کر دیکھو مختلف صورتیں نظر آتی تھی۔ کہیں تو عدن کے ریاستوں کے شیخ و عرب کلفت
لباس پہنے ہوئے اور کئی طرف ہندوستانی سہرہ حد کے بلوچ و عرس زین لباس میں نظر آئے تھے

مکملی زبان سے بعض آدمیوں نے کھڑے ہو کر تاشہ دیکھی

تیسری شرط یہی کہ صرف سب سے اچھی چیزوں کو اس نمائش میں جگہ دیا جائے جو خوبصورت بھیجیں نرالی ہوں
ہندوستانی وضع کی ایسی چیزیں ہوں جو برنگہم سے مسکتی ہیں یا شادیوں میں بنائی جاتی ہیں۔

لکڑی۔ ماحی و انت۔ ریشم۔ قالین اور دھانوں کی قسم کی ایسی حرفت کاری جو سبیکاپ یہاں دیکھیں گے
یاد رکھئے کہ یہ نمائش ہے بازار نہیں ہے جہاں ہر قسم کی سستی چیزیں ملیں۔ چونکہ آج کل ہندوستان میں اٹن
خواب ہوا ہے ہمنے زمانہ گذشتہ کے بہترین نمونے جمع کئے ہیں جو متعار کا لکشن (مجموعہ) میں پائے جاسکتے
یہ ہندوستان کے والیان ریاست کی قیاضی سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں۔ بعض ان میں سے ہندوستان
کے عجائب خانوں سے اکٹھے ہوئے ہیں اور بعض کنگاٹن (انگلستان) کے ہندوستانی عجائب خانے سے منگوائے
گئے ہیں۔ ہندوستان کا آرٹ غیر ممالک کے خیالات متعارفینے سے ترقی نہیں کر لگا بلکہ یہاں کے کارگروں
کے اپنے اصلی خیالات سے۔

اس زمانہ میں سستی چیزیں پختیز سے بہتر سمجھتے ہیں اور خوبصورت کو مضبوط سے۔ اسی وجہ سے پُرانی حرفتیں اور
دستکاریاں ہمیشہ کے لئے معدوم ہو رہی ہیں کوئی قومی آرٹ قائم نہیں رہ سکتا جیتک کہ قومی ضرورت کو پورا
نکرسے یقین ہے یہ نمائش ایک بجٹ لیس (سبقتیاشاد) کا کام دیگی اسکے کھولنے سے مقصود یہ دکھانا ہے
کہ ہندوستان ابھی کچھ کر سکتا ہے۔ ابھی یہاں کی دستکاریاں کچھ عجائبات تیار کر سکتے ہیں۔ ہمیں گلکت یا
بمبئی کی یورپین دوکانوں کی طرف بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہندوستان کی بہت سی دوکانوں
اور گھروں میں ایسی آرٹسٹک اور کاریگری کی چیزیں مل سکتی ہیں جو اپنا نامی نہیں رکھتیں۔ میں نے ہی عرض
سے یہ نمائش کھولی ہے اور امید ہے کہ یہ پٹر پائلٹ (محبت وطن) مقصود کو پورا کریگی کہ جسکے لئے اس وقت قائم
کیا ہے اور میں اس وقت اسے افشاح کر دینے کا اعلان کرتا ہوں۔

اسکے بعد حضور وائسر اور والیان ریاستہائے ہند اپنے رُو سا اور اہلکاروں کے نمائش کے اندر چلے گئے
اور چیزوں کو دیکھتے اور تعریف کرتے رہے ساڑھے بارہ بجے حضور وائسر نے تشریف لگئے اور سوقت علاوہ
اونکے ہزار ہا نمائش گاہی جن کے پاس ٹکٹ مسائنہ قیمت تھی اندر داخل ہو کر نمائش دیکھنے لگے اور پھر
سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ عاک لوگوں نے بھی اول اول ایک روپہ پھر آٹھ آنہ پھر چار چار آنے دیکر نمائش کی
خوبصورتی اور دربار کے تمام رسومات ختم ہونے کے بعد دو چھینے تک نمائش قائم رہی کل اڑھائیس ہزار
آدھوں نے نمائش کو اندر سے دیکھا اور تین لاکھ باسٹھ ہزار تیس سو تیس روپے کی خیرین فروخت ہوئی
۳۱ دسمبر ۱۹۰۶ء کو چھ ماہیہ کو پونہ کے میدان میں ۲ بجے سہ پہر کے بیڑا باجا بجایا گیا حکم جنوری
۱۹۰۷ء کو چھ ماہیہ کو بارہ بجے دن کے حضور وائسر نے گورنر جنرل ہند نے دربار بغرض اعلان تاج پوشی

وجانفشانی مالا کلام بچلانے میں خواہ انگریزی اور ہندوستانی افواج - جو اس قدر نمایان مہارسی کھانڈ
 حضور عالی کی حدود مالک کی حفاظت و نگہبانی کرتی اور حضور مدوح کی طرف سے میدان جنگ کا
 جان فدا کرتے ہیں۔ خواہ ہندوستان کی تمام اقوام کے وفا و ارباب شدوں کی ایک جماعت پیشتر
 جو باوجود ہزاروں قسم کے اختلافات حالات و خیالات و عادات کے بطریقاً طرسلطنت عظمیٰ کی
 اطاعت میں متحد و متفق ہیں سب کے سب بیک جا مجتمع ہیں اپنی تاجپوشی کی تقریب کو اس طریق پر
 ہندوستان میں انجام دینے کی غرض خاص سے حضور ملک معظّم نے مجھے بحیثیت نائب السلطنت شیکھ
 اس دربار عالی شان کے انعقاد کا حکم دیا ہے اور خاص کر کے اس جشن کی عظمت و وقت کے اظہار کی غرض
 سے اعلیٰ حضرت نے اپنے بڑے برادر حقیقی شاہزادہ والاتباع عالیجناب ڈیوک آف کانٹا کو اس تقریب میں
 شریک ہونے کا ارشاد فرما کر ہم لوگوں کی عزت افزائی فرمائی ہے۔

اب سے پچیس برس پیشتر ہی چین کے اسی دن میں اسی قدیم شہر میں جو یادگار شاہان نام آور دکھانا
 قابل الذکر ہے اور عین اسی مقام پر حضور ملک معظّم و کوٹریہ اول قیصر ہند کے خطاب کے ساتھ مشترکہ
 کی گئی تھیں۔ یہ کام حضور مدوح کی انکی ہندوستانی رعایا کے ساتھ نئے انتہا ہمدردی کی دلیل میں
 اور ان کے ممالک تصرف ہند کے دولت برطانیہ کے زیر اطاعت و انقیاد متفق ہونے کے ثبوت میں کیا گیا
 اس سے پانچ صدی (یعنی پچیس برس) بعد آج کے روز اس سلطنت وسیع کے اتحاد میں کچھ کمی نہیں بلکہ زیادتی
 ہو گئی ہے۔ وہ بادشاہ جسکی اطاعت کے اظہار کے واسطے ہم لوگ جمع ہوئے ہیں اپنی رعایا سے ہند کے
 درمیان کچھ ہر دلعزیز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اسکی شکل اپنی آنکھوں دیکھی اور اسکی آواز اپنی کانوں سے
 ہے وہ اپنی نوبت پر ایک پائے تخت کا مالک ہوا ہے جو دنیا میں نہ سب سے زیادہ نامی و گرامی ہے بلکہ
 سب سے زیادہ محکم و پائدار بھی ہے اور وہ نکتہ چین جنہیں سہات کی تصدیق سے انکار ہو کہ سلطنت
 قبضہ اور حضور ملک معظّم کی رعایا سے ہند کا وفادارہ تعلق اور خدمت اس تخت کے استحکام کے لیے
 ادنیٰ بنیادوں میں سے نہیں ہے غلط خبریں سنے ہوئے ہوں گے بلکہ میری دانست میں یہاں تک
 استحکام شرط لازمی میں سے ہیں جس طرح ہندوستان اپنے ذاتی اور موروثی خزانے سے محروم ہے اسی طرح
 اس وفاداری و ملک طالی کی روشنی سے نور ہے جسکی از سر نو جانب غرب سے اعز ایش کی گئی ہے اپنے
 اولوالعزم طالبوں کی بڑی جماعت میں سے جو قرناً بعد قرن اسکی طلب تلاش میں آئے گئے اسکی
 صرف اسی لیے اپنی رضامندی ظاہر کی جسے اس کے نزدیک اپنا اعتبار بھی پیدا کیا
 دیتا ہے کسی دوسرے حصہ میں مکن نہیں جو کہ ایک ایسا منظر جگہ ہم آج مشاہدہ کرے، من دیکھتے ہیں آئے

اہیں نیپال اسکے دستخط کے ولیدیا قائم مقام تھے تھے غرض کہ ملکوں ملکوں کے رئیس اپنی اپنی قطع
 وضع کے ذریعہ برق خوشنایاوشاگون میں دکھائی دیتے تھے۔ کیفیت دیکھ کر اللہ کی قدرت اور
 انگریزی حکومت کی شان نظر آتی تھی۔ ~~ممالکوں کی متحدہ غلظتی تھان سے~~ اپنی من اگر واقع ہوئی
 اسی وجہ سے انکو دربار میں شرکت کا موقع دینے کی غرض سے دربار کا وقت دوپہر قرار پایا تھا۔
 وقت مقررہ بر یعنی ساڑھے گیارہ بجے حضور و ایسر اپنے باڈی گارڈ اور شاہی کیدت کو کہے جلوس
 ساتھ اپنی فرود گار سے گاڑی میں سوار ہو کر درباری چوتڑے کی طرف روانہ ہوئے جسوقت اٹھ
 دربار کے اندر داخل ہوئے تمام حاضرین دربار کھڑے ہو گئے اور اسوقت تک کھڑے رہی جب تک حضور
 و ایسر نے اپنی جگہ پر تشریف نہیں رکھی جو حضور موصوف چوتڑے کے پاس بھونچ گئے تو اسوقت
 چوتڑے کے سامنے جاؤغزازی گارڈ کھڑا تھا اودسے فوجی سلام کیا اور بیٹھنے سے سلامتی بادشاہ
 کی بجائی گئی اور کہیں ضرب سلامتی ادا کی گئی اور ایسر نے جھنڈا بلند کیا گیا پھر حضور موصوف
 زینے پر سے چوتڑے پر جا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ حضور و ایسر کے تشریف رکھنے کے بعد قیام
 مع اپنے فیصلہ جوں کے گھوڑے پر سوار آگے بڑھا اور یکجا حضور و ایسر کے آواز بلند اعلان پڑھا
 جس میں حضور شہنشاہ ہند بالقاب کی تاج پوشی کا ذکر تھا۔ اعلان کے ختم ہونے پر قومی رنگ کے ساتھ
 شاہی جھنڈا کھولا اور اکیسوا ایک ضرب شاہی سلامی کی چھوٹیں جھلجھلکی اور شاہی آئینہ
 میں قواعد کے وقت چھوڑی جاتی ہیں اسکے بعد حضور و ایسر نے اس مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر
 سب حاضرین کو مخاطب کے اپنی نے نظر مضاحت و بلاغت سے اسبج اور شاہ ہند کا ایک
 پیغام سنایا جو ذیل میں حرف بحرف درج ہے۔

اسبج

اب سے چھ مہینے پیشتر اعلیٰ حضرت مالک بدورد ہنتم ملک معظم انگلستان و قیصر ہند کو شان انگلستان
 و عصا عطا کیا گیا۔ سلطنت ہند کے صرف محدودے چند رییسوں کو اس تقریب میں شریک
 ہونے کا فخر حاصل ہوا آج کے دن حضور ملک معظم نے اپنی عنایات حسروانہ سے اپنی تمام رعایا سے
 ہند کو اسی قسم خوشیوں میں شریک ہونے کا موقع دیا ہے اور یہاں اور تمام تعہدات
 ہند وستان میں۔ اس مبارک جشن کے موقع پر خواہ راجگان و نوابان و رئیسان
 دوسرے داران ہند۔ جو حضور جمع کے تحت کے ستون میں۔ خواہ پورو میں اور
 ہندوستانی حکام۔ جو حضور عالی کی سلطنت کا انتظام جشن وغیرہ تمام

سب سے بڑی دلیل فریوزی ہوگی بلکہ ہے۔

اس تاجپوشی کے مبارک انعقاد کے بھی اعراض و مقاصد ہیں۔ آپ میرا یہ فرض ہے کہ حضور ملک معظم کے اس شفقت آمیز فرمان کو جو حضور مدوح نے اپنی رعایا سے ہند تک پہنچانے کے لئے فرمایا جس کی ہے آپ لوگوں کے سامنے پڑھ کر سناؤں۔

حضور ملک معظم قیصر ہند کا پیغام مبارک فرجام

مجھے ہایت خوشی ہے کہ اس شہنشاہ متوجہ پر جبکہ میری ہندوستانی رعایا میری تاجپوشی کی خوشیاں کر رہی ہیں انہیں خوشنودی و مبارکبادی کا پیغام بھیجتا ہوں۔ اس تقرب میں جو ان دنوں میں ننگا پائی صحن محدود سے چند و ایلیان ریاست و دکلا سے ہند شریک ہو سکے اسلئے میں نے اپنے نائب السلطنہ گورنر جنرل بہادر کو ہایت کی کہ وہ جہلی میں ایک بڑا مبارک منعقد کریں تاکہ تمام و ایلیان ریاست و باشندگان ہند اور سرکاری حکام اس مبارک موقع پر خوشیاں مناسکیں جب میں شہنشاہ میں ہندوستان کی بے شکوہ گیا تھا تب سے اس ملک و اس کے باشندوں کی محبت میری تہ نشین ہو گئی ہے اور میرے خاندان اور تخت کی انیس جو دلی اور دادا دارا پور خواہی ہو اس سے میں پوری طرح باخبر ہوں۔ گوشتہ چند برسوں میں انکی محبت و وفاداری کی بہت سی دلیلیں ظہور میں آچکی ہیں اور میری سلطنت و وسیع کے محراب و فتوحات میں میری ہندوستانی نافرمانوں نے نمایاں خدمتیں کی ہیں۔

مجھے امید تھی ہے کہ میرے فرزند دلہند پرش آف ویلز بہرہ راہی پرنس آف ویلز صاحبہ غفر ربنا اس ہندوستان سے شخصی طور پر تہنیت حاصل کر سکیں گے جسکی نسبت ہمیشہ سے میری یہ خواہش رہی ہے کہ وہ دیکھتے اور وہ خود بھی اسکی تہنیت کے اسی درجہ شائق ہیں اگر ممکن ہوتا تو میں اس مہتمم بانان موقع پر خوشی خود بنفس نفیس ہندوستان آتا ہر کیفیت میں نے اپنے برادر عزیز ڈیوگ آف کیناٹ بہادر کو ہندوستان میں بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے ہیں بھیجا ہے تاکہ اس جشن میں جو میری تاجپوشی کی خوشیاں منانے کے لئے انجام دیا جائے میرے خاندان سے کوئی شخص موجود رہے۔

جیسے میں اپنی والدہ مگر علیجناب ملکہ معظمہ و کٹوریا مرحومہ اقل قیصر ہند کے تخت کا مالک ہوا ہوں میری یہ خواہش رہی کہ حیانتہ و مصفاہ انتظام سلطنت کے وہ اصول جنہوں نے ایک تعجب خیز طور پر رعایا سے ہند کے دلوں میں جناب مدوح کی عظمت و محبت پیدا کر دی تھی بے کم و کاست برقرار رہیں تمام باشندگان ہند کو خواہ وہ میں مسلمان ہوں یا رعیت مطیع میں از سر نو تعین دلاتا ہوں کہ میں ان کی

میں اس بڑے اور اوقات جمع کا ذکر نہیں کرتا ہر چند کہ اسکے لائق ہونے کا۔ مجھے یقین ہے میں اس حقیقت
 کی طرف جس کا بھر جمع گویا مجاز ہے اور ان لوگوں کی طرف جہاں کیفیات قلبی کا بھر جمع اظہار کرتا ہر شاہ کرتا
 ہوں مختلف ریاستوں کے تلو سے زیادہ والی جہاں مجموعہ آبادی چھ کروڑ آدمیوں کی ہے اور جہاں مالک
 ۵۵ درجہ طول تک پھیلے ہوئے ہیں اپنے مشترک حکمران کی اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے یہاں آئے
 ہیں ان کے ہر جوش و خداداری کی ہدایت قدر کرتے ہیں جو انہیں اس قدر مصلوں سے دلی تکتی ہے
 لایا ہر جہاں کے اکثر کو بہت کچھ تکلیف اور اخراجات بھی برداشت کرنا پڑا ہے اور ابھی محوری درجہ تک
 آگئی خاص زبانوں سے حضور ملک معظم تک نئی طرف سے مبارکباد پھونکانے کا پیغام سننے کی
 عزت حاصل ہوگی۔ وہ عمدہ دار اور سپاہی جو یہاں موجود ہیں ہندوستان کے قریب قریب
 ۲۳۰۰۰۰ جوانوں میں سے منتخب کر کے بلائے گئے ہیں اور انہیں خاص کر اس بات پر فخر ہے کہ وہ
 ملک معظم کی سپاہ میں سرآوردگان جماعت ہندو عمدہ دار اور غیر عمدہ دار جو یہاں موجود ہیں
 ۲۳ کروڑ سے زیادہ آدمیوں کی جماعت کی وکالت کر رہے ہیں اسلئے حقیقت میں اس بات کا ذکر
 کیا جا سکتا ہو کہ اس تماشگاہ میں مدعانی طور پر بلکہ حکمرانوں اور نائبوں کے اعتبار سے جہاں طہر پر بھی
 تمام انسانی آبادی کا قریب قریب ایک خمس یہاں موجود ہے سب کے سب میں ایک ہی جوش و خروش کی تہ
 چھوئی گئی ہے اور سب کے سب ایک ہی تخت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ
 یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی ولی جوش نے ان کثیر التعداد اور منتشر جماعتوں کو ایک جگہ بھیج دیا
 اور انہیں متحد کر دیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بادشاہ کے ساتھ و خداداری اور اس کے عدل
 اور کربان حکومت پر اعتماد و دوزن مترادف لفظا نہیں پھر صرف ایک دلی جوش کا اظہار ہے بلکہ
 ایک تجربے کی گویا اور مختصر اور ایک عقائد کا اقرار ہے اسلئے کہ ان کروڑوں آدمیوں سے اکثر
 کو حضور ملک معظم کی گورنمنٹ نے باہر کے محلے اور اندک کی بد عملی سے آزادی بخشی ہے بعضوں کو ان کے
 حقوق و اختیارات کی حفاظت کی کفالت عطا کی ہے بعضوں کے لئے باعزت مشغولیوں کی پیش
 فرم و کشادہ کردی ہیں۔ عامہً خلائق کے حال پر مصیبت کے وقت نظر رحم مندوں کرتی ہے
 اور سب کے ساتھ عادلانہ نفاذ برتنے۔ انہیں ظلم دست سے نجات دینے اور تربیت و تعلیم اور
 امن و امان کے فیوضات عطا کرنے کے لئے کوشش کرتی ہے ایک دیکھ سے ملک پر فتح حاصل کرنا
 ایک بڑی کامیابی ہے عادلانہ اور مضمانہ برتاؤ سے اس ملک پر قبضہ قائم رکھنا اس کا بڑا
 کامیابی ہے عافلانہ تریا بر ملک کی سے اس کے اجزائے منقسمہ کو ایک مجموعہ مستحکم بنا کر برقرار رکھنا

مالی حالت کی ترقی کا زمانہ آتا تھا یا جسکی ماتہ آئے گی میں بہمہ جوہ ہمد ہو تو میں میدوی گتا ہوں کہ حضور ملک معظم کے عہد حکومت کے سالہا سے اولں گذرنے نہ پائینگے کہ گورنمنٹ ہند کو مالی امداد کے ذریعے سے آئے ساتھ اپنی ہمدوی اور توجہ کا اظہار کر سیکگی ان کا وفاق و ارادہ جبر سالہا سے تکلیف و سختی میں اس قدر نمایاں ہوا ہے کہ میں نہایت ہی خوشی کے ساتھ اس امداد کو پیش نظر رکھتا ہوں اب میں عتاد اور ہمدانی کی ان دوسری کارروائیوں کا ذکر کرنا جنہیں ہم نے موجودہ تقریب کے ساتھ وابستہ کیا ہے ضروری نہیں سمجھتا اسلئے کہ وہ باتیں اور حکمہ مندرج ہیں لیکن مجھے عہدہ داران فوج کے حق میں اس امر کی اعلان کا اختیار مفوض ہوا ہے کہ آئندہ سے انڈین ہٹاف کور کا لقب منسوخ ہو جائیگا اور وہ حضور ملک معظم کی افواج متحدہ ہند کے ایک ہی طبقے میں شمار کئے جائینگے۔

حضرات و ایمان یاست و باشندگان ہند! اگر ہم ایک تھیلے کیلئے زمانہ مستقبل کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں تو بلاشبہ اس ملک کے واسطے ایک بہت بڑی ترقی کے آئینہ کار ہو چکے ہندوستان کے متعلق کوئی مسئلہ ایسا نہیں خواہ وہ آبادی - تعلیم - سبب ریفارم یا معیشت کے خصوص میں ہو سکا حل نہ ہو سکی کی طاقت سے باہر ہو۔ ان میں سے بہتیروں کا حل ان دنوں ہماری نگاہوں کے سامنے کیا جا رہا ہے اگر برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان دونوں کی مجموعہ فوٹے سے ہماری سرحدوں پر امن ایمان برقرار ہے اگر ان کے درمیان رسیوں اور رعایا کے درمیان فرنگیوں اور ہندوستانیوں کے درمیان اور حاکم و محکوم کے درمیان رشتہ ٹھانگی و اتحاد مضبوط و محکم ہے اور اگر فضل و مہم بھی اپنی فیاضیوں میں کوتاہی نہ کریں تو ترقی کی تیز رفتاری کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اگر خداوند تعالیٰ نے جانا ہو تو ہندوستان آئندہ زمانہ میں وہ ہندوستان ہو گا جسکی زر چیزی رو بہ تنزل ہو جس کی آئندہ امیدیں مفقود ہوں یا جس میں بجا شکایت یا ناراضگی کی بویائی جاتے بلکہ وہ ہندوستان ہو گا جس میں جہد و جدوجہد کو وسعت ہوگی۔ قابلیتیں عالم خواب سے بیماری کی حالت میں ہونگی بیہودی و مرفہ الحالی روہینی ہوگی اور آسائش و دولت زیادہ تر پھیل جائیگی مجھے اپنی ملک کی ایمان داری اور خلوص نیت پر اعتماد کی ہے اور اس ملک کی نامحدود قابلیتوں پر بھروسہ رکھتا ہوں لیکن ان آئندہ صورتوں کے ظہور میں آئیکے واسطے ایک شرط لازم ہے یعنی کہ دولت عظمیٰ کے اختیاط و تسلط میں کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے اور یہ صورت حال سوائے دولت فخر برطانیہ کے اور کسی سروراری میں پایا جا رہا ہے برقرار میں یہ سکتی ہے اب میں ان بیانات کو ختم کرنا چاہتا ہوں میری دلی خواہش ہے کہ باشندگان ہند ہنس بڑے اجتماع کو مددوں یا در کریں گے کہ اسی ذریعہ ایک نہایت پر شوکت موقع پر انہیں شاہنشاہ عالیجاہ کے خصیصہ کی

آزادوں کا خیال کموں گا ان کے دایع اور حقوق کا لحاظ رکھو گا۔ انکی بری صورتوں کا اور اعلیٰ فلاح
 و بہبودی میں کوشاں ہو گا اور میری حکومت کے ہی اعلیٰ اغراض و مقاصد میں اور ہی مشا
 تعالیٰ میری ہندوستان کی سلطنت و وسیع کی روز افزوں مردہ الحالی اور اس کے باشندوں کی مزید
 شادمانی و کامرانی کا باعث ہوں گے۔

حضرات وایان ریاست و باشندگان ہند! میرا شہنشاہ عالیجاہ کے الفاظ میں جبکی تاجپوشی
 کی خوشیاں منانے کے لئے ہم لوگ جمع ہیں۔ یہ ان ہندوں کے دلوں میں جو اسکی خدمت بجا لاتے
 ہیں تحریک پیدا کرتے اور ان کے لئے آواز غیب کا کام دیتے ہیں اور عامہ عایا کے روبرو اولیٰ
 اور شفقت حضور واد کی مثال پیش کرتے ہیں ہم میں سے ان لوگوں کے دلوں میں جو میری اور میر
 ہم منصوبوں کی طرح حضور ملک معظم کی سلطنت کے مار سیاست میں ایسی نیت پیدا کرتے ہیں
 جسکو ہماری حرکات و سکنات کا راہنما اور ہماری سیاست ملکی کا دستور العمل ہونا چاہیے۔ ایسا
 زمانہ کبھی نہیں گذرا کہ ہیں اس بات کی زیادہ خواہش ہوئی جو کہ فیاضی اور نرم دلی کو اس سیاست
 علی کے اوصاف ضروریہ میں سے ہونا چاہیے جنہوں نے زیادہ تلبیض سہی ہیں وہی عنایت و کرا
 کے بھی زیادہ سختی ہیں جنہوں نے پوری طرح سے خدمت گزاری کی ہے وہی انعام و صلہ کے
 بھی پوری طرح سے سزاوار ہیں۔ اس سلطنت وسیع کی بھلی لڑائیوں میں وایان ریاستہائے
 نے اسی سپاہ اور اپنی تلواریں ہماری تائید و تقویت کے لئے پیش کی ہیں اور ہماری دوسری
 مشکلات میں بھی مثلاً جو خشک نمائی و قحط کے مقابلہ میں اٹھائی پڑی انہوں نے اپنی کارروائیوں
 میں اسی قسم کی شجاعت و عالی ہمتی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ جو آرام و سہولتیں انہیں ہوتی حاصل
 ان میں اضافہ کرنا مشکل ہو۔ اور اس سلامتی میں جسکے استحکام میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا زیادتی
 کرنی ایک غیر ممکن اور بے بااینہ ہم اس بات کے بیان کرنے سے خوش ہیں کہ گزشتہ قحط کے متعلق
 گورنمنٹ ہند نے جو جو قرضے دیے ریاستوں کو دیئے ہیں یا انکی ذمہ داری کی ہو سرکار دولتہ امین
 برس کی سیادتک ان کا سود لینے سے باز رہی اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ریاستیں جن پر عنایت کیجاتی
 اس سے بخوشی تام استفادہ کرنی اس بڑے ملک میں اور بھی زیادہ کثیر التعداد جا عتین ہیں جسکو ہم
 اور اوکو دست پہنچے سے یہیں خوشی حاصل ہوگی اور ہمیں سب کو کہ عنقریب ہم انکی عافیت و بہبودی
 میں کوشاں رہنے کا اعلان کر سکتے سال خسانی کے درمیان انادوں کا اظہار قرین معلومت اور جاویدی
 حکومت کا کرنا آسان نہیں ہوتا بہر کیف اگر موجودہ صورت حال قائم رہی اور اگر ہمیں ہندوستان کی

دیکھ سکتے تھے انہوں نے تماشا ٹیوں سے بہت روپیہ کمایا۔ آتش بازی کی خوبی بیان سے باہر ہوتی
آتش بازی نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی جسے دیکھا وہ ہی خوب جانتا ہے۔

معاہدہ جنوری ۱۹۱۹ء ہفتہ گوارت کی وقت لال قلعہ کے دیوان عام میں جلسہ تقسیم خطابات ہوا۔ دیوان
عام سے ملی ہوئی ایک عالیشان عمارت چوبلی بنائی گئی تھی جو موجودہ عمارت سے پورے دو حصہ زائد تھی
اور اوپر روشنی ایسا عمدہ کام کیا گیا تھا کہ اجنبی آدمی بجلی کی روشنی میں بھی رات کی وقت نبی اور رانی عمارت
میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ علاوہ دیوان عام کی عمارت عارضی کے دو حصے مقرر کئے گئے تھے ایک حصہ کا نام

روبنگ روم اور دوسرے حصہ کا نام اسمبلنگ روم تھا جو صاحبان اس جلسہ میں دعوت کئے گئے تھے وہ
ساتھ بیٹھے تک اپنی نشستگا ہوں پر بیٹھ گئے تھے ہر ایک شخص کو ایک فرسٹ کلاس جگہ بتلادیتا تھا جو وقت
اس کام کیلئے موجود تھا جو اصحاب پہلے سے کوئی خطاب نہیں کھتے تھے اور سوقت خطاب پائیوالے
وہ پوائے آٹھ بجے سے پہنچ گئے تھے علیہ مقام پر ٹھا دیئے گئے تھے اور خطاب پانے کے بعد
جس جگہ کے وہ سوختے تھے بٹھائے گئے تھے وہ جگہ اون کے لئے خالی رکھی گئی تھی۔

دایان ملک یا اعلیٰ درجہ ہٹار آف انڈیا کے خطاب یافتہ اصحاب پوائے آٹھ بجے تک تشریف لے آئے تھے
فاران ڈپارٹمنٹ کے اسپیشل ایلیجی ان حضرات کا استقبال کر کے روبنگ روم میں پہنچا دیتے تھے
ان اصحاب میں سے جو سلامی کے مستحق تھے ایک اعزازی کارڈ جو وہاں موجود تھا اون کو فوجی
سلام کرتا تھا اور حضرت ایلیجی ان اپنا ٹرے کے خطاب یافتہ تھے اور کو وہ اسمبلنگ روم میں اونکی
نشستگاہ تک پہنچا دیتا تھا۔ سب اخیر میں حضور و ایسر کے دہر والے ٹیس ڈیوٹ کون کانٹ گاڑی
میں تشریف لائے جب گاڑی سے اترنے لگے اور سوقت سکرٹری خطابات وانڈر سکرٹری ڈپارٹمنٹ
استقبال کر کے روبنگ روم میں لیکے اور اعزازی کارڈ لے فوراً فوجی سلام کیا پھر حضور و ایسر کے (جی

سی۔ آئی۔ ای) (جی۔ سی۔ ایس۔ ایس۔ آئی) کے خطاب یافتہ اصحاب و سکرٹری خطابات روبنگ روم میں
اسی موقع کا لباس پہنکا اسمبلنگ روم میں تشریف لیکے وہاں ایک جلوں ترتیب کے خطابات کے گھر میں
پہنچے جلوں ترتیب کے خطاب یافتہ اپنی منیر کے آگے ہو گئے چنانچہ ترتیب جلوں اس طرح تھی سب آگے انڈر سکرٹری
فاران ڈپارٹمنٹ لائے پھر سکرٹری خطابات اور سوقت ایسٹن نشان ستارہ ہند پہنے ہوئے تھے سکرٹری
خطابات کے پیچھے (سی۔ آئی۔ ای) کے خطاب کھنے والے انھے پیچھے (سی۔ ایس۔ آئی) کے خطاب کھنے والے صحابہ
انکے پیچھے (کے۔ سی۔ ایس۔ آئی) کے خطاب لے انکے پیچھے (کے۔ سی۔ ایس۔ آئی) کے خطاب یافتہ پوائے
انکے پیچھے (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ای) کے خطاب پانے والے پوائے آٹھ بجے (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی) کے

دریافت کرنے اور ان کے نیک خیالات کے سننے کی عزت حاصل ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کی یاد خوشی اور مسرت کا باعث ہوگی اور ملکِ معظم ایدر ڈیوڈ ہفتم کا عہدِ حکومت جو ایسے سچے و مبارک طور پر شروع ہوا ہے ہندوستان کے صفحات تاریخ اور اسکے باشندوں کے صفحات دل پر نا ابد باقی اور منقش رہیگا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اس قادر مطلق مالکِ حق و سنا کے فضل و کرم سے شاہنشاہِ ہند کی سلطنت و حکومت سالہا سال قائم رہے آپ کی رعایا کو روز افزوں و پیوستہ اور ترقی خیالات پر آپکے عمدہ اداروں کے نظم و نسق ملکی پر عقل مندی اور نیکی کی جڑ ثبت ہے اور آپ کی سلطنت کی سلامتی اور برکتیں تا ابد قائم رہیں۔ حضور ملکِ معظم و قیصر ہند کا عمر دراز ہو۔ *

ایڈریس ختم ہونے پر حاضرین جلسہ و فرج اور تماشائیوں نے تین چیز یاد شاہ کی تاب چوشی کی مسرت میں دین لحدہ رُوسا سے با اختیار و ایسر سے اور ڈیوڈ آف کیناٹ کے سامنے باری باری ہو پیش ہوئے بعض کے ساتھ ان کے صاحبزادے یا درزا بھی تھے سپہوں نے نہایت خشوع اور خضوع کیا تھا تخت نشینی کے مختصر الفاظ میں مبارکباد یاد شاہ کو دی۔ پیشی ختم ہونے پر دربارِ فرحت ہوا اور حضور و ایسر سے اسی طور پر اور انھیں سومات کے ساتھ تشریف لینگئے جس طرح تشریف لائے تھے اور ان کے بعد حضور ڈیوڈ آف کیناٹ اور ڈیوڈ چر صاحب جو ایسی ہی عزاز کیساتھ جیسے تشریف لائے تھے خضت ہوئے ان کے بعد والیان مالکِ غیر اور افسرانِ اعلیٰ لوکل گورنمنٹ و والیان ملکِ ہند و محمد صاحبان کونسل گورنر جنرل اسی طور پر جس طور پر وہ آئے تھے اسی رہتوں اور رزینوں سے ہو کر تشریف لینگئے اسکے بعد تمام تماشائی گرجے ہوئے اسی شب کو حضور و ایسر سے اپنے کیمپ میں بڑے بڑے سرکاری جہازوں کو دعوت دی اور یاد شاہ اور شاہزادہ ڈیوڈ آف کیناٹ کی جامِ صحت کی تجویز پیش کی جو نہایت جوش کے ساتھ سب نے قبول کی و ایسر سے نے اس موقع پر اسپرچ دی اور ڈیوڈ آف کیناٹ نے اسکا جواب دیا۔

۲ جنوری ۱۸۷۰ء جمعہ کے دن بڑی بھانڈی کے ایک میدان میں فوجی کیمپ تماشہ ہوا اور شہر کے تمام شہر میں روشنی ہوئی مات کے دس بجے جامع مسجد کے شرعی دروازہ کے سامنے شاہ سرد اور حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے فرا کے درمیانی پریٹ کے میدان میں تین کیمپیں ہزار روپے کی ولایت کی گئی ہوئی آتشبازی چھوٹی اور آتشبازی کی تماشہ کو پہلے جامع مسجد کے شرعی دروازہ کے سامنے والی ٹرک اور شفا خانہ کی چھت پر نشستوں کا سرکاری جہازوں کے واسطے انتظام کیا اور جامع مسجد کا شرعی اور شمالی دروازہ اور پارٹیں اور دیگر مکانات کے کوٹھے سرگیس آدمیوں سے پٹی پڑی تھیں جن آدمیوں کے مکان اور برآمدے ایسے موقعوں پر تھے کہ آتشبازی کا تماشہ اچھی طرح

پہلے سکرٹری خطاب کے نشانات رہی سی۔ ایس۔ آئی) لیکر ہر مائٹس کمزین کر دیا اور سکرٹری سی۔ ایس۔ آئی
 (شاہ ہند) لیکر صاحب گھر لگا دیا اور اسکے بعد وہ صاحب کی سی۔ ایس۔ آئی) نے ہر مائٹس
 (سی۔ ایس۔ آئی) اپنا بیٹا بلوان سکرٹری خطابات ہر مائٹس کو جو پتھر کے پاس لگے ہر مائٹس حضور علیہ السلام کی
 اور وہ دونوں جو سکرٹری سی۔ ایس۔ آئی) اپنی اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے پھر سکرٹری
 (سی۔ ایس۔ آئی) کا کار اٹھاتا کر نہایت ادب کے ساتھ حضور والی سرے کو دیا حضور والی سرے
 سے ہر مائٹس کو کار لے کر ان سے یہ تقریر فرمائی۔

تو اسی وقت سکرٹری قیصر ہند حسب اشارہ حضور صوف میں آکر ہوتے اشاروں آدیا (شاہ ہند) کا ہر مائٹس
 (سی۔ ایس۔ آئی) کا نام لگا کر ان کے پاس لگا کر حضور ایک مضمون قیصر ہند نے اذراہ کر مہنیا ہے۔

جب ہر مائٹس نے تو اس وقت ہر مائٹس حضور والی سرے کی تعظیم بجا لائے اور بعد اسکے سکرٹری خطابات انکو اٹھا لگے
 ہر مائٹس نے سکرٹری کی تعظیم بجا لائی۔ ہر مائٹس انکو کے سامنے کھڑے رہے اغوازی گارڈ نے فوجی سلام ادا کیا اور سکرٹری
 خطابات نے لقب انکسب کو سنایا۔ جب ہی ترکیب سے کل صحابہ نشان و خطاب (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی)
 اور (سی۔ ایس۔ آئی) اور (سی۔ ایس۔ آئی) اشاروں آدیا سے مزین ہو چکے تو سکرٹری خطابات نے عرض کی

کہ سکرٹری کے سلسلہ میں تقسیم خطابات کے متعلق اور کوئی بات کوئی باتی نہیں ہے اور وقت تمام حاضرین جلسہ اپنی
 جگہ پر گئے اور حضور والی سرے میں افسران ہمزای مکرہ تقسیم خطابات سے نکل کر بنگلہ دم میں بہ ترتیب کو باٹھا
 ہر مائٹس نے تشریف لگئے حضور والی سرے کے تشریف بجا لگے وقت اغوازی گارڈ نے فوجی سلام کیا اور ہند
 سے باہر آیا اور وہاں جا کر لباس نشان اشارہ بدن سے بدلا اور لباس نشان اٹھین اپنا سر پہنکر پھر

سی۔ ایس۔ آئی) کے تقسیم خطابات میں تشریف بہ ترتیب کو لے آئے اور ترکیب کو بجا لایا (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی) اور (سی۔ ایس۔ آئی)
 (سی۔ ایس۔ آئی) اور (سی۔ ایس۔ آئی) کے خطابات تقسیم ہو چکے تو سکرٹری خطابات نے عرض کیا کہ اٹھین اپنا سر
 تقسیم خطابات کے متعلق اور کوئی کارروائی باقی نہیں رہی تب حضور والی سرے نے اپنی جگہ سے نکل کر فرمایا

حضور والی سرے کیساتھ تمام حاضرین جلسہ اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کھڑے رہے بعد ازاں حضور والی سرے
 سے باہر آیا اور اٹھین اپنا سر پہنکر کے خطاب یافتہ صحابہ بنگلہ دم میں تشریف بجا کر لباس خطابات بدل کر حضور والی سرے
 کے پاس گئے اور وہاں سے اسی طور پر اور اسی سمت کے ساتھ جیسے آئے تھے اپنی اپنی قیام گاہ کو تشریف

لے گئے خطابات کی نظر اس سے پہلے ہندوستان میں کسی تاریخ میں دیکھی اور نہ سنی۔ اس
 جلسہ

خطابات یافتہ حضرات - ان کے پیچھے ہزاروں مائیں ڈیوک آف کیناٹ کے بی - سی - کے بی - جی آئی
 جی سی ایس آئی - جی سی ایم جی - جی سی ای آئی - جی سی وی لو آف پاس نشان ستارہ ہند زیب بدن
 فرمائے ہوئے تھے - ان کے پیچھے پرائیوٹ سکرٹری - ان کے پیچھے حضور دایرے گورنر جنرل آپ بھی ہوتے
 پاس نشان ستارہ ہند سے ملیں تھے - جناب کے بعد آپ کے ایڈیکٹنگ و سرچن وغیرہ تھے -
 جب اس ترتیب پر شان و شوکت کے ساتھ جلوس ایمپلنگ دم سے نکلا تو جی بیٹہ گریڈ پانچ بجائے
 اور جلوس خطابات کے کمرہ کے دروازہ پر دونوں طرف جوا عوازی گارڈ کھڑے تھے اور انہوں نے حضور
 ڈیوک آف کیناٹ و دایرے کو فوجی سلام کیا جب جلوس جلسہ خطابات کے کمرہ میں داخل ہوا تو
 حاضرین جلسہ کھڑے ہو گئے اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک حضور دایرے نے اپنی کرسی پر
 پر تشریف نہیں رکھی خطاب یافتہ اصحاب اپنی اپنی جگہوں پر پھوپھو چکر داپنے اور بائیں جانب صف دار کھڑے
 ہو گئے اور اس وقت حضور دایرے جن صاحب کے پاس سے گزرتے تھے وہ تعظیم بجالاتے تھے جب حضور
 دایرے اپنی نشستگاہ پر رونق افروز ہوئے اور اس وقت گریڈ پانچ بجنا اس وقت ہوا اور بیٹھنے سلائی
 بادشاہ بجائی - چوترہ پر حضور دایرے کی داہنی طرف ڈیوک آف کیناٹ رونق افروز تھے - تمام
 خطابات یافتہ اصحاب جلسہ خطابات کے کمرہ میں دلہنے اور بائیں جانب صف دار موافق ترتیب
 ترجیح خطابات بٹھائے گئے اسٹارٹ انڈیا دینڈین اسپاٹ کے اعلیٰ خطاب یافتہ اصحاب اول صف
 میں تشریف رکھتے تھے جو حضور دایرے کے چوترہ کے بالکل قریب تھے اور اونکی ہمراہیوں کو واسطے
 اپنی کرسی کے پیچھے جگہ دی گئی تھی بعدہ سکرٹری خطابات نے عرض کی اس جگہ میں حسب احکم حضور
 ملک معظم فیض مند اصحاب فلان فلان کو خطابات ستارہ ہند - جی - سی - ایس - آئی مرحمت ہو گا -
 پھر سکرٹری خطابات مع انڈر سکرٹری فارن ڈپارٹمنٹ اور دو جوینر کی سی ایس - آئی جوان سے کم درجہ
 خطاب رکھنے والے تھے رو بنگ روم میں جا کر ہر مائیں کو مع ہمراہیان کے جو پہلے سے انکی اطلاع
 جگہ پر تشریف رکھتے تھے ایک جلوس قائم کر کے حضور دایرے کے پاس لائے اس وقت ہر مائیں اپنی
 جگہ سے تشریف لیجئے اور عوازی گارڈ نے سلام کیا اور تمام خطابات یافتہ اصحاب کھڑے ہو گئے اور
 جب ملک فرمان شاہی پڑھنا پیا گیا کھڑے رہے ہر مائیں مع دو (سی ایس آئی) خطاب یافتہ اصحاب
 وہاں تک تشریف لے گئے جہاں سے چوترہ چند قدم پر تھا وہاں ایک میز پر انڈر سکرٹری نے نشان
 جی - سی - ایس - آئی رکھا پھر حضور دایرے نے سکرٹری خطابات کو فرمان شاہی دیا سکرٹری
 مذکور نے اسکو ہر مائیں کو شاکر اور انکو میز کے پاس بیٹھے ڈنوں کی - سی ایس آئی کے خطاب یافتہ اصحاب

صاحب کتاب خواجہ محمد نادر صاحب بڑا نوری زیر حضرت خواجہ میر تقی میر درویش علیہ
 من اللہ السید محمد حسین مرحوم صاحب دہلی پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور۔ * *
 دہلی عالم میں نہیں شہر بساں دہلی ہے سٹے پر بھی سوا عرش سے شان دہلی
 سید احمد خان مرحوم نے شہر دہلی اور اہل دہلی کے حالات میں آثار الصنادید ایسی کتاب لکھی جسکو سندوستان
 کیا مگر قابل غور اور اسکی تعریف کے قابل یہ بات ہے کہ دانیان خود لکھے اُسے قدرانی کی نعرہ دیکھا
 تریخ ہندوستان آج تک جب کسی یورپین تریخ نے دہلی کی تاریخ یا جغرافیہ لکھا نہیں آثار الصنادید کا
 اُس کتاب کی خوبی اور پسندیدگی کا اندازہ ہوگا اچھی طرح ہوتا ہے مگر آج اُسکی ترتیب بشیر میں ہو گئے
 دہلی اور اہل دہلی کا یا باہٹ ہو گئی۔ گریٹ برٹن کی جیکمانہ اور شانہ طرز تمدن اور طرز معاشرت
 کو ایسا لباس پہنا دیا جس سے دہلی یورپ اور اہل دہلی یورپ بن گئے۔ تصویروں کے بدلے ال اور
 اور پائین بلغ کی عوض پارک اور آفس تیار کئے رتھ۔ سچولی۔ پاکی۔ ناکی۔ ہوادار کی جا بروٹس
 پائیکل۔ پائیکل۔ ٹریکس۔ ٹریکس۔ موٹر کار دوڑنے لگی۔ مردوں کے لباس میں انگر کے
 جلد قمیص۔ پانچامرا در سلوار کے بدلے پتلون پہنے جانے لگے زنانہ لباس بھی تیسرا ہوا جہاں کچی کرتی
 اپنا محل دغل بٹھا رکھا تھا وہاں سایہ اور گون نے رنگ بایا شاہان و رنگ کو بچل خیر اور
 کے رہنے والوں گلخاروں نے بھی تکلف چھوڑ دیا انھوں میں سرسہ کاجل اور دانتوں میں
 میں صرف ہند سے آمد ناتوں میں ڈایا شد کپڑیاں رنگیں۔ عربی علوم و فنون
 اپنی روشنی ڈالی اسکول اور کالجوں سے حکمت و فلسفہ جدید کے دیار پہ نکلے۔ جب ایسی
 حالات میں ہوئی تو ہوا سٹے ضرور تھا کہ کوئی لائق مورخ دہلی اور اہل دہلی کے
 چنانچہ اس کام کو خلاصہ خاندان مصطفوی نقادہ دو مان رضوی فضیلت
 اللہ تعالیٰ مقبول رہا گاہ اللہ الصمد مولوی سید محمد صاحب زید مجتہد نے انجام دیا اور کتاب
 ہے مرتب کی میں اپنے اس مختصر ریویو میں اس کتاب کی تعریف کھنے سے قاصر ہوں
 ہوں جس شخص کو یہ شوق ہو کہ وہ دہلی کی پٹائی اور کہنہ عاتقوں کی عجیب غریب حالات
 کو یہ معلوم کرنا ہو کہ پہلے دہلی کو اند پت یا اندر پرست کیوں کہتے تھے پھر دہلی کیوں
 جہاں آباد کیوں نام رکھا گیا جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ اس شہر کی مقدس زمین پر کون
 اور علماء سے قدسی پارگاہ آرام فرما رہے ہیں جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ دہلی من
 مکنے ماجرا و جہاز گز رہے ہیں جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ دہلی میں اسلام کے کس قدر

یاد حضرت (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی) اور پندرہ (جی۔ سی۔ ای۔ آئی) اور چوبیس (جی۔ سی۔ ای۔ آئی) اور ستولہ (جی۔ سی۔ ای۔ آئی) اور گناہیں (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی) اور ایک سو دس (جی۔ سی۔ آئی۔ ای) اور شریکے تقریباً چوبیس جدید خطاب یا بیشتر کے خطابوں میں اضافے ہوئے۔

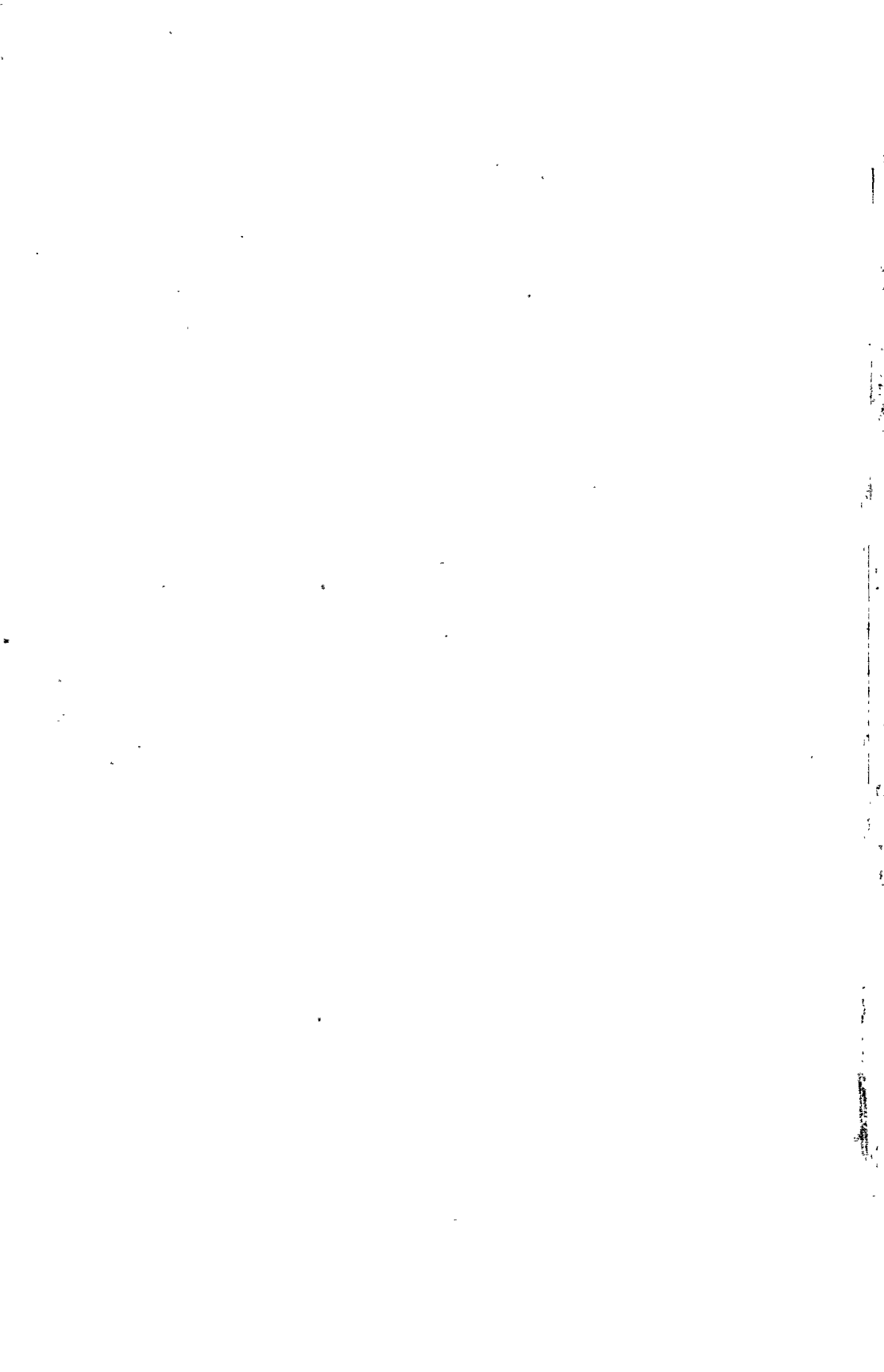
۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو ان کے دن گیا بھجے جلوس کے ساتھ دارالسلطنت کے پارٹی اور شپ پجارت نامہ مانا حضور ابراہیم تاشہزادی صاحبہ اور ایک لاکھ پندرہ لاکھ زری سکا جو اوت دہلی میں جو درخت نماز میں شریک ہوئے۔ سچ کو پولو کے میدان میں سٹیجیا گیا ۵ جنوری ۱۹۰۳ء پیر کے دن حضور ابراہیم نے وایان ملک کی فرج ہرادی کا ملاحظہ کیا اور سارے تین بجے سے پانچ بجے تک دہلی جہازوں کو ملک کے بلغ میں گاڑوں پارٹی دی۔

۶ جنوری ۱۹۰۳ء منگل کے روز سہ پہر کو وقت فٹ بول پولو وغیرہ کھیل ہوئے اور رات کو مال دیوان عا میں ہیٹ بال (سلطنت کالج) ہوا جس میں وایان بیاست اور تقریباً چار پندرہ سے زیادہ اور صاحب بود سچو۔ پانچ بجے لہاظ مغز حاقین اور پیش مکان کے ہندوستان میں نظر نہیں ہے۔ قطع میں سلیم گٹہ بر ایک شام صبحی ہو گیا تھا اس شب کو تمام مہان ٹٹیلو سے کے ذریعہ سے اسپیشل ٹرینوں میں تشریف لائے۔

۷ جنوری ۱۹۰۳ء بدھ کو فنانسی میجر اور پرنسپل پولو میچ کا آخری کھیل ہو جو کراچیوں سے زیادہ بچاؤ کھانا تھے۔ ۸ جنوری ۱۹۰۳ء جمعرات کے دن کپوں کے اس پاس کے ہمارے میدان میں کل فرج کا گینڈ پولو ہوا۔ اس کا جوڑ نامہ گمانہ نقیہ میں اس وقت موجود تھی۔ تماشائیوں کو واسطے چوتھے بنے ہوئے تھے ہزاروں آدمی گاؤں اور ٹھوڑوں پر سوار تھے اور بیلوں کا کچھ شاہیں حضور ابراہیم اور ڈیوگ آف کیناٹ ڈیڑھ صبح گیا۔ چوبیس گاہ اپنی نشست گاہ پر پہنچے جو چور سالے پاس سے گورتے تھے اور کھاسلام لیتے جاتے تھے شاہی سلسلے شان مشکت کی مردیاں پہنے ہوئے تھے اور جو پال مرچیا نیر دو گیا اور جیندو نامہ دیشا اور سرور کی فوجیں اپنے اپنے تھیلوں پر ریاست کے دیگر عزیزوں کی ماتحتی میں سلام کے تمام سے گزرتی جاتی تھیں۔

۹ جنوری ۱۹۰۳ء جمعہ کے روز ہتیاروں کے کرتبا درانڈین آرمی پولو کے کھیل ہوئے اور فوجی باہا جی اس وقت دہلی میں کوئی دو ہزار تھیں بلکہ ساتھ باجا بجایا جو قابل دید تھا۔

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء ہفتہ کے روز حضور ابراہیم اور ڈیوگ آف کیناٹ ڈیڑھ صبح اسی اعزاز کے ساتھ سطح تشریف لائے تھے حضرت ہوئے۔ اور پندرہ روز میں سلسلہ رسوم کا جو ہندوستان میں انگریزی حکومت میں آگے پہلے نہیں ہوا اس طرح خاتمہ ہوا۔ چھٹی دریا کے واقعات زیادہ متصل لکھنا میں کی سب حرمی کو فہمنا ہے صحیح فرقہ پہلی واقعات بیان کر دے جس پر ایک شخص کو کسی ہرگز میں کم جنوری ۱۹۰۳ء کو دربار ہوا اور چھکا اباد کی یادگار ہاری کتابیں باقی رہ جائیں جو آج کے واسطے بھارت ہوگی۔ اس پر سید محمد ولی علی نے



میں نے اپنی اس ساری کاروباری زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ اس دور میں شہر ہارون

کو دیکھا کہ اب اور زیادہ بہتر ہے جس کے پیغام کے ساتھ کہ حضرت ابو جہرہ نے یہ کلام شریف لکھا کہ علم شریف

ابن عربی نے جو مضمون عام ملکہ کے لئے لکھا جو سب سے پہلے اس میں لکھا گیا تھا کہ ایسی ہی گئی تھی اس میں

کس نے مخرج قریب کی مٹی اور میں اس قدر والیوں تک سراج - ہمارا - امیر کبیر - ریس -

تعارف لائے تھے۔ جشن کے موقع پر جو تالیف عرب کی گئی تھی اور میں اس میں لکھا تھا کہ

الماہی و زرد و دیگر روحانی کی کس قدر عجیب عجائبات ہندوستان اور مختلف ممالک و ممالک کے

کس قدر عجیب و غریب کہئے گئے تھے وہ سولای سید احمد صاحب کی یہ کتاب لکھی گئی کہ یہ کتب

میں لکھی ہوئی علم اور لائق خاندان سے منسوب ہیں جو میں بعد اسان سے تصنیف ہوئی

کے ساتھ ساتھ آتا ہے شیخ کبیر کے روزانہ ہفت روزہ ہفت روزہ ہفت روزہ ہفت روزہ ہفت روزہ

سولای سید احمد صاحب کے لکھے ہوئے نصاب صاحب مولانا سولای شاہ عبدالقادر

شاہ جہاں سولای شاہ رفیع الدین صاحب رحمت اللہ علیہ صاحب سے کون کون کون ہیں ہے

جو سلج سہلہ دن میں آفتاب اور چگونہ میں کتاب کے اس سے زیادہ ان کے خاندان کی

عشرت پر پہلے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے ماسٹر شاہ عبدالعزیز صاحب کے پسر ہیں

Central Archaeological Library,
NEW DELHI. 24337

Call No. 915. 441 / Ahm

Author— Ahmad Sayyid.

Title— Yadgan i- Delhi,
Delhi 1905

Borrower No. | Date of Issue | Date of Return

"A book that is shut is but a block"

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI.

Please help us to keep the book
clean and moving.

S. B., 148. N. DELHI.

Ahmed ~~Sayyid~~
Sayyid

D1099